تذکرۂ اہل دہلی

۱۲۵

مولفہ

سر سید احمد خاں مرحوم

بتصحیح و تحشیہ

قاضی احمد میاں اختر، جوناگڑھی

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو (پاکستان)

ناچیز

مرتب

گزارش

تذکرۂ اہل دہلی سر سید احمد خاں کی کتاب آثار الصنادید کا چوتھا باب ہے جس میں انہوں نے اپنے آن معاصر اصحاب علم و ہنر کے حالات قلمبند کئے ہیں جو اس زمانے دہلی کے مشاہیر میں شمار کیے جاتے تھے۔ کتاب کا یہ باب صرف آثار کے پہلے اڈیشن میں تھا اور بعد کو سید صاحب نے اس کو خارج کر دیا۔ طبع اول اس وقت نایاب ہے اور صرف اس کی وہ نقل دستیاب ہوتی ہے جو سنہ ۱۸۷۶ع میں مطبع نول کشور لکھنئو میں چھپی تھی۔ اس تذکرہ کا متن اسی اڈیشن پر مبنی ہے جو بیحد غلط چھپا ہے۔ اس کی تصحیح کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔

سنہ ۱۹۵۱ع میں انجمن ترقی اردو پاکستان کے سہ ماہی رسالہ ''اردو'' میں اس کے چند صفحے چھپے تھے۔ بعد کو سنہ ۱۹۵۱ع انجمن کا دوسرا سہ ماہی رسالہ ''تاریخ و سیاسیات'' جاری ہوا تو اس میں یہ تذکرہ بالاقساط چھپتا رہا۔ چار سال کے بعد بھی اس کی تکمیل نہ ہو سکی اور آخر جب ''قحط خریداری'' کی بنا پر انجمن کو رسالۂ تاریخ کی اشاعت موقوف کرنی پڑی تو لازماً اس کی اشاعت بھی ملتوی ہو گئی اور انجمن کے پریس میں اس کے بقیہ اوراق چھپوا کر اس کی تکمیل کردی گئی، اوراب یہ تذکرہ کتابی صورت میں شائع ہوکر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔

مجھے اعتراف ہے کہ میرے نا سازگار حالات اور مصروفیات کی وجہ سے اس تذکرہ کی ترتیب، تصحیح اور تحشیہ میں بہت سی خامیاں رہ گئیں اور میں اس کو اپنے حسب منشا مرتب نہیں کر سکا، خصوصاً اس میں طباعت کی غلطیاں کافی پائی جاتی ہیں جس کے لئے ایک طویل صحت نامہ لگانے کی ضرورت پیش آئی۔ توقع ہے کہ قارئین کرام اس سے متن کی غلطیوں کی تصحیح کر لینے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔ اگر کبھی آیندہ اس کی طبع ثانی کا موقع نصیب ہوا تو اس کی مزید تصحیح و ترتیب کے ساتھ مزید حواشی اضافہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ انشاء اللہ، واللہ المستعان و علیہ التکلان۔

مخدوم و محترم حضرت مولانا عبدالحق صاحب مد ظلہم کا شکریہ مجھ پر واجب ہے جن کی عنایت و نوازش سے یہ کتاب انجمن کے رسالہ میں باقساط شائع ہوتی رہی اور اس کی تکمیل بھی انہی کے ارشاد گرامی کی مرہون منت ہے۔

کراچی

یکم جولائی سنہ ۱۹۵۵ع

ناچیز

مرتب

تذکرۂ اہل دہلی

فہرست مضامین

مضامین	صفحات
۱۔دیباچۂ مرتب	۱
۲۔اُردو زبان کے بیان میں	۵
۳۔شاہجہاں آباد کے لوگوں کا بیان	۱۰
۴۔ذکر کبار مشایخین	
۱ شاہ غلام علی	۱۱
۲ شاہ ابو سعید	۱۷
۳ شاہ احمد سعید	۲۰
۴ شاہ عبد الغنی	۲۰
۵ شاہ محمد آفاق	۲۱
۶ حاجی علاء الدین احمد	۲۲
۷ مولانا محمد فخر الدین	۲۳
۸ مولانا قطب الدین	۲۵
۹ حضرت غلام نصیر الدین	۲۶
۱۰ خواجہ محمد نصیر	۲۷
۱۱ مولوی یوسف علی	۲۹
۱۲ شاہ غیاث الدین	۲۹
۱۳ شاہ صابر بخش	۳۰
۱۴ میر محمدی	۳۱
۱۵ میراں شاہ نانو	۳۲
۱۶ مولانا محمد حیات	۳۳
۱۷ سید احمد صاحب بریلوی	۳۴
۵۔رسول شاہیوں کا بیان	
۱۸ رسول شاہ	۳۸
۱۹ مولوی شاہ حنیف	۳۹
۲۰ شاہ فدا حسین	۴۰
۲۱ شاہ توکل حسین	۴۲
۶۔مجذوبوں کا بیان	
۲۲ سید عسکری	۴۲
۲۳ میر قطبی صاحب	۴۲
۲۴ شاہ عبدالنبی	۴۳
۲۵ میر احمد دیوانہ	۴۵
۲۶ دین علی شاہ	۴۵
۲۷ خانم صاحب	۴۵
۲۸ بائی جی	۴۵
۲۹ حاجی غلام علی	۴۵
۳۰ خواجہ احمد علی	۴۵
۷۔ذکر علمائے کرام	
۳۱ حکیم احسن اللہ خاں	۴۶
۳۲ حکیم غلام نجف خاں	۴۷
۳۳ حکیم صادق علی خاں	۴۹
۳۴ حکیم امام الدین	۴۹
۳۵ حاجی غلام حیدر خاں	۴۹
۳۶ حکیم نصراللہ خاں	۵۰

مضامین	صفحات
۳۷ حکیم فتح اللہ خاں	۵۰
۳۸ حکیم پیر بخش	۵۰
۳۹ حکیم حسن بخش خاں	۵۱
۴۰ حکیم غلام حسن خاں	۵۱
۴۱ حکیم محمد یوسف خاں	۵۱
۴۲ حکیم عبدالحکیم ابو خاں	۵۱

۸ـ ذکر علمائے دین

مضامین	صفحات
۴۳ مولانا شاہ عبدالعزیز	۵۲
۴۴ مولانا صدر الدین خاں	۵۷
۴۵ مولوی رشید الدین خاں	۷۰
۴۶ مولانا شاہ رفیع الدین	۷۲
۴۷ مولوی مخصوص اللہ	۷۴
۴۸ مولوی عبدالقادر	۷۵
۴۹ مولانا عبدالحی	۷۶
۵۰ مولانا محمد اسماعیل شہید	۷۶
۵۱ مولانا محمد اسحاق	۸۱
۵۲ مولانا محمد یعقوب	۸۲
۵۳ مولانا نواب قطب الدین خاں	۸۳
۵۴ مولوی عبدالخالق	۸۳
۵۵ مولوی نذیر حسین	۸۴
۵۶ مولوی محبوب علی	۸۴
۵۷ مولوی نصیر الدین	۸۴
۵۸ مولوی کریم اللہ	۸۵
۵۹ مولانا فضل امام	۸۵
۶۰ مولانا فضل حق	۸۶
۶۱ مولوی نور الحسن	۹۲
۶۲ مولوی کرامت علی	۹۷
۶۳ مولوی مملوک العلی	۹۸
۶۴ مفتی سید رحمت علی خاں	۹۸
۶۵ آخون شیر محمد	۹۹
۶۶ مولوی امان علی	۱۰۰
۶۷ مولوی محمد جان	۱۰۰
۶۸ مولوی نوازش علی	۱۰۱
۶۹ مولوی محمد رستم علی	۲۰۱
۷۰ مولوی حاجی محمد	۱۰۲
۷۱ ملا سرفراز	۱۰۲

۹ـ ذکر قراء و حفاظ

مضامین	صفحات
۷۲ قاری قادر بخش	۱۰۳
۷۳ حافظ احمد	۱۰۳
۷۴ قاری محمد بیگ	۱۰۳
۷۵ قاری احمد	۱۰۳
۷۶ حافظ عبدالرحیم	۱۰۴

۱۰ـ ذکر بلبل نوایان شاہجہان آباد

مضامین	صفحات
۷۷ مرزا اسداللہ خاں غالب	۱۰۴
۷۸ نواب محمد ضیاء الدین خاں نیر و رخشاں	۱۱۸
۷۹ نواب زین العابدین خاں عارف	۱۲۷
۸۰ نواب غلام حسن خاں محو	۱۲۹
۸۱ نواب ذوالفقار علی آذر	۱۳۰
۸۲ مولوی عبداللہ خاں علوی	۱۳۱
۸۳ مولوی امام بخش صہبائی	۱۳۸
۸۴ میر نثار علی نثار	۱۴۸
۸۵ محمد مومن خاں مومن	۱۴۹
۸۶ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ	۱۵۵
۸۷ نواب محمد اکبر خاں	۱۶۱
۸۸ پنڈت نراین داس ضمیر	
۸۹ میر نظام الدین ممنون	

مضامین	صفحات
۹۰ شاہ نظیر	۱۶۵
۹۱ شیخ محمد ابراہیم ذوق	۱۶۷
۹۲ حافظ عبدالرحمن خاں	۱۷۰

۱۱۔خوش نویسان

۹۳ سید محمد امیر	۱۷۱
۹۴ آغا صاحب	۱۷۱
۹۵ مرزا عبداللہ بیگ	۱۷۱
۹۶ امام الدین احمد خاں	۱۱۷
۹۷ محمد جان صاحب	۱۷۱
۹۸ اخوند عبد الرسول قندھاری	۱۷۲
۹۹ حافظ کلو خاں	۱۷۲
۱۰۰ میر امام الدین	۱۷۲
۱۰۱ مولوی حیات علی	۱۷۲
۱۰۲ پنڈت شنکر ناتھ	۱۷۳

مضمون	صفحات
۱۰۳ بدرالدین علی خاں مہرکن	۱۷۳
۱۰۴ فیض علی خاں	۱۷۳
۱۰۵ مرزا شاہرخ بیگ	۱۷۴
۱۰۶ محمد عالم	۱۷۴

۱۲۔ارباب موسیقی

۱۰۷ ہمت خاں	۱۷۴
۱۰۸ راگ رس خاں	۱۷۵
۱۰۹ میر ناصر احمد	۱۷۵
۱۱۰ بہادر خاں ستارزن	۱۷۶
۱۱۱ رحیم سین ستارزن	۱۷۶
۱۱۲ نظام خاں	۱۷۶
۱۱۳ قائم خاں	۱۷۷
۱۱۴ گلاب سنگھ پکھاوجی	۱۷۷
۱۱۵ مکھوا پکھاوجی	۱۷۷

صحت نامه

تذکرهٔ اهل دهلی

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۲	۵	ڈیشن	اڈیشن
,,	۹	اڈیشنوں	اڈیشنوں
,,	۲۱	فظر	نظر
,,	۲۵	صفه	صفحه
۳	۱۰	سد	سید
۴	۹	گئیں هیں	گئی هیں
,,	۱۷	بزرگوں ہے	بزرگوں سے
۵	۱	چھپے	چھپے
۷	۱۹	بھیکے	پھیکے
۱۱	۴	بسه	بسته
,,	۵	خوردند	خوند
,,	۹	برز میں	برزمیں
۱۳	۱۴	مجدویه	مجددیه
,,	۲۴	لچھی	اچھی
۱۵	۲	حضرین	حاضرین
,,	۹	فیاوله	قیلوله
۱۸	۱۰	شا۔	شاه
۲۱	۵	محو فی الشریعه"	مخوی الشریعه"
,,	۲۱	بابادان	بابا دان
,,	۲۲	فارآمد	فارمد
۳۳	۷	قدد هٔ	قدوهٔ
۳۴	۲	اصل	حاصل
,,	۱۹	احتیار	اختیار
,,	۲۰	طاهر	ظاهر

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۳۵	۶	هحوم	هجوم
۳۶	۹	مولانا	مولانا
,,	۱۸	حهاد	جهاد
۳۹	۱	ریئست	ریاست
,,	۴	ایک کے سانحه	ایک سانحه کے
,,	۱۵	ـــهرکه	جهرکه
۴۶	۵	صدبقی	صدیقی
,,	۷	حاری	جاری
,,	۱۴	حکبم	حکیم
۴۷	۲۲	سرکار سرکار	سرکار
۴۸	۱۸	کیا	کیا، کیا۔
۴۹	۱۷	رحوع	رجوع
۵۰	۲	نسبت	نسبت
,,	۳	متداراه	متداوله
,,	۶	دالی	دانی
,,	۱۰	جوجهر	جهجهر
۵۱	۱	وحود	وجود
۵۲	۸	ایقن	ایقان
۵۳	۴	جرات	جرأت
,,	۶	حزئیات	جزئیات
۵۴	۲۱	فرماں زوے	فرماں روائے
۵۵	۳	دعاء	وعاء
۵۶	۲	یامن یسائل	یا من یسائل
,,	۶	بها	بها

صفحه	سطر	غلط	صحیح
٥٦	٦	الاعلی	الاّ علیٰ
,,	٨	بابن	بابن
٥٧	١٣	صفت	صفات
,,	١٩	اکم	محاکم
,,	٢٠	افلید	اقلید
٥٩	١٦	بفجوائے	بفحوائے
,,	٢٢	بیحار	بیخار
٦٠	٢	لکبر	الکبر
,,	٤	المکرمیں	المکرمین
,,	٢٥	الکافی	الکافی
٦١	٤	شیا	شیئاً
,,	٧	الصراء	الصراط
,,	١٣	ھذۃ	ھذہ
,,	١٩	امنا	آمناً
,,	٢٧	جنا	جناہ
٦٢	٧	لیلیٰ۔ا	لیلیٰ را
,,	١٠	طالع ام	طالعم
,,	,,	نفسیم	نفسم
,,	١٣	فروگرفت	فراگرفت
,,	٢١	لکتہ	نکتہ
٦٣	٤	چندالی	چندانی
,,	٧	عتبار	اعتبار
,,	١٩	مژگام	مژگانم
٦٤	٢	سوزام	سوزانم
,,	١٦	بحت	بخت
٦٤	٢٤	سو۔ت	سوخت
٦٥	٦	سر یزد	سرمی زد
٦٦	٩	پشیت	پشت
,,	١٣	ندارم	ندار یم
٦٧	٣	پہنجتی	پہنچتی

صفحه	سطر	غلط	صحیح
٦٩	١١	دیحور	دیجور
٧٠	٧	ثراۃ	ثراہ
,,	٨	شاگر	شاگرد
٧١	٣	آب	آپ
,,	٧	نطم	نظم
,,	٢٠	استہقت	استشفت
٧٣	٢	عدو د	عدو حد
,,	١٧	ے کینہ	بے کینہ
,,	٢١	نہں	نہیں
٧٥	١	حناب	جناب
,,	١١	مں	میں
,,	١٥	ھوے	ھوتے
,,	١٥	نہں	نہیں
٧٦	٢	غفراللہ	غفراللہ لہ
,,	٧	اسی فن جانا	اسی فن کو جانا
٧٧	١	تبان	بنیان
,,	٢	امس	اساس
,,	٥	حامع	جامع
,,	١٧	خدمت	خدمت میں
٧٨	٢٢	حوانب	جوانب
٧٩	٦	بنان	بنیان
,,	٧	باوجودیکہ	باوجودے کہ
,,	٩	مسائل حقد	مسائل حقہ
٧٩	٩	پہنجا	پہنچا
,,	١٨	چلا جانا	چلا جاتا
,,	١٩	جردہ	جریدہ
,,	,,	احر	اجر
,,	,,	مں	میں
٨٠	١	اختنام	اختتام
,,	٣	ا	کہ

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۸۰	۶	دهن	ذهن
"	۱۰	که بے اختیار	که هرشخص بے اختیار
"	۱۳	ممدوح نے	ممدوح کے
۸۲	۲۳	نا دیر	تا دیر
۸۳	۲	(۲)	(۱)
"	۵	حس	جس
"	۱۲	منارج	مندرج
۸۴	۱	زرین	رزین
"	۸	متبن	متین
"	۱۳	حو که	جو که
"	۱۹	خوص	خواص
"	۲۰	ک کچھ	کچھ
۸۶	۳	افتحار	افتخار
"	۱۶	باقی طرف	باقی کی طرف
۸۷	۱۵	امراء القیس	امراءلقیس
"	۲۷	پانو سر	پاوسر
۸۸	۱	ناگزیز	ناگزیر
"	۱۱	همو بها	هموسها
۹۰	۷	حبر	خبر
"	۹	ضا	ضار
۹۳	۳	انسحام	انسجام
"	۱۹	الربق	الریق
۹۴	۱	مخر	مخبر
"	۲	تاوا	تابوا
"	۱۳	حاجیها	حاجبیها
"	۱۷	ف عها	فرعها
"	۱۹	و بد	و ید
۹۶	۱۰	مسنکینا	مستکیناً
۱۰۱	۱	ک	که
"	۹	رمان	زمان

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۰۲	۵	حان بهادر	خان بهادر
۱۰۴	۳	تجویذ	تجوید
"	۷	حس	جس
"	۱۱/۱۰	حکم کا میله	حکم میله کا
"	۱۸	باے	بناے
"	۲۰	ببان	بیان
۱۰۵	۸	طرارسخن دری	طراز سخن وری
"	۱۷	هلال	جلال
"	۲۱	حگه	جگه
"	۲۲	کسی که عهده	کسے که ازعهده
۱۰۶	۵	مشتق	مشفق
"	۱۶	عین حیات	حین حیات
"	۲۰	شاهجهان	شاهجهان
"	۲۳	آتم	آثم
۱۰۷	۶	مبدا	مبدء
"	۸	دریغ	دریغ
۱۰۷	۱۱	غزایات	غزلیات
"	۱۴	غزذات	غزوات
"	۲۳	قدح	قدح
۱۰۸	۶	بنود	نبود
"	۷	آغار	آغاز
"	۱۳	تافت ازدر	تافته ازدر
"	۱۰	نها نخا نهای	نهان خانهای
"	"	کار	کاز
۱۱۲	۱۲	ار	از
۱۰۴	۶	بامنیاز	بامنیاز
"	۷	نمی خرے	نمی خری
"	۱۱	هنی دادرا	هستی و اورا
۱۱۵	۴	اگر پای	اگر آن پای

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۵	۹	ردانست	روانست
"	۱۳	ازازبس	ازبس
"	۱۴	سرودش	سردش
۱۱۶	۳	سفت	
"	۱۲	آرزم	آزرم
"	۲۰	باتی	باقی
۱۱۷	۱۴	بےوفا	بےوفا
"	۱۵	بالس	بالیں
"	۲۲	میر	میں
۱۱۸	۷	محمہ	محمد
"	۱۵	مس	میں
۱۱۹	۱۵	بےانتہالی	بے انتہائی
"	۱۹	وادئی	وادی
"	۲۲	تربیہ	قریبہ
۱۲۰	۸	نثرادان	نژادان
"	"	دردی	دروے
"	۹	خورق	خورنق
"	۱۰	شارسانیست	شادمانیست
"	۱۴	زنارپندان	زنّار بندان
"	"	ببیں	جبین
"	۱۵	سائے	سانی
"	۲۱	آشنا مانند	آشنامند
"	۲۲	نثرادان	نژادان
"	۲۳	زسختہ	ریختہ
۱۲۱	۲	نگارے	نگاری
"	"	گفتارے	گفتاری
"	"	گسترے	گستری
"	۳	دیدہ ورے	دیدہ وری
"	۱۰	تازی	تازے
"	"	فطرتی	فطرتے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۱	۱۰	طرازی	طرازے
"	۱۵	رادہ خدائے	را دہ خدائے
"	"	دیدہ نادل	دیدہ تا دل
"	۱۶	سمی	سمّی
"	۱۷	مولائے	مولائی
"	۱۸	بقاہٗ	بقائہ
"	"	لقاہٗ	لقائہ
۱۲۱	۲۳	یارہ	پارہ
"	۲۵	دوبست	دویست
۱۲۲	۱۵	عشق	عشّاق
"	۲۱	سری وشور ونشور	سرےو شورنشور
"	"	تیر	تیزش
۱۲۳	۳	بیاد	بباد
"	۲۰	نوانم	توانم
"	۲۴	خونتابہ	خونابہ
۱۲۴	۱	کاسہ	کاسہ
"	۲	ریزئے	ریزی
"	۷	بالش	بالشش
"	۸	نادمی	تا دمے
"	۱۱	کزاک	کزلک
"	۲۵	نیز	تیز
۱۲۵	۱۸	مس	میں
"	۲۰	آو	آؤ
۱۲۶	۱۲	رخش ن	رخشاں
"	۱۸	مریدہ	بریدہ
"	۲۵	اپنے مس	اپنے میں
۱۲۷	۱۵	ھس	ھیں
"	۱۸	ھد	ھر
"	۲۳	ے	نے

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۳۸	۸	آنحلص	تخلص
"	۱۷	ندقیق	تدقیق
۱۳۹	۱۱	تنگ‌ظرفی	تنگ ظرفی
"	۱۷	رناعی	رباعی
۱۴۰	۷	صدوق	صندوق
"	۹	گوبا	گویا
۱۴۱	۱۳	بلحظ	بلحاظ
۱۴۲	۳	گذرآن	گذران
"	۳	قفه	قبّه
"	"	کہان	کہاں
"	۶	جاکر	چاکر
"	۷	لفس	نفس
"	۱۸	دشمنْنش	دشمنانش
"	۳۴	رخود	برخود
"	۲۰	رگ	رنگ
"	۱۱	صبحم	صبحیم
۱۴۳	۱۹	صہبای	صہبائی
۱۴۴	۱۰	درنه	ورنه
"	۱۵	خوریافت	خور یافت
"	۱۷	زر	رز
"	۲۲	دیده‌عیر	دیدهٔ غیر
"	۲۳	معجمه	معجمه
۱۴۵	۱۵	آخرکا،	آخرکار
"	۱۷	آفقاب	آفتاب
"	۲۱	لاتقنطو	لاتقنطوا
۱۴۶	۳	بروالست	ابروست
"	۴	ان	آن
"	۱۳	آر	آذر
"	۱۹	خواهسته	خواسته
"	۲۲	اناوخت	اندوخت

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۳۶	۲۲	دلی اندر	دل اندر
۱۳۷	۵	دیدے	دیدی
"	۷	باده ؤ	باده و
"	۱۲	نو	تو
"	۱۷	دل به	دل نه
"	"	شکقد	شگفد
۱۴۸	۸	اهو	آهو
"	۹	زنگ	رنگ
۱۵۳	۲۰	ناتوانئے	ناتوانئیے
۱۵۵	۶	خاک په	خاک سے
۱۵۶	۱	دود جیم	دود جہیم
"	۲۳	مستحاب	مستجاب
۱۶۰	۷	تلاقی	تلافی
۱۶۱	۲۰	بلمدی	بلندی
۱۶۲	۱	دهن	ذهن
"	۲۰	زمں	زمیں
"	۲۴	مں	میں
۱۶۳	۲	طباثع	طبائع
"	"	نثره	نشره
۱۶۶	۱۳	رلط	ربط
۱۶۷	۲۰	نہں	نہیں
"	۲۱	مختصر	مختصر
۱۶۹	۱۱	کسی کی	کسی کے
۱۷۰	۴	یگاںهٔ	یگانهٔ
"	۷	پہونچا ہوگا	پہنچایا ہوگا
"	۱۷	کیو،نکه	کیونکه
"	۲۲	جزو زان	جزو زمان
۱۷۱	۱۲	دو ربان	دو زبان
"	۲۴	بے بدل	بے بدل
"	"	بے ظر	بے نظیر

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۲۷	۲۳	اب	آب
"	۲۷	سخن شعر	سخن شعرا
۱۲۸	۹	خال	خیال
"	۱۰	هرگا	هوگا
"	۱۹	گسماخ	گستاخ
۱۲۹	۱	نفس سی	نفس سے
"	۳	نهیں	میں
"	۷	اوسپر آے	اس پر نہ آئے
"	۱۳	عبارت آرائے	عبارت آرائی
"	۱۷	وکر	فکر
"	۲۰	دلیراں	دلبراں
"	"	خوش ودں	خوش قداں
"	۲۲	بکتائے	یکتاے
"	"	کیا چاهیے	کہا چاهیے
"	۲۵	سخن شعر	سخن شعرا
۱۳۰	۱۰	متخلص بآذ	متخلص بآذر
"	۱۱	۔اوز	بآذر
"	۱۲	پروتے	پڑوتے
"	۱۴	شاهجباں	شاهجہاں
۱۳۱	۱	ولوی	مولوی
"	"	متخلص به	متخلص به علوی
"	۷	لود	بود
"	۱۷	خراماں تہ	خراماں تر
"	"	او قلم	اور قلم
"	۱۸	سراب	سیراب
"	۲۲	مس	میں
"	۲۵	صحبت نہ مه	صحبت نامه
"	۲۶	سخن شعر	سخن شعرا
۱۳۲	۵	دل برداسته	دل برداشته
"	۶	نعتنات	مغتنمات

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۱۳۲	۱۱	غیر مترقیات	غیر مترقبات
"	۱۴	جان نازه	جان تازه
"	۲۰	بابی	باقی
۱۳۳	۲	اصغو	اصغوا
"	۵	بسیع	بسیغ
۱۳۴	۷	مدنحریت	مذتحریت
"	۹	مالامنیته	بالامنیه
"	"	بسدنته	بسدنه
"	۱۰	فی الیطحی	فی البطحا
"	۱۱	فی الظلما	فی الظلما
"	۱۳	محاربب	محاریب
"	۱۴	فی	ق
"	۱۵	کلبته وکریه	کلبته و کربته
"	۱۷	الاجهاد	الاجتهاد
"	۲۵	هنیاً	هنیئاً
۱۳۵	۵	تم اغوثاه	ثم واغوثاه
"	۶	عبد العین	عند العنین
"	۱۲	وبر الامتناں	و بر الامتنان
"	۱۶	زرس	رزین
"	"	باچلانجی	باچلانچی
۱۳۶	۴	آرآیشں	آرایش
"	۵	موزن	سوزن
"	۹	ره جامه درن	راه جامه وران
"	۱۲	ینوایان	بینوایان
"	۱۸	بہن	لبن
۱۳۶	۲۳	سوره	سوے
۱۳۷	۱	نکار	نگار
"	۸	سپنه	سپند
"	۹	آستبن	آستین
"	۱۰	بهار	بهار

تذکرۂ اہل دہلی

دیباچہ

(بہ قلم جناب قاضی احمدمیاں صاحب اختر جوناگڈھی)

سر سید مرحوم کی ابتدائی تصانیف میں آثار الصنادید ایک تاریخی اور اثری کتاب کی حیثیت سے نہایت اہم ہے، اور اردو کے تاریخی ادب میں کافی شہرت رکھتی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں مسٹر رابرٹس نے جو شاہجہاں‌آباد کے کلکٹر اور مجسٹریٹ تھے، اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا جو نامکمل رہ گیا، اور ۱۸۶۱ ع میں فرنچ مستشرق گارساں دتاسی نے اس کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کرکے شایع کیا۔ اسی ترجمہ کو دیکھ کر لندن کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے سر سید کو سوسائٹی مذکور کا آنریری فیلو مقرر کیا تھا۔ ۱۸۷۱ ع میں کلکتہ یونی‌ورسٹی نے اس کتاب کو دیوان غالب کے ساتھ اردو کے نصاب امتحانات میں داخل کیا تھا۔ (۱)

یہ کتاب سب سے پہلے ۱۸۴۶ ع میں شایع ہوئی اور سال ڈیڑھ سال میں اس کا پہلا اڈیشن ختم ہوگیا۔ اس کے بعد سر سید کو یہ خیال ہوا کہ جو کسریں پہلے اڈیشن میں رہ گئی ہیں ان کی درستی اور اصلاح کی جائے۔ چنانچہ انھوں نے کتاب پر نظرثانی کر کے اس کو

۱ — "کلکتہ یونی‌ورسٹی کی سنڈی کیٹ نے قطعی طور پر فیصلہ کیا ہے کہ وسطانیہ کے آخری امتحان کے بعد امیدوار کو اس کی قابلیت کی تصدیق کا صداقت نامہ دیا جائیگا۔ اس قسم کا پہلا امتحان یکم مارچ سنہ ۱۸۷۲ ع کو منعقد ہوگا۔ اردو میں سرسید احمد خاں کی آثار الصنادید اور دیوان غالب نصاب میں شامل ہیں"

(مقالات گارساں دتاسی ج ۲ ص ۱۰۴)

ازسرنو مرتب کیا۔ اس نئے اڈیشن میں اس کی عبارت میں بہ نسبت پہلے اڈیشن کے نہایت سادگی ہے اور اس کے لئے سر سید نے نقشے بھی ازسرنو کمال اہتمام سے نہایت عمدہ تیار کرائے تھے۔ مگر ابھی چھپنے نہ پائے تھے کہ غدر ہوگیا اور وہ سب نقشے تلف ہوگئے۔ اس کتاب کا چوتھا باب جس میں دلی کے مشاہیر کا حال لکھا گیا تھا وہ بھی اس اڈیشن میں نہیں ہیں۔ یہ ڈیشن سنہ ۱۸۵۴ع میں چھپ کر تیار ہوگیا تھا مگر تقریباً تمام نسخے غدر میں تلف ہوگئے۔ طبع اول کو سنہ ۱۸۷۶ع میں منشی نول کشور نے اپنے مطبع میں شایع کیا جو آج بھی دستیاب ہوتا ہے۔ پھر سرسید کی وفات کے بعد منشی رحمت اللہ رعد نے طبع اول و ثانی کو سامنے رکھ کر اس میں ترمیم کی اور ایک تیسرا اڈیشن شایع کیا جو سنہ ۱۹۰۴ع میں ان کے مطبع نامی میں طبع ہوا۔ مگر وہ پچھلے دونوں اڈیشنوں کے مطابق نہیں ہے بلکہ بعض امور میں ان سے مختلف ہے۔

آثار الصنادید کے پہلے اڈیشن کی زبان نثر اردو کا قدیم طرز لیے ہوئے ہے۔ اس کے متعلق مولانا حالی کا بیان ہے کہ یہ منشی امام بخش صہبائی سے لکھوایا گیا تھا۔ چنانچہ ذیل میں حیات جاوید سے ان کا بیان نقل کیا جاتا ہے :-

> '' آثار الصنادید کا سب سے پہلا اڈیشن جس کی عبارت میں بہت کچھ ساختگی اور تکلف پایا جاتا ہے وہ جیسا کہ سرسید خود اقرار کرتے تھے مولانا صہبائی کا لکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گو اس وقت طبع سلیم کے اقتضا سے خود سرسید کی طرز تحریر سیدھی سادی تھی مگر سوسائٹی کے اثر سے یقیناً سادی عبارت لکھنے کو وہ خود حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے جس کی وجہ سے انھوں نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ جن عمارتوں کی تحقیقات نہایت جانکاہ کوشش سے انجام کو پہنچائی ہے ان کا حال اپنی سیدھی سادی عبارت میں جو اس وقت خود ان کی نظر میں کم وزن معلوم ہوتی تھی تحریر کریں۔ مگر اس اڈیشن کے شایع ہونے کے بعد وہ بہت جلد اس غلطی سے متنبہ ہوئے اور اس کو دوبارہ اپنے سیدھے سادے نیچرل اسٹائل میں لکھ کر شایع کیا۔ جس کا فرانچ ترجمہ پیرس میں چھپا۔

(حیات جاوید حصہ دوم صفہ ۸۹-۸۸ - طبع علیگڑھ)

اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کی عبارت تمام تر مولانا صہبائی کی لکھی ہوئی ہے۔ اور کہ سرسید نے دوسرا اڈیشن خود اپنی سیدھی سادی زبان میں تحریر کیا۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن جس میں سے سر سید نے چوتھا باب حذف کردیا ہے، اس وقت دستیاب نہیں ہوتا ورنہ دونوں اڈیشنوں کی زبان کا فرق معلوم ہوجاتا۔ لیکن پہلے اڈیشن میں بہت سا حصہ ایسا بھی ہے جو سادہ نثر میں لکھا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پوری کتاب مولانا صہبائی کے قلم سے نہیں لکھی گئی، بلکہ سرسید کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی اور بعض مقامات میں مولانا صہبائی نے سادہ نثر کو مقفیٰ اور مسجع نثر میں لکھ دیا ہے۔ ہمارے اس خیال کی تائید مولانا شبلی کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انہوں نے اپنے مضمون ''سرسید مرحوم اور اردو لٹریچر،، میں لکھا ہے:-

,,سر سید نے مجھ سے خود بیان کیا کہ آثار الصنادید کے بعض بعض مقامات بالکل مولانا امام بخش صہبائی کے لکھے ہوئے ہیں جو انہوں نے میری طرف سے اور میرے نام سے لکھ دئے تھے،، (مقالات شبلی جلد دوم صفحہ ۵۸)

چونکہ پوری کتاب تاریخی مقامات اور قدیم عمارات پر ہے، اس لئے اس میں زیادہ عبارت آرائی ممکن نہیں تھی۔ البتہ اس کے چوتھے باب (تذکرہ دہلی و اہل دہلی) میں مولانا صہبائی کے قلم کی گلکاریاں نظر آتی ہیں، اور کوئی تعجب نہیں اگر اس میں اکثر جگہ بیدل اور ظہوری کا رنگ جھلکتا ہے کیوں کہ مولانائے مرحوم ان کے دلدادہ تھے اور اسی طرز میں لکھتے تھے، لیکن یہ امر یقینی ہے کہ اصل مضمون سرسید کا اپنا ہے۔ اس زمانے میں جب کوئی شخص علمی حیثیت سے کچھ لکھتا، تو اسی فارسی نما طرز میں لکھتا تھا، سرسید نے بھی آثارالصنادید میں تھوڑی بہت انشاپردازی سے کام لیا اور اسی طرز کو برتا۔ اور اس کے بعض حصے مولانا صہبائی نے لکھے اور ممکن ہے کہ اسی وجہ سے سرسید نے کتاب کا چوتھا باب دوسرے اڈیشن سے خارج کردیا ہو۔

باب چہارم ''دہلی اور اہل دہلی کے بیان میں،، ہے جس کو دوسرے اڈیشن میں شامل نہیں کیا گیا۔ لیکن چونکہ دہلی کے اہل کمال اور ماہرین فن کے حالات پر مشتمل ہے اس لحاظ سے نہایت قابل قدر ہے، خصوصاً اصل کتاب کی کمیابی کی وجہ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ

اسی خیال سے اس باب کو ''تذکرۂ اہل دہلی،، کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے۔ اس باب کے شروع میں چند صفحوں میں دہلی کی بعض عمارتوں اور وہاں کی آب و ہوا کا ذکر ہے اس کو قصداً چھوڑ دیا گیا ہے اور صرف اہل دہلی یعنی دہلی کے ان مشایخ ، علما فضلا ، حکما و اطبا اور ماہرین فن کا تذکرہ نقل کیا گیا ہے جو سرسید کے ہم‌عصر تھے ، اور اسی وجہ سے بجائے ''دہلی و اہل دہلی،، کے اس کا نام ''تذکرۂ اہل دہلی،، رکھا گیا ہے جو موضوع کے اعتبار سے بالکل موزوں اور مناسب ہے۔

اس تذکرے کی ایک خاص تاریخی اہمیت ہے جو اہل علم سے پوشیدہ نہیں ، وہ یہ کہ اس میں جن بزرگوں اور اہل ہنر کا تذکرہ ہے وہ آج کسی کتاب میں نہیں ملتا ، بلکہ سرسید کے بعد دہلی سے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں ہیں ان میں آثار الصنادید ہی سے اخذ و اقتباس کیا گیا ہے۔ چنان‌چہ تذکرۂ دہلی مولفہ سید احمد اور تاریخ دارالحکومت دہلی مولفہ مولوی بشیر الدین میں جن بزرگان دین مشائخ اور اہل ہنر کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ چوں کہ سرسید نے اپنے معاصرین کے چشم‌دید حالات لکھے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ تذکرہ بہت معتبر اور مستند ہے اور اصل ماخذ کا حکم رکھتا ہے۔

اس تذکرے میں جن مشائخ و علما ، خصوصاً حضرات نقشبندیہ کا حال لکھا گیا ہے اور جس حسن عقیدت کے ساتھ ان کے تذکرے قلمبند کئے گئے ہیں اس سے روحانیت کی طرف سرسید کا رجحان ، تصوف و معرفت سے ان کا دلی لگاؤ اور صاحب نسبت بزرگوں سے گہری عقیدتمندی کا پتہ چلتا ہے ، اور جو لوگ ان کو دہریہ اور نیچری سمجھتے ہیں ان کے خیالات کی تردید ہوجاتی ہے ، اور یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اتباع شریعت میں اصحاب طریقت کی پیروی کو ضروری اور لازمی سمجھتے تھے اور خالص اسلامی تصوف اور اصحاب معرفت کے معتقد و معترف بلکہ مرید تھے۔

آثارالصنادید کی طبع ثانی کی طرح اس کی طبع اول بھی آج ناپید ہے ، اور اس وقت صرف اس کی نقل مطبوعۂ نولکشور پریس دستیاب ہوتی ہے۔ چنان‌چہ اس تذکرے کا متن اسی سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں کتابت اور طباعت کی کئی غلطیاں پائی جاتی ہیں انکی تصحیح کی گئی ہے۔ اسماء و اعلام سے متعلق مزید معلومات کے لئے دوسری مستند کتابوں کے حوالے ذیلی حواشی میں دے گئے ہیں تاکہ تفصیلی حالات معلوم کرنے میں آسانی ہو۔ علاوہ ازیں عربی نثر کی عبارتوں

اور عربی فارسی اشعار جو غلط سلط چھپے ہوئے ہیں انکی تصحیح کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ اور بعض عربی عبارتوں اور اشعار کا ترجمہ بھی کردیا گیا ہے۔ اس باب میں اردو زبان کا بیان پہلے ایڈیشن میں بہت مختصر ہے۔ سرسید نے آثار الصنادید کی طبع ثانی میں سے جہاں چوتھے باب کو خارج کردیا ہے وہاں زبان اردو کا بیان کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے جو پہلے اڈیشن سے مختلف ہے۔ یہ بیان آثار کے تیسرے اڈیشن مرتبہ منشی رحمت اللہ رعد میں موجود ہے جس کو یہاں نقل کردیا گیا ہے۔ آخر میں ایک اشاریہ بھی لگادیا گیا ہے۔

یقین ہے کہ اس کی جداگانہ اشاعت سرسید کا ایک اہم علمی و تاریخی کارنامہ ہونے کے لحاظ سے مشائخ علما اور شعرا کے تذکروں میں ممتاز جگہ پائیگی اور پہلے سے زیادہ اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوجائیگا۔

اردو زبان کے بیان میں (۱)

۱ — ہندوؤں کے راج میں تو یہاں ہندی بھاشا بولنے، چالنے، سیکھنے پڑھنے میں آتی تھی سنہ ۵۸۷ ھ مطابق ۱۱۹۱ ع موافق ۱۲۴۸ سمت بکرماجیت کے، جب مسلمانوں کی

---

(۱) منقول از آثار الصنادید طبع رحمت اللہ رعد ۱۹۰۴ ع مطبوعہ مطبع نامی، صفحہ ۱۰۴ تا صفحہ ۱۰۸ - پہلے اڈیشن میں ,, زبان کا بیان ،، حسب ذیل ہے :—

زبان کا بیان | یہاں جواب زبان مروج ہے اور جس میں سب لوگ بولتے ہیں اس کا نام اردو ہے اور تحقیق اس کی یوں ہے کہ اردو فارسی لفظ ہے اور اس کے معنی بازار کے ہیں اور اردو سے مراد اردوئے شاہجہان ہے۔ اگر چہ دلی بہت قدیم شہر ہے اور ہندوؤں کے تمام راجہ پرجاؤں کا ہمیشہ سے دارالسلطنت رہا ہے لیکن سب اپنی اپنی بھاکا بولتے تھے، ایک کی دوسرے سے زبان نہیں ملتی تھی۔ جب کہ ہندستان میں مسلمانوں کی عملداری ہوئی اور مسلمان لوگ ان شہروں میں آئے اور بھی مشکل پڑی اور اس نئی زبان کے لوگوں کے آنے سے سودا سلف لینے دینے بیچنے بچانے میں دقت پڑنے لگی۔ اول اول تو مسلمانوں کی عمل داری میں اختلاف رہا کبھی کسی کی بادشاہت رہی اور کبھی کسی کی۔ کبھی غوری آئے اور کبھی لودھی اور کبھی پٹھان اور کبھی مغل۔ اس سبب سے زبان کا بدستور اختلاف چلا گیا اور کوئی شخص اس کی اصلاح کے پیچھے نہ پڑا۔ جب کہ اکبر بادشاہ ہوا ایک گونہ سلطنت کا قیام ہوا اور سب لوگ اپنے اپنے ٹھکانے بیٹھے اور علم کا بھی چرچا ہوا۔ لیکن اس زمانے میں فارسی زبان کی ایسی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰)

سلطنت نے یہاں قیام پکڑا تو بادشاہی دفتر فارسی ہو گیا مگر زبان رعایا کی وہی بھاشا رہی ۸۹۴ ہجری مطابق ۱۴۸۸ع تک بجز بادشاہ کے رعایا میں فارسی کا رواج نہیں ہوا۔ اس کے چند روز بعد سلطان سکندر لودھی کے عہد میں سب سے پہلے ہندوؤں میں سے کائستوں نے جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵)

قدر تھی کہ لوگ اور کسی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے تھے۔ جب کہ شہاب الدین شاہجہان بادشاہ ہوا اور اس نے انتظام سلطنت کا کیا اور سب ملکوں کے وکلا کے حاضر رہنے کا حکم دیا اور دلی شہر کو نئے سر سے آباد کیا اور قلعہ بنایا اور شاہجہان آباد اس کا نام رکھا۔ اس وقت اس شہر میں تمام ملکوں کے لوگوں کا مجمع ہوا۔ ہر ایک کی گفتار و رفتار جدا جدا تھی ہر ایک کا رنگ ڈھنگ نرالا تھا۔ جب آپس میں معاملہ کرتے لاچار ایک لفظ اپنی زبان کا دو لفظ اس کی زبان کے تین لفظ دوسرے کی زبان کے ملا کر بولتے اور سودا سلف لیتے۔ رفتہ رفتہ اس زبان نے ایسی ترکیب پائی کہ یہ خود ایک زبان ہو گئی اور جو کہ یہ زبان خاص بادشاہی بازاروں میں مروج تھی اس واسطے اس کو زبان اردو کہا کرتے تھے اور بادشاہی امیر امرا اسی کو بولا کرتے تھے۔ گویا کہ ہندستان کے مسلمانوں کی یہی زبان تھی۔ ہوتے ہوتے خود اس زبان کا اردو نام ہو گیا۔ اس وقت سے اس زبان نے ایک رونق حاصل کی اور دن بدن تراش خراش ہوتی گئی، یہاں تک کہ جس زمانے میں میر اور سودا نے آوازہ اپنی خوش زبانی کا بلند کیا اور یہ آویزہ ہر ایک کے کان میں پہنایا تھا اس وقت یہ زبان بہت درست ہو گئی تھی اور عجب رنگ ڈھنگ نکال لائی تھی۔ ان کے بعد کچھ کچھ اس زبان میں تغییر و تبدیل ہوئی، اور اب ایسی منجھ گئی ہے کہ قیامت تک اس سے بہتر ہونی ممکن نہیں۔ اور اس زبان کو شاہجہان آباد سے ایسی نسبت ہے جیسے فارسی کو شیراز سے، یعنے یہاں کے لوگوں کی زبان تمام اردو بولنے والوں کو پسند ہے۔ نہیں تو بقول میر امن کے اپنی دستار رفتار گفتار کو کوئی برا نہیں جانتا۔ اگر ایک گنوار سے پوچھے تو شہر والے کا نام رکھتا ہے اور اپنے تئیں سب سے بہتر سمجھتا ہے۔ خیر عاقلاں خود میدانند۔ اگرچہ اس زبان میں اکثر فارسی اور عربی اور سنسکرت کے الفاظ مستعمل ہیں اور بعضے بعضوں میں کچھ تغییر و تبدیلی کرلی ہے لیکن اس زمانہ میں اور شہر کے لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اردو زبان میں یا تو فارسی کے لغت بہت ملادیتے ہیں اور فارسی کی ترکیب پر لکھنے لگتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں اچھی نہیں ان سے اردو پن نہیں رہتا۔ اور ظاہر ہے کہ اس بات کے لیے کہ کس قدر فارسی کی ترکیب دی جائے اور کون کون سے لغت اور زبانوں کے نہ بولے جاویں، کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہوسکتا۔ یہ بات صرف اہل زبانوں کی صحبت پر منحصر ہے۔

ہمیشہ سے امورات ملکی اور ترتیب دفتر میں مہارت رکھتے تھے، فارسی لکھنا پڑھنا شروع کرلیا اور فارسی لکھنے پڑھنے کا ہندؤں میں بھی رواج ہو گیا -

۲ — اگرچہ بابر اور جہان گیر کے عہد تک ہندی بھاشا میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوئی تھی - مسلمان اپنی گفتگو فارسی زبان میں اور ہندو اپنی گفتگو بھاشا میں کیا کرتے تھے - پر جب بھی امیر خسرو نے خلجی بادشاہوں ہی کے زمانے سے یعنی حضرت مسیح سے تیرھویں صدی میں فارسی زبان میں بھاشا کے لفظ ملانے شروع کیے تھے اور کچھ پہیلیاں اور مکرنیاں اور نسبتیں ایسی زبان میں کہی تھیں جس میں اکثر الفاظ بھاشا کے تھے - غالب ہے کہ رفتہ رفتہ بھاشا میں جب ہی سے (فارسی کا) ملاپ شروع ہوا ہو - مگر ایسا نہ تھا جس کو جدا زبان کہا جائے جب کہ شاہ جہان بادشاہ نے سنہ ۱۰۵۸ ہجری مطابق سنہ ۱۶۴۸ ع کے شہر شاہ جہان آباد آباد کیا اور ہر ملک کے لوگوں کا مجمع ہوا اس زمانے میں فارسی زبان اور ہندی بھاشا بہت مل گئی اور بعضے فارسی لفظوں اور اکثر بھاشا کے لفظوں میں بہ سبب کثرت استعمال کے تغیر و تبدیل ہوگئی - غرض کہ لشکر بادشاہی اور اردوی معلیٰ میں ان دونوں زبانوں کی ترکیب سے نئی زبان پیدا ہوگئی (۱) اور اسی سبب سے زبان اردو نام ہوا - پھر کثرت استعمال سے لفظ "زبان" کا محذوف ہوکر اس زبان کو اردو کہنے لگے - رفتہ رفتہ اس زبان کی تہذیب اور آراستگی ہوتی گئی یہاں تک کہ تخمیناً سن ۱۱۰۰ ہجری مطابق سن ۱۶۸۸ ع کے، یعنی اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں شعر کہنا شروع ہوا - اگرچہ مشہور ہے کہ سب سے پہلے اس زبان میں ولی نے شعر کہا مگر خود ولی کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کسی نے اس زبان میں شعر کہا ہے کیوں کہ اس کے شعروں میں اور شاعروں کی زبان پر طنز نکلتی ہے - مگر اس زمانے کے شعر بہت پھیکے اور نہایت سست بندش کے تھے پھر دن بدن اس کو ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ میر اور سودا نے اس کو کمال پر پہنچادیا -

---

۱ — زبان اردو کی پیدائش اور تاریخ سے متعلق گذشتہ چند سال میں کافی تحقیقات ہوئی ہیں - سرسید کا یہ مختصر بیان موجودہ لسانی تحقیقات سے بہت بعید ہے - اس موضوع پر ملاحظہ ہو (۱) "اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ" - (۲) "اردوے قدیم" (۳) "پنجاب میں اردو" وغیرہ وغیرہ - کتابیں اور مختلف مقالات جو رسالۂ اردو میں چھپتے رہے ہیں -

۳ — میر کی زبان ایسی صاف اور شستہ ہے اور اس کے شعروں میں ایسے اچھے محاورات بے تکلف بندھے ہیں کہ آج تک سب اسکی تعریف کرتے ہیں۔ سودا کی زبان بھی اگرچہ بہت خوب ہے اور مضامین کی تیزی میر پر غالب ہے مگر میر کی زبان کو اس کی زبان نہیں پہنچتی۔

۴ — اردو نثر میں میر امن جس نے باغ و بہار لکھا سب پر فوق لے گیا۔ حقیقت میں نظم لکھنے میں جیسا کمال میر کو ہے، نثر لکھنے میں ویسا ہی کمال میر امن کو ہے۔

۵ — عربی زبان کا اردو میں ترجمہ سب سے پہلے مولوی عبدالقادر صاحب اور مولوی رفیع الدین صاحب نے کیا۔ مولوی عبدالقادر صاحب کا اردو ترجمہ کلام اللہ کا اردو لغات کے لئے ایک بڑی سند ہے اور مولوی رفیع الدین صاحب کا ترجمہ تراکیب نحوی کے لئے ایک بہت عمدہ دستاویز ہے۔

۶ — اردو زبان کے شعروں کا بھی طریقہ فارسی شعروں کے قاعدے پر یوں ہی آن پڑا ہے کہ گویا جواں مرد خوب صورت لڑکے کی تعریف میں شعر کہتا ہے۔

۷ — ہندی بھاشا میں دستور تھا کہ عورت کی زبان سے مرد کی نسبت شوقیہ شعر ہوتے تھے بعض بعض دفعہ اردو زبان میں اسی طرح ریختی شعر کہا جاتا ہے اور اس کو ریختی بولتے ہیں۔ غالب ہے کہ تخمیناً سنہ ۱۲۰۰ ہجری مطابق سنہ ۱۸۰۵ع کے انشاء اللہ خاں نے اس کو رواج دیا۔

۸ — فارسی شعروں کی جو بحریں اور اقسام ہیں وہ سب اردو شعروں میں مروج ہیں الا مکری اور پہیلی کہنے کا وزن بھی اور ہے۔ زبان بھی ایسی ہے جس میں اکثر بھاشا ملی ہوئی ہو۔

۹ — سخنیں جو مشہور ہیں فقرے ہوتے ہیں کہ ان میں دو یا دو سے زائد چیزوں جس میں کچھ بہ اعتبار ظاہر کے مناسبت نہیں معلوم ہوتی ہے بیان کی جاتی ہیں اور مخاطب سے پوچھا جاتا ہے کہ ایسی ایک بات جامع بیان کرے جو سب میں پائی جائے۔

۱۰ — پہیلی میں کسی چیز کے اوصاف اور خصائص اور بے بیان کئے جاتے ہیں اور مخاطب سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ چیز کیا ہے؟ بڑی خوبی پہیلی کی یہ ہے کہ اس میں اس چیز کا نام بھی آجائے جس کے اوصاف اور خصائص بیان کئے گئے ہیں پھر بھی مخاطب نہ سمجھے۔

۱۱ — مکری میں عورت کی زبان سے ذومعنی بات بیان کی جاتی ہے کہ جن میں ایک سے معشوق مراد ہوتا ہے اور دوسری سے اور کچھ ۔ قائل اس کا جب چاہے معشوق کی بات سے مکر جائے۔

پہیلیاں

بالا تھا تو سب کو بھایا — بڑا ہوا کچھ کام نہ آیا
میں لے دیا اس کا ناوں — بوجھے تو بوجھ نہیں چھوڑدے گاوں — دیا یعنی چراغ

———

فارسی بولی آئی نا — ترکی بولی پائی نا
ہندی کہتے عارسی آوے — منہ دیکھے جو اسے بتاوے — آئینہ

مکری

آپ ہلے اور مو کو ہلاوے — وا کا ہلنا مو کو بھاوے
ہل ہلا کے بھیا نسنکھا — اے سکھی ساجن نا سکھی — پنکھا

نسبتیں

گوشت کیوں نہ کھایا — ڈوم کیوں نہ گایا ——— گلا نہ تھا
انار کھایا کیوں نہیں — وزیر رکھا کیوں نہیں ——— دانا نہ تھا
سموسہ کیوں نہ کھایا — جوتہ کیوں نہ پہنا ——— تلا نہ تھا

ریختی

اچھا جو خفا ہم سے ہو تم اے صنم اچھا — لو میں بھی نہ بولوں گی خدا کی قسم اچھا

شعر اردو

عشق کرتے ہیں اس پری رو سے — میر صاحب بھی کیا دوانے ہیں
میر ان نیم باز آنکھوں میں — ساری مستی شراب کی سی ہے
ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے — اس کی زلفوں میں سب اسیر ہوئے

شاہجہاں آباد کے لوگوں کا بیان

اگرچہ لوگ یہ خیال کریں کہ میں نے اس شہر کے لوگوں کا حال لکھا ہے وہ بہ نظر حب‌الوطن ہوگا لیکن جن لوگوں کے مزاج میں انصاف ہوگا وہ میری اس ساری کتاب کو دیکھ کر جان‌لیں گے کہ میں نے جو حال لکھا ہے وہ افراط اور تفریط سے خالی ہے۔ حقیقت میں یہاں کے لوگ ایسے ہیں کہ شاید اور کسی اقلیم کے نہ ہوں گے۔ ہر ایک شخص ہزار ہزار خوبی کا مجموعہ اور لاکھ لاکھ ہنروں کا گلدستہ ہے۔ ہر ایک کو علم و ہنر سے شوق اور دن رات لکھنے پڑھنے ہی سے ذوق ہے۔ ہر ایک کی جبلت میں اخلاق ایسا سمایا ہے کہ اگر ایک ایک بات ان کی لکھی جائے تو ہزار ہزار اخلاق کی کتاب بن جاوے۔ اس پر حلم ویسا ہی ہے مروت ویسی ہی ہے۔ دوست پرستی کا کچھ بیان نہیں بغض اور حسد کا نشان نہیں۔

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن　　　آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

ہزارہا آدمی ہونگے جنھوں نے تمام مکروہات ترک کرکر اور خواہش نفسانی کو چھوڑ کر طریقہ سنت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا۔ پس پھر خیال کرو کہ جو خوبی طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے وہی خوبی یہاں کے آدمیوں میں ہے۔

مردم او جملہ فرشتہ سرشت　　　خوش دل و خوش خوے چو اهل بہشت
هر همه نزدیک دل و گرم خون　　　رفتہ چو جاں در تن مردم درون
هر سر مو برتن ایشاں هنر　　　و آمده در موئی شگافی بسر
هر چہ بہ صنعت بہ همه عالم است　　　هست در ایشاں و زیادت هم است
و ز قلمی هر چہ بر آرد علم　　　و آں چہ نہ گنجد بہ زبان قلم
بیشتر از علم و ادب بهره مند　　　ز اهل سخن خود کہ شمارد کہ چند

اگرچہ بعض بعض جوان آزاد مزاج آوارہ طبع بھی ہیں اور بقول سعدی علیہ‌الرحمۃ کے۔

"در ایام جوانی چناں کہ افتد دانی"

آوارہ مزاج اور لہو ولعب میں بھی مصروف ہیں اور بجز عشق بازی اور واهیات کے اور کچھ کام نہیں رکھتے، لیکن اس پر بھی سب باتیں ایک حیا کے ساتھ ہیں اور ٹٹی کے اوجھل شکار کھیلتے

هیں - این هم غنیمت است کہ کچھ تو حیا ہے - اور هزاروں جوان سادہرو نیک خو ایسے هیں کہ کہ باوصف جوانی اور عالم شباب کے مطلق واهیات کی طرف متوجہ نہیں۔ اور وہ طریقہ سلامت‌روی اور نیک طینتی اختیار کیا ہے کہ دیکھنے سے تعلق ہے - غزل (۱)

اے دهلی و اے بتان سادہ	پگ بستہ و ریشہ کج نہادہ
خون خوردن شان بہ آشکار است	گرچہ بنہان خوردنند بسادہ
فرمان نہ برند زان کہ هستند	از غایت ناز خود سرادہ
نزدیک دل آن چنان کہ جان را	برداشتہ گوشہ نہادہ
جائے کہ برہ کنندہ گل گشت	در کوچہ دمند گل پیادہ
آسیب صبا رسید بردوش	دستارچہ برز میں فتادہ
شان در رہ عاشقان بہ دنبال	خون نابہ زدیدگان کشادہ
ایشان همہ باد حسن در سر	وینہا همہ دل بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلمان	زین کج کلہان شوخ و سادہ
کردند مرا خراب و سرمست	هندو بچگان تاک زادہ
سر بستۂ شان بموے مرغول	خسرو چو سگیست در قلادہ

اب میں بزرگان معاصرین علیہ‌الرحمۃ ، کا جن کی فیض خدمت سے میں مشرف هواهوں یا اس زمانے میں ان کے وجود باجود سے عالم کو رونق تھی ، حال لکھتا هوں -

ذکر کبار مشائخین رضی اللہ عنهم اجمعین

جناب حضرت شیخ الشیوخ مولانا شاہ غلام علی قدس سرہٗ | میرا کیا مقدور ہے کہ آپ کے کمالات ظاهری اور مقامات باطنی کا حال لکھ سکوں کیوں کہ حالات آپ کے اس سے سوا

(۱) یہ غزل حضرت خواجہ امیر خسرو (رح) کی ہے اور ان کے دیوان میں موجود ہے -

(۲) شاہ صاحب کے مفصل حالات انهی کے مرید اور خلیفہ حضرت شاہ عبدالغنی نے ضمیمۂ مقامات مظهری میں لکھے هیں - یہ رسالہ خود شاہ صاحب کی تصنیف مقامات مظهری کے آخر میں ضمیمہ کے طور پر چھپا ہے - مقامات مظهری میں انهوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت مرزا مظهرجان جاناں (رح) کے حالات ملفوظات اور معمولات لکھے هیں - یہ کتاب مطبع مجتبائی دهلی میں سنہ ۱۳۰۹ ھ میں چھپی ہے —اختر

ہیں جو بیان ہوسکیں اور مقامات اس سے بہت ہیں جو لکھنے میں آویں۔ سبحان اللہ علم اور عمل اور فضل و کمال اور تجرید اور تجرد اور حلم و کرم اور سخاوت اتم اور ایثار و انکسار آپ کی ذات پر ختم تھے۔ جو کچھ آیا اور جس قدر ہوا سب نام اللہ صرف کیا اور کبھی کل کا غم نہ کیا۔ دن رات اللہ اور اللہ کے رسول کے ذکر میں بسر کی اور دنیا و مافیہا کی خبر نہ رکھی۔ میں آپ کے کس کس کمال کا ذکر کروں، علم ایسا تھا کہ کاہے کو ہوتا ہے۔ زہد اور مجاہدہ ایسا کہ بیان اس کا نہیں ہوسکتا۔ تقوی اور ورع اس درجہ پر کہ سوا اس سے ممکن نہیں اور پھر اس پر عجز ویسا ہی، انکسار ویسا ہی۔ اتباع سنت اس درجہ پر کہ اچھے اچھے لوگ وہاں قدم نہ رکھ سکیں۔ آپ کی صحبت سے اس قدر فیض حاصل ہوتا کہ بیٹھ کر اٹھنے کو جی نہ چاہتا۔ وطن اصلی آپ کا موضع دتالہ (۱) ہے جو پنجاب کے ملک میں انبرسر کے پاس واقع ہے اور آپ سادات علوی سے ہیں۔ والد ماجد آپ کے بھی بڑے زاہد اور عابد تھے، اور جنگلوں میں جا کر ذکر خیر کیا کرتے تھے اور مہینوں بناس پتی پر قناعت فرماتے تھے۔ آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ایک دفعہ آپ کے والد ماجد نے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تمہارے ہاں عنقریب لڑکا پیدا ہونے والا ہے، اس کو میرے ہم نام کرنا۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ نے کسی بزرگ کو دیکھا کہ انہوں نے عبدالقادر آپ کا نام رکھا۔ اور آپ کے عم بزرگوار نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اشارت سراپا بشارت سے عبداللہ آپ کا نام رکھا اور اسی سبب سے آپ کا اصلی نام عبداللہ اور عرف غلام علی تھا۔ سنہ ۱۱۵۶ ہجری (۱) میں آپ نے اس عالم میں قدوم فیض توام رکھا، اور اپنے جمال جہاں آرا سے عالم کو منور کیا۔ بعضے شعرا نے آپ کی ولادت باسعادت کی تاریخیں بھی منظوم کی ان میں سے ایک یہ بھی ہے —

چونجم چرخ ہدیٰ حضرت غلام علی — شدہ ظہور فگن در جہاں، جہاں بشگفت
سن ولاد شریفش چو جست رافت دل — بہ سپہر ہدایت شدہ طلوع بگفت (۲)

---

(۱) ضمیمۂ مقامات مظہری میں "قصبۂ بٹیالہ ضلع پنجاب" لکھا ہے —

(۲) ضمیمۂ مقامات مظہری میں پنجاہ و ہشت یعنی سنہ ۱۱۵۸ لکھا ہے — سنہ ۱۱۵۶ ہجری صحیح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ تاریخ ولادت کے مصرعۂ چہارم سے ظاہر ہوتا ہے، لیکن شاہ عبدالغنی (رح) نے ان کی ولادت کا ایک مادۂ تاریخ "مظہر جود" لکھا ہے جس کے عدد ۱۱۵۸ ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب کو چوں کہ صاحب تذکرہ سے نسبت تھی اس لیے بہت ممکن ہے کہ ان کی دی ہوئی تاریخ زیادہ صحیح ہو — اختر

غرض کہ آپ نے سولہ برس کی عمر تک تو اسی نواحی میں بسر کی۔ سنہ ۱۱۷۴ ھجری میں آپ کے والد ماجد نے اس ارادہ سے دھلی میں بلوایا کہ اپنے پیر شاہ ناصرالدین قادری (۳) سے جن کا مزار نئی عیدگاہ کے پیچھے ھے بیعت کرادی جائے۔ آپ کے پہنچنے سے پہلے شاہ ناصرالدین صاحب نے انتقال کیا، اور جو کہ اللہ تعالے کو اور ھی کچھ پردۂ غیب سے ظاھر کرنا تھا، یہ بات نقاب خفا و حیز التوا میں رھی۔ تب آپ کے والد ماجد نے اجازت و اختیار دیا کہ جس سے چاھو بیعت کرو۔ سنہ ۱۱۷۸ ھجری (۱) میں بائیس برس کی عمر میں آپ نے جناب مرزا جان جاناں مظہر (۲) علیہ الرحمتہ سے بیعت کی اور یہ شعر پڑھا۔

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم — سر زمینے بود منظور آسمانے یافتم

بعد بیعت کے سالہا سال آپ نے پیر مرشد اپنے کی خدمت میں اوقات بسر کی اور وہ زھد و مجاھدہ اور ریاضت کی کہ بیان نہیں ھوسکتا۔ دن بدن عروج کمال اور مشاھدۂ جمال شاھد بے زوال اور مکاشفہ اور ترقیات فائقہ ھوئی، یہاں تک کہ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور صاحب ارشاد ھوئے اور تلقین و ارشاد سلسلہ روبروے اپنے پیر و مرشد کے جاری فرمایا۔ اگرچہ آپ نے بیعت سلسلۂ قادریہ میں کی تھی لیکن ذکر واذکار و شغل و اشغال طریقہ علیۂ نقشبندیہ مجددیہ میں جاری کیا اور ھر طریقہ کی اجازت حاصل کی۔ اور اپنے پیر و مرشد کے انتقال کے بعد سجادہ نشین ھوئے اور حقیقت میں میرے اعتقاد بموجب اپنے پیر پر بھی فوق لے گئے۔ سبحان اللہ کیا آزادی تھی کہ مطلق دنیا کا لگاؤ نہ تھا۔ اللہ اللہ کیا اطاعت سنت تھی کہ سرمو بھی فرق نہ تھا۔ توکل تو اس درجہ پر تھا کہ کبھی کسی طرح کا خیال دل میں نہ آتا۔ امرا اور بادشاہ آرزو رکھتے تھے کہ ھم خانقاہ کے فقرا کے لیے کچھ وظیفہ مقرر کریں، ھرگز آپ منظور نہ فرماتے۔ ایک دفعہ نواب امیرالدولہ امیر محمدخاں والی ٹونک نے بہت التجا سے

---

(۱) ضمیمۂ مقامات مظہری (ص ۲) میں سنہ ۱۱۸۰ ھ لکھا ھے۔

(۲) ان کے حالات و ملفوظات میں انہی شاہ غلام علی صاحب نے ایک کتاب ''لطائف خمسہ،، معروف بہ ''مقامات مظہری،، تصنیف فرمائی ھے جو سنہ ۱۳۰۹ ھ میں مطبع مجتبائی دھلی میں چھپ چکی ھے۔ حضرت مظہرجان‌جاناں کے خود نوشت حالات آزادبلگرامی نے خود ان سے حاصل کیے تھے جن کو لچھمی نرائن شفیق نے تذکرۂ چمنستان شعرا (ص ۲۴۷–۲۴۸) میں ان کے تذکرہ میں شامل کردیا ھے۔

درخواست تقرر وظیفہ کی اس کے جواب میں آپ نے صرف یہ شعر لکھ بھیجا —

ماآبروئے فقر و قناعت نمی بریم بامیرخاں بگوے کہ روزی مقرر است

آپ کی ذات فیض آیات سے تمام جہان میں فیض پھیلا اور ملکوں ملکوں کے لوگوں نے ان کے بیعت اختیار کی ۔ میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم اور شام اور بغداد اور مصر اور چین اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی اور خدمات خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھے ۔ اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندستان اور پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح امنڈتے تھے سچ ہے —

چو کعبہ قبلۂ حاجت شد از دیار بعید روند خلق بدیدارش از بسی فرسنگ

حضرت کی خانقاہ میں پانچ سو فقیر سے کم نہیں رہتا تھا ۔ اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا ۔ اور با وجود ے کہ کہیں سے ایک حبہ مقرر نہ تھا اللہ تعالیٰ غیب الغیب سے سب کام چلاتا تھا ۔ اس پر فیاضی اور سخاوت اس قدر تھی کہ کبھی سائل کو محروم نہیں پھیرا ، جو اس نے مانگا وہی دیا ۔ جو چیز عمدہ اور تحفہ آپ کے پاس آتی اس کو بیچ کر فقرا پر صرف کرتے اور جیسا گزی گاڑھا موٹا تمام فقیروں کو میسر ہوتا ویسا ہی آپ بھی پہنتے ، اور جو کھانا سب کو میسر ہوتا وہی آپ کھاتے ۔ بھلا غور کرو کہ بشر کی طاقت ہے کہ ایسی بات کرسکے کہ اگر کوئی عرض کرتا کہ حضرت آپ اپنے لیے تو یہ کپڑا لے لیجئے اور یہ آرام کی چیز بنالیجئے تو آپ یہ قطعہ پڑھا کرتے ۔ قطعہ

خاک نشینی است سلیمانیم ننگ بود افسر سلطانیم
هست بسے سال کہ می پوشمش کہنہ نہ شد جامۂ عریانیم

اور اگر کبھی کچھ اسباب اور سامان دنیا کا ذکر آتا تو ارشاد فرماتے :—

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں ہرچہ ما داریم زاں ہم اکثری درکار نیست

آپ کی اوقات شریف نہایت منضبط تھی ۔ کلام اللہ آپ کو حفظ تھا اور تحقیق قرأت بھی بہت خوب تھی ۔ نماز صبح اول وقت ادا فرما کر دس سپارہ کلام اللہ کے ختم فرماتے اور بعد اس کے حلقۂ مریدین جمع ہوتا اور تا نماز اشراق سلسلہ توجہ اور استغراق جاری رہتا ۔ بعد ادا کرنے نماز اشراق کے تدریس حدیث اور تفسیر کی شروع ہوتی ۔ جو لوگ اس جلسہ کے بیٹھنے والے ہیں

ان سے پوچھا چاہیے کہ اس میں کیا کیفیت ہوتی تھی اور پڑھنے پڑھانے سننے سنانے والوں کا کیا حال ہوتا تھا ۔ جہاں نام رسول خدا آتا آپ بیتاب ہوجاتے ، اور اس بے تابی میں حضرین پر عجوب کیفیت طاری ہوتی تھی ۔ سبحان اللہ کیا شیخ تھے باقی باللہ اور عاشق رسول اللہ ۔ علم حدیث اور تفسیر نہایت مستحضر تھا ۔ اگر باعتبار علوم نقلی خاتم المحدثین والمفسرین تعبیر کیاوے تو بھی زیبا ہے ۔ اور اگر بہ اعتبار علوم عقلی سرآمد فلسفیان متقدمین اور متاخرین لکھا جاوے تو بھی بجا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا مجمع علوم پیدا کیا تھا کہ ہر ایک علم ظاہری اور باطنی میں درجہ کمال بہ انتہائے کمال حاصل تھا ۔ بعد اس درس تدریس کے آپ کچھ تھوڑا سا کھانا کہ عبادت معبود کو کافی ہو ، تناول فرما کر بہ اتباع سنت نبوی قیلولۂ استراحت میں آرام کرتے ۔ تھوڑی دیر بعد اول وقت نماز ظہر ادا فرما کر پھر درس و تدریس حدیث و تفسیر و فقہ اور کتب تصوف میں مشغول ہوتے ، اور نماز عصر تا نماز مغرب حلقۂ مریدین جمع ہوتا ، اور ہر ایک آپ کی توجہ سے علومدارج حاصل کرتا ۔ ہمیشہ تمام رات آپ شب بیداری فرماتے تھے شاید کہ گھڑی دو گھڑی بمقتضائے بشریت غفلت آجاتی ہو سو وہ بھی جا نماز پر ۔ برسوں آپ نے چارپائی پر استراحت نہیں فرمائی ۔ اگر نیند کا بہت غلبہ ہوا یونہی اللہ اللہ کرتے پڑ رہے ۔ آپ کی خانقاہ میں عجب عالم ہوتا تھا ۔ بوریا کا فرش رہتا تھا اور اسی کے سرے پر ایک مصلیٰ کبھی بوریا کا اور کبھی اور کسی چیز کا پڑا رہتا تھا اور وہیں ایک تکیہ چمڑے کا رکھا رہتا ۔ آپ دن رات اسی مصلے پر بیٹھے رہتے اور عبادت معبود کیا کرتے ، اور سب طالبین گرداگرد آپ کے حلقہ باندھے بیٹھے رہتے ۔ اور ہر ایک کو جدا جدا فیض حاصل ہوتا ۔ اگر کبھی کچھ فرش فروش کا ذکر آتا تو آپ ارشاد فرماتے کہ :

لنگکے زیر و لنگکے بالا ۔۔۔ نہ غم دزدو نے غم کالا
گزکی بوریا و پوستکی ۔۔۔ دلکی پر ز درد دوستکی
ایں قدر بس بود جمالی را ۔۔۔ عاشق رند لا ابالی را (۱)

حق یہ ہے کہ ایسا برشتہ جان شیخ دیکھنے میں نہیں آیا ۔ اور میں تو اس بات پر عاشق ہوں کہ باوجود اتنی آزادی اور خود رفتگی کے سر مو احکام شریعت سے تجاوز نہ تھا اور جو کام تھا وہ باتباع سنت تھا ۔ لقمۂ مشتبہ سے نہایت پرہیز کرتے اور مال مشتبہ ہرگز نہ لیتے

(۱) یہ اشعار مولانا جمالی دہلوی کے ہیں

جو شخص خلاف شرع اور سنت هوتا اس سے نہایت خفا هوتے اور اپنے پاس اس کا آنا گوارا نہ کرتے اور فرماتے — قطعه

یا مرو با یار ازرق پیرهن یا به کش بر خانمان انگشت نیل

یا مکن با پیل‌بانان دوستی یا بنا کن خانۂ در خورد پیل (۱)

میرے تمام خاندان کو اور خصوصاً جناب والد ماجد کو آپ سے نہایت اعتقاد تھا ، اور میرے جناب والد ماجد اور میرے بڑے بھائی جناب احتشام الدوله سید محمد خان بہادر مرحوم کو آپ هی سے بیعت تھی - اور آپ کی میرے خاندان پر اس قدر شفقت اور محبت تھی کہ میرے والد ماجد کو اپنے فرزند سے کم نہیں سمجھتے تھے - میرے والد ماجد بھی آپ کی صحبت کی برکت سے آزادہ مزاج اور وارستہ طبع تھے ، کبھی کبھی بموجب اس مصرع کے :

ع کرم هاے تو مارا کرد گستخ

کوئی بات گستاخانہ عرض کرتے یا کوئی حرکت آپ کے خلاف مرضی سرزد هوتی تو آپ بار ها ارشاد فرماتے کہ اگرچہ میں نے اپنے تئیں غم زن و فرزند سے دور رکھا تھا لیکن اللہ‌تعالیٰ کی مرضی نہ هوئی کہ اس شخص کی محبت اپنے فرزندوں سے سوادے دی - جو چاهو سو کہو اور جو چاهو کرو - میں هر روز آپ کی خدمت میں حاضر هوتا تھا اور آپ اپنی شفقت اور محبت سے مجھ کو اپنے پاس مصلے پر بٹھا لیتے اور نہایت شفقت فرماتے - لڑکپن میں کچھ تمیز تو هوتی نہیں خصوصاً صغر سن میں جو چاها سو کیا ، جو چاهتا سو کرتا ، اور حرکات بے تمیزانہ مجھ سے سرزد هوتیں اور آپ اُن سب کو گوارا فرماتے - میں نے اپنے دادا کو تو نہیں دیکھا آپ هی کو دادا حضرت کہا کرتا تھا - آپ کے کمالات اور خرق عادات اُس سے زائد کہ بیان میں آویں ، اس واسطے اس مختصر میں اُس کی گنجائش نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ایسے شخص کی کرامت کا بیان کرنا اس کے رتبہ سے کم ہے ، کیوں کہ فقیری کا رتبہ اس سے آگے ہے - غرض کہ سالہا سال تک آپ کی ذات فیض آیات سے یہ عالم منور رها - اور جو کہ هر ایک کو اس دارالفنا سے دارالبقا کو چلنا ہے ، آپ نے بھی هفتہ کے دن صفر کی بیسویں سنہ ۱۲۴۰ هجری میں اس جہان سے انتقال کیا ، اور آپ کی خانقاہ میں آپ کے پیر کے پہلو میں دفن کیا - انا للہ وانا الیہ راجعون - نوّراللہ مضجعہ - آپ کے انتقال کی تاریخ ہے - آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ جس طرح

(۱) یہ قطعہ شیخ سعدی کا گلستان میں درج ہے

خواجۂ بزرگ نقشبند(۱) علیہ الرحمہ کے جنازہ پر یہ شعر پڑھے گئے تھے اسی طرح میرے جنازے پر بھی پڑھے جاویں اور وہ شعر یہ ہیں :

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شئی للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما آفریں بردست و بر بازوئے (۲) تو

اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ دو شعر عربی اور فارسی بھی میرے جنازہ پر بہ الحان خوش پڑھنا ۔ شعر عربی

وفدت الی الکریم بغیر زاد من الحسنات والقلب السلیم
فان الزاد اقبح من قبیح (۳) اذا کان الوفود الی (۴) الکریم

اشعار فارسی

بر سر خاک من بیا نغمہ ز عشق بر سرا کز جذبات عشق تو نعرہ ز خاک برزنم
بعد ھزار سال اگر بر لحدم گذر کنی مشک شود غبار من روح شود ھمہ تنم

جس وقت یہ اشعار پڑھے جاتے ھزارھا آدمی حاضر تھے اور سب لوگ یہ ھائے ھائے روتے تھے اور عجب لطف اور فیض اور کیفیت تھی ۔ آپ کے ملفوظات بھی بہت خوب خوب ھیں ، ان میں سے ایک یہ بھی ھے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فقیری میں چار چیزیں چاھئیں دو ٹوٹے دو ثابت ۔ ھاتھ پاؤں تو ٹوٹے اور دین و یقین ثابت ۔

جناب حضرت مولانا شاہ ابو سعید نوراللہ مضجعہ آپ شاہ غلام علی صاحب کے خلیفۂ اعظم ھیں اور آپ کے انتقال کے بعد آپ ھی سجادہ نشین ھوئے تھے ، لیکن اس بات کو بھی خیال کرلو کہ آپ حضرت مجدد کی اولاد میں ھیں جو حضرت شاہ صاحب کے پیران پیر تھے اور واقع میں حضرت شاہ صاحب بھی آپ کو ویسا ھی سمجھتے تھے اور نہایت

(۱) خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رح سے مراد ھے جن کی وفات سنہ ۷۹۱ ھ میں ھوئی اور مزار مبارک بخارا میں ھے (رشحات)

(۲) " پہلوئے " (ضمیمہ مقامات مظہری ص ۱۶)

(۳) ضمیمۂ مقامات مظہری (ص ۱۶) میں یہ مصرعہ اس طرح منقول ھے : فحمل الزاد اقبح کل شئی

(۴) علیٰ (ضمیمہ) ص ۱۶ (۵) ان کے حالات ان کے فرزند شاہ عبدالغنی صاحب مجددی نے ضمیمۂ مقامات مظہری میں تفصیل سے لکھے ھیں ۔ ملاحظہ ھو از صفحہ ۱۷ تا ۲۴

تعظیم و تکریم فرماتے تھے - نسب آپ کا حضرت مجدد تک اس طرح پہونچتا ہے کہ شاہ ابو سعید بیٹے حضرت صفی اللہ کے، اور حضرت صفی اللہ بیٹے حضرت عزیزالقدر کے، اور حضرت عزیزالقدر بیٹے حضرت محمد عیسیٰ کے، اور حضرت محمد عیسیٰ بیٹے حضرت سیف الدین کے، اور حضرت سیف الدین بیٹے حضرت خواجہ محمد معصوم کے، اور حضرت خواجہ محمد معصوم بیٹے حضرت مجدد الف ثانی کے - رحمۃ اللہ علیہم اجمعین - اور حضرت مجدد شیخ فاروقی ہیں یہ شرافت اور علو مرتبہ تو از روے نسب کے تھا، اور علاوہ اس کے صفات ذاتی اور کمالات ظاہری اور باطنی ایسے تھے کہ جن کا کچھ حد و حساب نہیں - حافظ کلام اللہ اور عاشق رسول اللہ - اور علوم دینی آپ کو بہت مستحضر تھے اور دن رات انھیں کے درس میں گذرتے تھے علم قرأت میں یکتائے روزگار تھے - کلام اللہ ایسی خوش آواز اور کمال قرأت سے پڑھتے کہ لوگ دور دور سے سننے آتے - پہلے پہل تو آپ نے مولانا شاہ درگاہی (۱) صاحب علیہ الرحمۃ سے کہ بڑے اولیائے وقت سے تھے، سلسلۂ قادریہ میں بیعت کی تھی اور نسبت باطن بخوبی حاصل کر کے پیری مریدی کی اجازت لی تھی، لیکن اپنے خاندان کی نسبت نے زور کیا اور اسی طریقۂ نقشبندیہ کی طرف کھینچا کہ آپ نے دوبارہ حضرت شاہ غلام علی صاحب سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی، اور از سر نو تمام مقامات کو حاصل کیا - آپ کی شکل و شمائل بہت نورانی تھی بے اختیار آپ کی صحبت میں حاضر رہنے کو دل چاہتا - اور جب تک بیٹھتے وسوسہ شیطانی ایک نہ آتا - اوقات آپ کی بعینہ حضرت شاہ صاحب کی اوقات تھی - صرف خالصاً للہ مشق خط نسخ کو خاں (۲) صاحب سے کی اور کلام اللہ لکھے لکھ کر وقف کیے - اگرچہ تعلقات ظاہری مثل زن و فرزند آپ کے حضرت شاہ صاحب کی نسبت زائد تھے لیکن ویسی ہی بے تعلقی حاصل تھی، باہمہ اور بے ہمہ سے بھی کچھ زیادہ قدم رکھا تھا - اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدرجۂ کمال تھا - کوئی بات خلاف سنت نہ کرتے اور ہر دم پیروی سنت ہی کا خیال رکھتے - اخلاق محمدی اس وسعت سے تھا کہ ہر شخص ملنے والا بھی جانتا تھا کہ جیسی عنایت اور شفقت آپ کو میرے حال پر ہے اس سے سوا دوسرے پر نہیں - حقیقت میں تواضع کو بدرجۂ کمال پہونچایا تھا اور سخاوت کو حد سے زیادہ اختیار کیا تھا - حضرت

(۱) حضرت شاہ درگاہی ایک مادرزاد ولی تھے - ہزارہ میں سنہ ۱۱۶۲ ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی کرامات اور مکاتیب شاہ عبدالغنی نے نقل کیے ہیں (ضمیمہ مقامات مظہری ص ۱۸)

(۲) دلی کے مشہور خوش نویس جن کا تذکرہ خوش نویسوں کے حالات میں آگے آئیگا۔

شاہ صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو ابو سعید سے فخر ہے میں نے اگر فقیری کی تو کیا کسی کا کچھ غم نہیں رکھتا ، ابو سعید کو دیکھو کہ باوصف علائق دنیاوی کے کیسا اپنے معبود کی عبادت میں مصروف ہے کہ گویا مطلق کچھ تعلق ہی نہیں رکھتا - آپ کی صحبت سے ہر شخص کو ایک فیض ملتا - اور اجماع خاطر اور توجہ الی اللہ حاصل ہوتا - واہ واہ طریقۂ پیر کو خوب نباہا - بلکہ اس سے بھی ایک آدھ قدم آگے رکھا - آپ کی ذات سے بھی ہزارہا آدمیوں کو فیض ہوا اور طرح طرح کا فیض ہر ایک کو آپ سے ملا - بعد انتقال شاہ صاحب کے آپ ان کی جگہ مسند ارشاد پر بیٹھے اور سالہا سال لوگوں کو آپ کے فیض صحبت سے علو مراتب اور کمال مدارج حاصل ہوئی کہ اسی اثنا میں محبت رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام نے بہت غلبہ کیا اور آپ نے زیارت حرمین شریفین کا ارادہ کیا - اللہ نے وہ ارادہ بھی پورا کیا اور حج اور زیارت مدینۂ منورہ نصیب کی - بروقت مراجعت کے بہ مقام ٹونک آپ کا انتقال ہوا - آپ کے لاشۂ مبارک کو دلی میں لاکر خانقاہ میں حضرت شاہ صاحب کے پہلو میں دفن کیا - ولادت آپ کی سنہ ۱۱۹۶ ہجری میں ہوئی اور یہ مصرع تاریخ ولادت ہے - مصرع

حافظ و عالم و ولی بادا

وفات آپ کی سنہ ۱۲۵۰ ہجری میں عید کے دن ہفتہ کو ہوئی - اور بنور اللہ مضجعہ ، آپ کی وفات کی تاریخ ہے اور یہ قطعہ بھی تاریخ وفات میں ہے - قطعہ

امام و مرشد ما شاہ بو سعید سعید — بعید فطر (۱) چو شد واصل جناب خدا

ولی شکستہ و مغموم گفت تاریخش — ستون محکم دین نبی فتادہ ز پا (۲)

جناب حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب سلمہ اللہ تعالی

آپ شاہ ابو سعید صاحب کے بڑے بیٹے اور جانشین ہیں - کمالات آپ کے اس سے سوا ہیں جو بیان میں آویں اور صفات آپ کی اس سے بہت ہیں جو کہی جاویں - حافظ کلام اللہ ہیں اور مطیع سنت رسول اللہ - اپنے پیروں کی طرح سلسلۂ ارشاد و تلقین اور توجہ اور استغراق جاری ہے - اور حق پوچھو تو اب انہیں کی ذات فیض آیات سے خانقاہ کو رونق ہے - علم حدیث و فقہ و تفسیر بدرجۂ کمال حاصل ہے - دن رات مشغلۂ درس و تدریس جاری ہے - مسائل دینی آپ کے فیض سے حل ہوتے ہیں اور فتوی شرع شریف آپ کی مہر سے مسجل کیے جاتے ہیں - قدم

(۱) ''بروز عید،، (ضمیمۂ مقامات مظہری صفحہ ۴۲)

(۲) اس قطعہ کے مصنف مولوی خلیل احمد صاحب ہیں جو حضرت کے مرید تھے (ضمیمۂ صفحہ ۴۲

بہ قدم اپنے بزرگوں کے طریقے پر چلتے ہیں اور اپنے پیروں کا طریقہ برتتے ہیں ۔ نسبت باطنی بہت مستحکم ہے ۔ سیکڑوں آدمی آپ کے فیض توجہ سے مقامات مشکلہ سے نکلتے ہیں اور مدارج اعلا کو پہونچتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ایسے بزرگ کو سلامت رکھے جس سے خاندان مجددیہ قائم ہے آمین ثم آمین ۔ ولادت آپ کی سنہ ۱۲۱۷ ہجری میں ہوئی ہے اور ''مظہر یزدان'' آپ کی ولادت کی تاریخ ہے ۔ اگرچہ عمر شریف چھیالیس مرحلہ سنین طے فرمائے ہیں ۔ لیکن مدارج کمال کے ہزار در ہزار طے ہوئے ہیں ۔ آپ نے بھی جناب حضرت شاہ غلام علی صاحب سے بیعت کی ہے اور اُنھیں سے خلافت پائی ہے لیکن آپ نے جناب والد سے بہت سا فیض حاصل کیا ترقی در ترقی پائی اور ان سے بھی خلافت حاصل کی ۔ اب اُن کے انتقال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہیں اور ارشادو تلقین میں مصروف ۔ اللّٰھم متع المسلمین بطول حیاتہ و ضاعف مدارج المومنین بطول بقائہ ۔

جناب حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ بھی جناب شاہ ابو سعید صاحب کے فرزند ارجمند ہیں اور حقیقت میں فخر خاندان ہیں آپ کا طور ہی جدا ہے اور رنگ ڈھنگ ہی نرالا ہے ۔ آپ بھی حافظ کلام اللہ ہیں اور عالم احادیث رسول اللہ ۔ ولادت آپ کی شعبان سنہ ۱۲۳۴ ہجری میں ہفتہ کے دن عشا کے وقت ہوئی ہے خوردسالی ہی میں جناب حضرت شاہ غلام علی صاحب آپ کو توجہ دیا کرتے تھے ۔ جب بڑے ہوئے اپنے والد ماجد سے بیعت کی اور طرح طرح کا فیض حاصل کیا بعد اُن کے انتقال کے جناب مرزا شاہ غفور بیگ صاحب سے کہ بڑے خلفائے حضرت شاہ غلام علی صاحب سے تھے اور قوت نسبت بدرجہ کمال رکھتے تھے ہزار درہزار فیض حاصل کیے ۔ اوقات آپ کی ایسی خوب ہے کہ اگلے زمانے کے اچھے اچھے دین دار لوگوں کی بھی شاید ایسی ہوئی ہوگی ۔ مسجد میں بیٹھے رہنا اور طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو برتنا دن رات آپ کا کام ہے ۔ خوشا حال اس شخص کا کہ جو اپنے نبی کے طریقہ کو برتے اور دنیا و مافیہا سے خبر نہ رکھے ۔ اس قدر اتباع سنت اختیار کیا ہے اگر آپ کو آسمان و زمین کے رہنے والے محی السنۃ وقامع البدعۃ کہہ کر پکاریں تو بجا ہے ۔ اُن کے نزدیک سوائے انحراف کم تر حکم شریعت کے سخت سے سخت کوئی مصیبت نہیں ۔ ارتکاب اس امر خلاف سنت کا جس کو ہم کم بخت لوگ بال سے کم جانتے ہیں اُن کے نزدیک امر محال ہے ۔ اس تقویٰ اور ورع کو خیال کرو کہ صرف امر خیال سے کہ ہندستان میں جو طریق بیع و شرا بعض بعض فواکہہ وغیرہ کا جاری ہے وہ ازروئے

شرع شریف کے درست نہیں - اُن چیزوں کے مزہ سے واقف نہیں - جب کوئی ایسا کرے تو معلوم ہو میری زبان نہیں جو میں آپ کی ادنیٰ سے ادنیٰ صفت کی تعریف کر سکوں - صرف اتباع سنت کے لیے ہزارہا نعمت دنیائے دوں پر لات ماری ہے اور گوشہ نشینی اختیار کی ہے - ملاقات اور مکالمات میں ہرگز پیروی سنت کی نہیں چھوڑتے اور ادنیٰ سنت کے ترک سے کسی چیز کو برا نہیں جانتے - فنافی السنۃ اور محرمِ الشریعت اور شہسوار میدان طریقت - اگر پوچھو تو آپ کی ذات فیض آیات ہے - پس جس شخص کا ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں یہ حال ہو تو پھر خیال کرو کہ بڑی بڑی باتوں میں کیا درجۂ احتیاط اور کیا رتبۂ اتقا ہوگا - اللہم بارک فی عمرہ و ارفع درجتہ فی الدارین آمین - یا رب العالمین -

شاہ محمد آفاق (۱) طاب ثراہ

آپ کے کمالات اور مجاہدہ اور زہد اور مکاشفہ تمام عالم میں مشہور ہیں - آپ بھی اس زمانے کے بڑے ولی اللہوں میں سے تھے - نسبت باطنی اس قدر قوی تھی کہ بڑے بڑے صاحب نسبت اس کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے - مقامات فقیری بہت صاف تھے - نسبت الی اللہ بہت درست تھی - پیروی سنت رسول مقبول نہایت مدنظر رکھتے تھے - مسکینی اور شکستگی بدرجۂ کمال حاصل تھی - اپنے تئیں بھی مثل اور نقش و نگار دیوار تصور فرمایا کرتے تھے - نسب آپ کا بھی حضرت مجدد الف ثانی تک پہونچتا ہے ، اور آپ بھی حضرت مجدد کی اولاد میں ہیں - حضرت خواجہ ضیاءالدین صاحب سے کہ بڑے زبردست فقیر تھے - سلسلۂ مجددیہ میں آپ نے بیعت کی تھی اور کمال مدارج حاصل کر کے اجازت پیری و مریدی کی حاصل کی تھی اور اپنے پیر کے انتقال کے بعد اُن کے سجادہ نشین ہوئے اور اُن کے اشعار سے آپ کا سلسلہ بخوبی معلوم ہوگا - اشعار

هادی آفاق و انفس مثل اصحاب نبی | آن ضیاءالله زبیر و نقشبند متقی
خواجه معصوم است و احمد خواجه باقی خواجگی | خواجه درویش و محمد زاهد احرار ولی
خواجه یعقوب بهاء الدین دگر پیر کلال | خواجه باباذان دگر میر علی رامتینی
خواجه محمود است عارف خواجه عبدالخالق است | خواجه یوسف بعد شیخ فارآمد آن بوعلی

(۱) شاہ صاحب کے حالات اور کسی کتاب میں نہیں ملے - تاریخ دہلی مؤلفہ سید احمد ولی اللہی (ص ۱۳۰) میں آپ کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ پایا جاتا ہے -

بو الحسن پس بایزید و جعفر صادق بود   قاسم و سلمان ابوبکر و رسول ہاشمی

اورعلاوہ اس کے آپ کو سب سلسلوں میں اجازت پیری اور مریدی کی حاصل تھی آخر کو ۔ یہی مضمون صادق آیا کہ : ع   نفس فنا تھا سو فنا ہو گیا

یعنی محرم سنہ ۱۲۵۱ ہجری کی ساتویں کو بدھ کے دن نماز مغرب کے بعد آپ نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ جمعرات کے دن آپ کو مغل پورہ میں دفن کیا ۔ خواجہ بہاء الدین احمد صاحب نے جو بڑے بیٹے خواجہ علاء الدین احمد صاحب کے ہیں یہ شعر تاریخ وفات میں نظم کیا :

از سر یاس گفت اہل جہاں   شاہ آفاق رفت از دنیا

حاجی علاءالدین احمد سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ شاہ آفاق صاحب کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں اور حقیقت میں اپنے پیر کی نشانی ہیں اس زمانہ میں ایسے لوگوں کا ہونا مغتنمات سے ہے ۔ ایسے لوگ کاہے کو پیدا ہوتے ہیں ۔ تمام عمر فقیری میں صرف کی اور دنیا و مافیہا سے خبر نہ رکھی ۔ سچ ہے کہ السعید من سعد فی بطن امہ ۔ چھٹ پن سے آپ کو فقیری کا شوق تھا ۔ سولہ برس کی عمر میں بیعت کی اور طرح طرح کے زہد اور مجاہدہ کیے اور اپنے پیر کی خدمت میں ہمیشہ سفر اور حضر میں حاضر رہے ۔ آپ کا نسب حضرت خواجہ یوسف ہمدانی سے ملتا ہے ۔ توکل علی اللہ اور عشق رسول اللہ ہر وقت آپ کے برتاؤ میں ہے ۔ عالم جوانی میں حج خانہ کعبہ ادا کیا اور زیارت روضۂ منورہ رسول مقبول علیہ الصلواۃ والسلام حاصل کی ۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نصیب کرے ۔ آمین یا رب العالمین ۔ اب سن شریف آپ کا نوے برس کے قریب ہے ، آنکھوں سے معذور ہیں ، اور پاؤں سے اٹھ نہیں سکتے ۔ طاقت طاق ہے مگر ہر دم شغل جاری ہے ، اور صوم و صلواۃ دائم ۔ سبحان اللہ کیا لوگ ہیں کہ کسی حالت میں اپنے معبود کی یاد سے غافل نہیں ۔ غور کرو کہ جس شخص نے اپنا لڑکپن اور جوانی اور بڑھاپا صرف اللہ کی یاد میں صرف کیا ہو اس کو کیا علو مدارج حاصل ہوئے ہونگے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سلامت رکھے ۔

فخر الملت والدین مولانا محمد فخرالدین علیہ الرحمۃ(۱)

سلالۂ عظام زبدۂ کرام ، سر گروہ مقبولان بارگاہ صمدیت ، پیش رو تیز قدمان سالک عرفان احدیت ، قدوۂ شارعان شرع مبین مولانا محمد فخر الملۃ والدین ۔ آن حضرت با برکت کے مقامات اور خوارق اور اور کرامات لاتعدولا تحصیٰ ھیں ۔ خامہ خام رقم طاقت نہیں رکھتا کہ اس کے شمار میں تکلیف مالایطاق کو اپنے اوپر گوارا کرے۔ خلاصہ احوال ھدایت مآل ان سر گروہ اھل قال اور پیشوائے ارباب حال کا یہ ہے کہ آپ کے والد بزرگوار مولانا نظام الحق والملۃ والدین ساکن موضع مکراون ھیں کہ مضافات لکھنؤ سے ہے ۔ نسب آپ کا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہونچتا ہے ۔ اور والدۂ ماجدہ آپ کی زبدۂ اولاد حضرت مخدوم سید محمد گیسو دراز سے ھیں ۔ اگرچہ مولد جناب موصوف کا اورنگ آباد ہے لیکن یمن قدوم میمنت لزوم سے خاک دارالخلافت شاھجہاں آباد حرسہا اللہ عن الفساد کی حضرت کے نفس واپسین تک کنگرۂ عرش برین پر ناز کرتی رھی ۔ والد ماجد حضرت مرحوم مغفور کے اوائل حال میں اورنگ آباد سے دلی میں وارد ھوئے ۔ اگرچہ اول میں فقط تحصیل علوم رسمی مد نظر تھی لیکن جو کہ خواستۂ تقدیر اور مشیت کردگار قدیر یہ تھی کہ آن کا خاندان ارشاد حقائق معارف کے ساتھ موصوف ھو ، حضرت فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت شیخ کلیم اللہ(۲) جہان آبادی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں جن کا سلسلہ حضرت نصیر الدین(۳) چراغ دھلی تک پہونچتا ہے فایز ھوکر شرف بیعت سے مشرف ھوئے۔ از بسکہ ذات فایض البرکات آن کی جامع کمالات صوری و معنوی تھی ، تحصیل علوم ظاھری اور باطنی کی انھیں کی خدمت میں کر کر منصب خلافت سے سرفراز ھوئے اور آخر الامر معاودت کی اجازت پا کر اورنگ آباد کو تشریف لے گیے اور سالہا خلق کو فیض باطنی کی طرف ھدایت فرمائی اور سنہ ۱۱۴۲ ھ

---

۱ - آپ کے ملفوظات و خوارق عادات پر نواب نظام الملک ناظم حیدر آباد نے کتاب مناقب فخریہ لکھی ہے ۔

۲ - طریقۂ چشتیہ ، قادریہ ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے مشہور شیخ طریقت ۔ ولادت سنہ ۱۰۶۰ ھ وفات سنہ ۱۱۴۱ ھ ۔ آپ کے حالات مناقب العارفین میں درج ھیں ۔

۳ - سلطان الاولیا حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے اعاظم خلفا میں سے تھے ۔ المتوفی سنہ ۷۵۷ ھ ۔ رمضان شریف کی سترھویں کو ھر سال دھلی میں آپ کا عرس ھوتا ہے ۔

میں عالم بقا کو راہی ہوئے ۔ حضرت با برکت جناب جنت مآب مولانا فخرالملۃ قدس سرہ نے اپنے پدر والا اقتدار کی خدمت میں علوم ظاہری اور باطنی کو تحصیل کر کے مرتبہ خلافت حاصل کیا اور بعد اس کے چند سال نواب نظام الدولہ ناصر جنگ اور ہمت یار خان کی سرکار میں بسر کی ، اور وہاں بھی ان کے انفاس متبرکہ کی برکت سے بہت گم گشتگان بادیۂ ضلالت نے راہ ہدایت حاصل کی ۔ از بسکہ قدیم الایام سے تعلق پر ترک غالب تھا ، وہاں سے دل برداشتہ ہو کر اجمیر شریف کی طرف تشریف فرما ہوئے اور چندے مزار مبارک قدوۂ و اصلان بارگاہ ذوالجلال قطب الا قطاب خواجہ معین‌الدین چشتی رحمۃاللہ علیہ کی زیارت کے وسیلہ سے وہاں کا قیام اختیار کیا ۔ اور بعد اس کے سنہ احد جلوس احمد شاہی میں کہ مطابق سنہ ۱۱۶۰ ہجری نبوی کے تھا، شاہجہان‌آباد میں تشریف لائے ۔ ان کی ہدایت و ارشاد سے ایک خلق بہرہ مند اور سعادت یاب ہوئی ۔ اور یہ عجب کرامت حضرت کی ذات فایض البرکات سے ظاہر ہوئی کہ آپ کے خلفائے باصفا اطراف ہندستان میں باعث نجات سرگشتگان روزگار اور ہادی گمراہان تبہ کار ہوئے ۔ چنانچہ اس زمانہ میں نواح پاک پٹن میں حضرت شاہ سلیمان صاحب جن کا شہرہ قاف سے قاف تک پہونچا ہے ، آپ ہی کے خلفا میں سے ہیں کہ ان کی برکت سے ہزارہا خلق کو ہدایت اور فیض باطن نصیب ہوا ۔ اور از بسکہ حضرت ممدوح مقبول خدائے لایزال تھے، خلق‌اللہ میں بھی ایسا قبول خاطر بہم پہونچایا کہ گروہا گروہ حصول نجات اور تحصیل ہدایت کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کے ارشاد کو مانند حکم وحی کے راست اور درست جانتے ۔ جتنے امرائے ذوی‌الاقتدار اور سلاطان عہد تھے آپ کی بیعت سے مشرف ہوکر آپ ہی کی خاک در کو وسیلہ آبرو اور آپ ہی کے غبار آستان کو تاج عزت و اعتبار سمجھتے تھے ۔ لیکن سبحان‌اللہ نشان مقبولیت یہ ہے کہ حضرت باوجود اس ہجوم ارباب دنیا کے ہر ادنیٰ کے ساتھ وہ خلق محمدی خرچ کرتے کہ ان کا بیان خامۂ راقم کی مجال نہیں ۔ باوجود اس کمالات ظاہری اور باطنی کے کہ ادنیٰ دنیا داروں کی نظر توجہ کے فیض سے ہزار درویش باکمال پر شرف رکھتا تھا ، آپ سادہ وضعی کے ساتھ رہتے اور لباس درویشانہ و جبہ اور عمامہ فقیرانہ کے چنداں مقید نہ ہوتے ۔ کیا خوب کہا شیخ شیراز علیہ‌الرحمۃ والغفران نے —

حاجت بہ کلاہ ترکی داشتنت نیست ۔ درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

کتاب '' نظام العقائد ،، اور '' رسالہ مرجبیه ،، اور ''فخرالحسن ،، حضرت کی تالیفات سے هے ۔ اُن کا دیکھنا (۱) آپ کی ممارست علمی پر دلیل قاطع اور برهان ساطع هے ۔ (۲) سن شریف تہتر تک پہنچا اور ۱۱۹۹ هجری میں عالم بقا کو راهی هوئے ۔ '' خورشید دوجہانی ،، (۳) ۔ آپ کی رحلت کی تاریخ هے ۔ مزار آپ کا متصل دروازہ چار دیواری مرقد مبارک حضرت خواجه قطب الدین بختیار کاکی (۴) (تغمدّہ الله بغفرانه) کے واقع هے اور اس کا ذکر باب اول (۵) میں هو چکا ۔ هر چند راقم نے مسلک یه اختیار کیا تھا کہ جن بزرگوں کی خدمت میں خود پہنچا یا اُن کے جمال با کمال سے اپنی نگاہ کو مشرف کیا ، اُن کا حال اس تذکرہ میں مندرج کرے اور ان حضرت کے زمانه سے اس عہد تک بہت فاصلہ هے ، لیکن چونکہ اُن کے خاندان کے احوال سے مزین کرنا اس کتاب کا مدنظر تھا ، کثرت عقیدت اور ارادت نے نہ چاها کہ حضرت کے احوال کمالات اشتمال کے ساتھ زبان قلم کو گویا نہ کرے ۔

جناب مولانا قطب الدین علیه الرحمة

حضرت موصوف کے فرزند ارجمند هیں اور حضرت کی وفات کے بعد مسند خلافت پر متمکن رهے ۔ آپ کی تعریف و توصیف لکھنے کی کچھ حاجت نہیں ، یہی کافی هے کہ ایسے چمن کے نونہال اور ایسے نونہال کے ثمر تھے ۔

---

(۱) غالباً '' لکھنا،،

(۲) آپ کی تصنیف سے ایک کتاب '' القول المستحسن فی فخرالحسن البصری هے ،، جس کا ایک مخطوطه اسلامیه کالج پشاور کے کتب خانه میں موجود هے ۔

(۳) اصل قطعۂ تاریخ وفات جو آپ کے مزار پر کندہ هے حسب ذیل هے :

بگذاشت فخردیں چوں مہمان سرائے فانی | بر آستانه جا داد آں قطب جاودانی
سال وصال آں ماہ از غیب چوں بہ جستم | تاریخ گفت ها تف ''خورشید جاودانی،،

(تاریخ دهلی از سید احمد ص ۲۳۶)

(۴) حضرت خواجه معین الدین اجمیری رحمةالله علیه کے خلیفه ۔ المتوفی سنه ۶۳۴ ھ ۔ آپ کے مفصل حالات سیر الاقطاب وغیرہ کتابوں میں مرقوم هیں ۔

(۵) دیکھو آثارالصنادید ص ۷۵-۷۶ ، طبع نول کشور سنه ۱۸۷۶ ع ۔

اصل و فرعی را که بینی حاصل یک ماهه (۱) اند آفتاب و پرتوش از هم جدا نتوان گرفت

سترھویں ماہ محرم الحرام سنہ ۱۲۰۰ ھجری(۲) میں عالم فانی سے ملک بقا کی طرف راہی ہوے اور مزار مبارک خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے جوار میں مدفون۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

جناب حاجی حضرت غلام نصیرالدین عرف کالے صاحب سلمہ اللہ تعالی (۳) | آپ جناب حضرت مولانا قطب‌الدین صاحب کے فرزند ارجمند ہیں۔ محامد آپ کے حیّز تحریر اور حیطۂ تقریر سے باہر ہیں۔ اخلاق اس وسعت سے ہے کہ جس کا کچھ بیان نہیں ہوسکتا۔ مسکینی اس درجہ پر ہے کہ اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اوقات آپ کی بہت خوب اور حرکات آپ کے نہایت محبوب۔ ہردم و ہرلحظہ وظیفہ سے خالی نہیں رہتے۔ بات کرنی بھی آپ کو گویا مشکل ہوتی ہے۔ جب کوئی کچھ پوچھے اُس کا جواب لاچار دیا جاتا ہے۔ اگر چہ اُس وقت ظاہر میں زبان شغل سے باز رہتی ہے۔ لیکن دل اُسی‌طرح مشغول حق رہتا ہے۔ اس زمانہ میں ایسا نامی گرامی شیخ نہیں ہے۔ حضور والا (۴) اور تمام سلاطین اور جمیع امراء عظام آپ کے نہایت معتقد ہیں۔ جس مجلس میں آپ تشریف لاتے ہیں ہر شخص بےاختیار دوڑتا ہے اور قدموں پرگرتا ہے اور اپنی سعادت ابدی سمجھتا ہے۔ تھوڑی مدت ہوئی کہ آپ پر شوق الٰہی غالب ہوا اور اپنے دادا صاحب کے فیض حاصل کرنے کو دل چاہا۔ اگرچہ وہ فیض سینہ بسینہ اپنے جناب والد ماجد مرحوم سے پایا تھا لیکن یہ شوق ایسا ہے اور یہ نعمت وہ ہےکہ طالب اس کا بس نہیں کرتا، جتنا دیتے جاؤ اُتنا ہی اور مانگتا ہے۔ آپ نے سفر اختیار کیا اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور پاک پٹن میں تشریف لے گئے

---

۱) ’’ مایہ ،، صحیح ہے۔

۲) رسالہ تذکرۃ الفقراء (مصنفۂ احمد اختر نبیرۂ ابو ظفر بہادر شاہ) ص ۲۰ میں آپکی تاریخ وفات ۱۸ محرم سنہ ۱۲۲۳ھ لکھی ہے اور تذکرۃ الانساب ص ۱۲ میں سنہ ۱۲۳۳ ھ

(۳) ۱۵ صفر سنہ ۱۲۶۲ھ کو آپ نے وفات پائی (تذکرۃ الفقراء ص ۲۰ اور تذکرۃ الانساب ص ۱۲) ۔

(۴) مراد از سراج‌الدین ابو ظفر بادشاہ دہلی۔

اور شاہ سلیمان (۱) کی خدمت میں حاضر ہوئے - کہتے ہیں کہ شاہ سلیمان صاحب اس بات کو نہایت غنیمت سمجھے اور ان کے قدوم میمنت لزوم سے ہزارہا فخر کیے - چند کروہ (۲) استقبال کو آئے اور باعزاز و اکرام لے گئے - چند مدت آپ نے وہاں تشریف رکھی اور جو کچھ فیض اور برکات اپنے دادا صاحب کے تھے اُن کو پھر تجدید کیا اور رخصت ہوکر شاہجہان آباد میں تشرف لائے کہ اب یہیں رونق افروز رہیں - سن شریف آپ کا پچاس سے متجاوز ہے - صحبت آپ کی غنیمت ہے - اللہ تعالیٰ ایسے بزرگان حق پرست کو سلامت رکھے -

خواجہ محمد نصیر رحمہ اللہ علیہ

آپ کے صفات حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اُس سے سوا ہیں جو جو لکھنے میں آویں اور اُس سے بہت ہیں جو کہے جاویں - آپ نواسہ ہیں خواجہ میردرد علیہ الرحمۃ (۳) کے جو بڑے نامی مشائخ تھے اور اُن کا نام تمام عالم میں مشہور ہے - ولادت آپ کی سنہ ۱۱۸۹ هجری میں ہوئی اور ابتدا سے طالب خدا ہوئے - چھٹ پن ہی میں حضرت خواجہ میردرد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر رہتے اور توجہ لیتے ، بلکہ اُسی زمانہ میں خواجہ میردرد علیہ الرحمۃ سے بیعت کی تھی جب کہ آپ کا سن شریف دس برس کا ہوا- خواجہ میردرد علیہ الرحمۃ نے وفات پائی اور درد جدائی کا آپ کے نصیب ہوا- آپ ہمیشہ اپنے پیر کی جدائی میں دل شکستہ اور جان‌خستہ رہا کرتے تھے سچ ہے ،

ع یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو -

آپ کو اکثر علوم میں خصوصاً ریاضیات میں بہت دخل تھا- علم موسیقی بہت خوب جانتے

---

(۱) خواجہ محمد سلیمان چشتی فخری نظامی‌رح مرید و خلیفہ حضرت مولانا فخرالدین قدس‌سرہ ، جنھوں نے تونسہ شریف میں قیام فرمایا اور ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوے - بمقام تونسہ شریف بتاریخ ۷ صفر سنہ ۱۲۲۷ ھ میں بعمر یک صد سال سفر آخرت اختیار کیا - (دیکھو تذکرۃ الفقراء ص ۱۴) ، لیکن برکات الاولیا (ص ۱۹۹) میں سن وفات ۱۲۶۷ ھ مرقوم ہے اور یہی سن صحیح معلوم ہوتا ہے -

(۲) ایک کوس یا دو میل کی مسافت -

(۳) دھلی کے صوفی بزرگ، فارسی اور اردو کے مشہور شاعر- میر نے نکات الشعرا (ص ۴۹ تا ۶۱) میں ان کا تذکرہ لکھا ہے- مخزن نکات (ص ۳۸ تا ۴۳) اور گلشن بیخار (ص ۶۸-۶۹) میں بھی ان کا تذکرہ ہے - سنہ ۱۱۹۹ ھ میں وفات پائی -

تھے اور تال اور لَے سے ایسے واقف تھے کہ بڑے بڑے اُستاد اُن کے سامنے کان پکڑتے تھے اور خاک چاٹ کر نام لیتے تھے ۔ علم حساب کو اُس سے زائد جانتے تھے اور مسائل حساب میں وہ مہارت بہم پہنچائی تھی کہ مسائل لاینحل بہ آسانی حل فرماتے تھے ۔ چنانچہ تال اور حساب میں اُن کی تصنیفات سے رسالے موجود ھیں ۔ یہ تو صفات ظاھری تھیں اورکمالات باطنی میں ان سب سے رتبہ بڑا تھا اور وہ مقام ھی اور تھا ۔ کمالات باطنی خواجہ میر اثر صاحب (۱) سے کہ خواجہ میردرد علیہ الرحمۃ کے چھوٹے بھائی تھے، حاصل کیے ۔ جب کہ خواجہ میر اثر علیہ الرحمۃ کا انتقال ھوا خواجہ صاحب میر علیہ الرحمۃ خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ کے فرزند ارجمند سجادہ نشین ھوے ۔ جب کہ اُن کا بھی انتقال ھوا تو آپ کی ذات فیض آیات سے اس مسند جانشینی کو رونق تازہ حاصل ھوئی ۔ ھر مہینہ دوسری اور چوبیسویں کو مجلس بین نوازی کی آپ کے روبرو ھوا کرتی ۔ آپ کو صبر میں درجۂ کمال حاصل تھا ۔ اور دنیا سے مطلق لگاؤ نہ تھا ۔ اور آپ بڑے عالی خاندان ھیں ۔ نسب خواجہ میردرد علیہ الرحمۃ کا نواب ظفرخان جہانگیری (۲) تک پہنچتا ھے ۔ اُن کے پوتے خواجہ محمد ناصر صاحب (۳) منصب داران بادشاھی میں سے تھے کہ یکا یک خدا طلبی کا شوق ھوا اور شیخ سعد اللہ المعروف بشاہ گلشن صاحب (۴) کی خدمت میں حاضر ھوے اور مدت تک فیض حاصل کیا اور اس دنیائے دون کو چھوڑ چھاڑ کر بموجب ھدایت شاہ گلشن صاحب کے خواجہ محمد زبیر صاحب سے بیعت کی اور بہت جہد اور مجاھدہ کیے اور قطب وقت ھوے کہ اب تک یہ سلسلہ سلسلہ بسلسلہ چلا آتا ھے ۔ والد ماجد آپ کے میر کلّوصاحب اکبر آبادی بہت صحیح النسب سادات سے تھے اور نسبت دامادی کی خواجہ میردرد علیہ الرحمۃ سے رکھتے تھے اور بیعت بھی اُنھیں سے کی تھی ۔ اوصاف حمیدہ آپ کے لاتعد ولاتحصیٰ ھیں ، میری طاقت اُن کے بیان کی نہیں ۔ آخر کو دوسری شوال سنہ ۱۲۶۱ ھجری کو

---

(۱) مشہور صوفی بزرگ اور اردو کے شاعر ، صاحب مثنوی خواب و خیال (مطبوعۂ انجمن ترقی اردو) تذکرۂ میر حسن (ص ۱۰) میں ان کے حالات ملتے ھیں ۔

(۲) خواجہ احسن‌اللہ پسر خواجہ ابوالحسن تربتی ملقب بہ ظفرخان، جہانگیر کے مشہور امرا میں تھے ۔ سنہ ۱۰۷۳ ھ میں لاھور میں وفات پائی (مآثر الامرا ج ۲ ص ۷۵۶ - ۷۶۳)

(۳) خواجہ میر درد کے والد ۔ فارسی کے شاعر تھے ، عندلیب تخلص تھا ۔ آپ کا ضخیم دیوان نالۂ عندلیب کے نام سے چھپ گیا ھے ۔

(۴) مشہور درویش اور صوفی شاعر المتوفی سنہ ۱۱۵۰ ھ ۔ آپ کے حالات سرو آزاد ، ید بیضا ، تذکرۂ بے نظیر وغیرہ میں ملتے ھیں ۔

آپ نے وفات پائی اور درد مفارقت مخلصان خاص کو دیا ۔ کبھی کبھی آپ شعر بھی کہا کرتے تھے اور رنج تخلص(۱) کیا کرتے ۔ چنانچہ یہ چند اشعار آپ ہی کی طبعزاد سے ہیں ۔ اشعار ہندی :-

خط دیکھ کر ادھر تو میرا دم الٹ گیا — قاصد ادھر بدیدۂ پرنم الٹ گیا

یقیں ہوگیا دیکھ کر اس کا قامت — کہ بے شک قیامت میں دیدار ہوگا

کھڑکی نکال جانب دشمن نہ بام پر — کوٹھے چڑھی جو بات کھلی خاص و عام پر

یاد دلوا کے جو ہمبستری یار رلائے — تو وہ تصویر نہالی ہے بغل کا دشمن

دل یہ جس کے لیے پہلو میں تپاں رہتا ہے — یوں سنا ہے کہ اسے بھی خفقان رہتا ہے

دیکھی نہیں حالت یہ خدائی میں کسی کی — ہے طور جدا اپنا جدائی میں کسی کی

مولوی یوسف علی صاحب سلمہ‌اللہ تعالیٰ سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد نصیر علیہ‌الرحمۃ کے ہیں، ان کے اوصاف حمیدہ لا تعد و لا تحصیٰ ہیں ۔ خامۂ راقم کو طاقت نہیں کہ ان کے محامد اور مناقب کو لکھ سکے ۔ حضرت سادات کبار سے ہیں اور صاحب اخلاق پسندیدہ اور مرتاض ۔ ان کی سجادہ نشینی سے اس خاندان کو زیب و زینت اور ہی ہوگئی ہے۔ سن شریف آپ کا قریب چالیس سال کے ہے۔ راقم نے ان حضرت کے جمال باکمال سے اپنی نگاہ کو گلچین نظارہ اور ان کی اوقات کو بچشم مشاہدہ کیا ہے۔

حضرت شاہ غیاث‌الدین قدس سرہ اولاد حضرت خواجہ مودود چشتی علیہ‌الرحمۃ(۲) سے ہیں اور عرف خواجہ کمہاری والہ ۔ بسبب حسن اوقات اور کثرت

---

(۱) تذکرۂ مجموعۂ نغز (ج ۱ ص ۲۷۷) اور گلشن بےخار (ص ۹۰) میں آپ کا تذکرہ ہے ۔ آخرالذکر تذکرے میں آپ کے یہی چھ اشعار منقول ہیں ۔

(۲) سید قطب الدین معروف بہ خواجہ مودود چشتی المتوفی ۵۲۷ ھ ۔ مشہور ولی کامل ۔ آپ کی اولاد میں سے اکثر ملکاپور (برار) ، برہان پور (خاندیس) ، حیدرآباد (دکن) وغیرہ میں موجود ہیں۔ نواح چشت اور بلخ و بخارا میں آپ کے صدہا خلفا ہیں۔ ہرات اور چشت میں آپ کی اولاد سکونت رکھتی ہے (تذکرۃ الانساب ص ۱۳۲—۱۳۳)

طاعات کے مغتنمات روزگار سے تھے۔ خلق مجسم کہنا چاہیے۔ ان کے اوضاع و اطوار خلق محمدی کے مصداق تھے۔ رات اور دن میں سے ایسا کم وقت ہوگا کہ عبادت و وظائف سے فارغ رہتے ہوں۔ خور و خواب کو بہ قدر ضرورت بشری کہ حیات مستعار کی بقا کو کافی ہو، کام میں لاتے والآطاعت دادار بےہمال(۱) میں مصروف رہتے۔ مریدان با اخلاص کو آپ کی ذات بابرکات سے ارشاد راہ ہدایت اور رہبری سبیل سعادت ایسا ہوا کہ کم کسی سے متصور ہے۔ مرجع انام اور مآرب خاص و عام تھے۔ عرصہ انیس برس کا گذرتا ہے کہ جہان فانی سے راہی عالم باقی ہوے۔

جناب شاہ صابر بخش صاحب علیہ الرحمۃ

زبدۂ مقبولان بارگاہ الٰہی سید صابر علی معروف بہ سید صابربخش چشتی۔ سُلالۂ سادات عظام اور زُبدۂ اہالی خاندان چشت تھے۔ والد ماجد آپ کے سید شاہ نصیرالدین ابن شاہ غلام سادات چشتی قدس سرہ بن شیخ عبدالواحد عرف نواب بشارت خاں برادر زادۂ حقیقی قطب‌العارفین حضرت شیخ محمد چشتی قدس سرہ العزیز تھے۔ ہرچند حضرت مرحوم نے صحبت اکثر مشائخ کبار سے جو آپ کے معاصر تھے کسب فیض باطن کیا، لیکن کمال طریقت و حقیقت اپنے جد امجد شاہ غلام سادات قدس سرہ کی بیعت کے وسیلہ سے حاصل کر کے مرید با اخلاص اور سجادہ نشین بالاختصاص ہوے۔ تفصیل سلسلۂ خاندان ہدایت نشان حضرت موصوف کی یہ ہے کہ شاہ غلام سادات خلیفہ تھے حضرت شاہ محمد نصیر قدس سرہ کے اور وہ حضرت شیخ محمد چشتی کے اور وہ حضرت شیخ ابراہیم رام پوری کے (قدس سرہ العزیز)۔ آپ کو حضرت بابرکت شاہ غلام سادات جد امجد اپنے کی خلافت حاصل ہونے کی یہ وجہ ہے کہ شاہ نصیرالدین صاحب یعنی والد ماجد ان حضرت کے بسبب اس کے کہ علم عرفان و ایقان میں ساری اولاد حضرت مرحوم و مغفور پر سبقت رکھتے تھے، اپنے پدر بزرگوار کی حیات میں ان کی عین رضا سے مسند خلافت پر متمکن ہو مریدان اخلاص کیش کی ہدایت میں مصروف ہوے۔ اتفاقاً اپنے والد ماجد کی حین حیات ہی میں سفر آخرت کو اختیار کیا۔ حضرت شاہ غلام سادات نے منصب خلافت جو اپنے فرزند ارجمند کو عطا کیا تھا اُن کی وفات کے بعد اپنے پوتے سید شاہ صابر علی عرف صابر بخش علیہ الرحمۃ پر مسلم رکھا اور باوجود ہونے اور اولاد کے بسبب قابلیت مادہ کے انہیں کو شرف بیعت سے مشرف فرما کر اپنی سجادہ نشینی کے وسیلہ سے ارشاد ہدایت کا امر ان کو تفویض کیا اور لنگر کا صرف

(۱) ''دادار،، = اللہ تعالیٰ۔ بے ہمال = لا شریک، بے مثل۔

اور انعقاد مجالس عرس اور خدمت مساکین اور خبر گیری صادر و وارد کی آن کی ذات سے متعلق ہوئی ۔ فی الحقیقت آپ کی سخاوت سے حاتم طائی کا نام صفحۂ روزگار سے حک ہوگیا اور طاعت و عبادت کا حال ان بزرگ کا قلم دو زبان کی مجال نہیں کہ لکھ سکے ۔ ترسٹھ برس کی عمر میں ۱۲۳۷ھ میں چودھویں ربیع الاول کو چار گھڑی رات گئے راہی دارالبقا ہوکر درمیان خانقاہ کے جو شہر شاہجہان آباد میں متصل دریا گنج واقع ہے، اور آپ ہی نے واسطے ورود مساکین کے تعمیر کروائی تھی ، مدفون ہوے۔ ان حضرت کے بعد فرزند و خلیفۂ رشید آپ کے سید عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ مسند خلافت پر متمکن ہوکر اسی طرح خدمت فقرا میں مصروف ہیں۔

جناب میر محمدی صاحب (۱) غفراللہ آپ کا سلسلہ جناب غفران مآب مولانا مولوی فخرالملت والدین قدس سرہ العزیز تک پہنچتا ہے ۔ مقبولان بارگاہ کبریاے الٰہی سے تھے ۔ قبول خاطر خاص و عام بھی یہاں تک حاصل تھا کہ امرا و سلاطین آپ کے دیدار فیض انوار کو نعمت کبریٰ اور آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کو ایک موہبت عظمیٰ سمجھتے تھے ۔ از بسکہ جذب باطن کی تاثیر سے ساکنین تمام شہر کے، خصوصاً صادقین قلعۂ مبارک کے، علی الخصوص شاہزادگان جلیل القدر آپ سے بہت رجوع رکھتے تھے، عوام کا لانعام عمل تسخیر کا گمان کرتے ۔ ہر چند اعمال بھی آپ کے ایسے سریع الاثر تھے کہ آپ کا نفس دم عیسیٰ تھا اور آپ کے ہاتھ کی خاک کی چٹکی اکسیر کا کام رکھتی ۔ ایک مدت ہوئی کہ (۲) جہان فانی سے عالم باقی کو راہی ہوکر اپنے ہی دیوان خانہ میں جو متصل چتلی قبر کے ہے مدفون ہوے (۳) ۔ چند شاہزادے خصوصاً مرزا خجستہ بخت بہادر آپ کی خلافت کا دم بھرتے

---

(۱) آپ کا نام سید محمد عمادالدین اور '' میر محمدی ،، عرف تھا ۔ (تذکرۃ الفقراء ص ۱۳)

(۲) آپکی وفات سنہ ۱۲۴۲ ھ میں ہوئی ۔ (تذکرۃ الفقراء ص ۴۶)

(۳) '' مرزا سلیم آپ سے نہایت عقیدت کے ساتھ مرید تھے ، جب میر صاحب موصوف کا انتقال ہوا تو مرزا سلیم نے اپنے مکان ہی میں آپ کا مزار بنوایا اور وصیت کی کہ بعد انتقال کے میں بھی یہیں دفن کیا جاؤں، چنانچہ ایسا ہی ہوا ،، (تاریخ دہلی از سید احمد ولی اللّٰہی ص ۸۷)

ھیں - (۱)

جناب میران شاہ نانو علیہ الرحمۃ (۲) اصل وطن آپ کا تھانیسر ھے - سلسلہ حضرت کا جناب برکت انتساب سرگروہ اھل اللہ شیخ جلال الدین تھانیسری علیہ الرحمۃ (۳) تک کئی اور واسطوں سے پہنچتا ھے - بعد تحصیل کمال اور تحصیل فیوض باطنی کے شہر شاھجہان آباد میں وارد ھو کر حرم مسجد فتح پوری میں ایک حجرہ واسطے سکونت کے اختیار کیا اور رفتہ رفتہ آن کی کرامت اور فیض باطن کا شہرہ ایسا پڑا کہ کہ و مہ کو اعتقاد آپ کی خدمت میں بہم پہنچا - اکثروں کو آپ کے فیض ھدایت سے فوائد کثیرہ حاصل ھوے - اسی برس کی عمر کے قریب وفات پائی اور اسی مسجد کے حریم میں مدفون ھوے- عرس آپ کا آج تک بدستور ھوتا ھے -

جناب شاہ جلال علیہ الرحمہ یہ خلیفہ تھے حضرت میران شاہ نانو صاحب مغفور کے- اس اوقات کا آدمی اس حیز و زمان میں بہت کمیاب ھے - حضرت میران شاہ نانو صاحب کے حجرہ میں مسند خلافت پر بیٹھ کر عمر بسر کی اور نفس واپسیں تک اھل دنیا کی طرف رجوع نہ کی - باوجود توکل کے لنگر شام کے وقت مساکین اور فقرا کو آپ کی طرف سے تقسیم ھوتا تھا- یہ حضرت بھی بعد وفات کے اپنے پیر کی قبر کے قریب مدفون ھوے(۴)

---

(۱) مرزا احمد اختر خلف مرزا خجستہ بخت اپنے رسالہ تذکرۃ الفقرا ص ۱۳ میں لکھتے ھیں:- ”جد فقیر نے بھی حضرت سے اکتساب علم معرفت کیا ، اور بہت سے شاھزادے اور امرائے سلطانی بیعت میں آئے تھے اور بعضوں نے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا ، جیسے میرے پیر و مرشد برحق حضرت مرزا روشن بخت قدس سرہ اور میرے والد اور مرزا خجستہ بخت عم شاہ و شاھزادہ سلیم برادر شاہ،، (تذکرۃ الفقراء ص ۱۳)

(۲) حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی (سنہ ۱۱۴۱ ھ) کے ھم عصر ھیں ، آپ کا وطن تھانیسر ھے (تاریخ دھلی ص ۱۵۶)

(۳) فاروقی شیخ اور مادرزاد ولی تھے - طریقۂ چشتیہ میں شیخ عبدالقدوس گنگوھی رح کے مرید اور خلیفہ تھے - سنہ ۹۷۹ ھ میں وفات پائی (برکات الاولیا ص ۸۰)

(۴) سید احمد اپنی تاریخ دھلی ص ۱۵۷ میں لکھتے ھیں :- ”دونوں حضرات کا عرس ربیع الاول کی آٹھویں شب کو اور نویں دن کو ھوتا ھے- پچیس روپیہ سالانہ بابت مصارف عرس اور دو روپیہ ماھوار بابت جاروب کشی وغیرہ مزارات محمد عمر نقیب کو آمدنی مسجد فتحپوری سے ملتے ھیں،،-

جناب مولانا محمد حیات سلمہ اللہ تعالیٰ | وطن اصلی آپ کا ملک پنجاب ہے۔ اسی نواح میں تحصیل علوم رسمی سے فراغ حاصل کرکے چندے اطراف ہندستان میں بہ لباس طالب علمی بسر کی اور پھر شہر شاہجہان آباد میں وارد ہوکر اوائل حال میں شاہ سید صابر علی معروف بہ شاہ صابر بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں فروکش ہوکر درس علوم معقول اور منقول میں مصروف رہے۔ چوں کہ علم و فضل آپ کا رشک اقران و امثال تھا، طلبا اطراف و جوانب سے تحصیل علم کے واسطے حاضر خدمت ہوکر آپ کی تعلیم کے فیض سے مرتبۂ فضیلت کو پہنچے اور آپ کے یہاں کا ادنیٰ طالب علم اور جائے کے فضلا سے بہتر گنا جاتا تھا۔ چند تلمیذ آپ کے فیض خدمت سے یکتائے عصر اور یگانۂ دہر ہوگئے، خصوصاً حافظ عبدالرحمن کہ آپ کی تعریف اور توصیف علم و فضل کی حیّز مقال اور حیطۂ گفتگو سے باہر ہے۔ باوجودیکہ یہ بزرگوار بصارت سے معذور ہیں کوئی علم عقلیہ اور نقلیہ سے ایسا نہیں کہ اس کو محققانہ نہ جانتے ہوں۔ اور طرفہ تر یہ ہے کہ ہیئت اور ہندسہ باوجود بینائی نہ ہونے کے اس طرح بے تکلف پڑھاتے ہیں کہ اور ماہرین اس فن کے اگر ہزار چشم بمطالعۂ شب و روز صرف کتاب کریں تو حیثیت خطوط و دوائر کی ویسی آپ نہ سمجھیں اور نہ دل نشیں تلمیذ کے کرسکیں۔ از بسکہ حضرت موصوف کے مزاج تقدس امتزاج پر قدیم الایام سے ترک غالب تھا، جب ایسے تلامذۂ باکمال کو فارغ التحصیل اور لائق درس و تدریس کے پایا اپنی طبیعت کو اس طرف سے اٹھا کر ذکر و اشغال کی طرف مصروف کیا اور کمل فقرا اور عظمائے مشائخ سے فیض باطن کو کسب اور نعمائے معنوی کو حاصل کیا اور رنج سفر اپنی ذات موہبت آیات پر گوارا کرکے پاک پٹن میں جاکر حضرت شاہ سلیمان صاحب کی خدمت سے مشرف ہوئے اور ان کے فیض صحبت سے تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کو بکمال پہنچایا اور رخصت انصراف حاصل کرکے پھر وارد شاہ جہان آباد ہوئے۔ ان دنوں میں شاہ صابر بخش صاحب جہان فانی سے راہی عالم باقی ہوچکے تھے، آن کی خانقاہ کی بود و باش کو ترک فرما کر ایک اور مسجد میں کہ قریب قلعۂ مبارک کے واقع ہے، سکونت اختیار کی اور آج تک وہیں تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کی برکت قدوم سے اس مسجد کی مرمت ہر سال ہوتی رہتی ہے اور ایسی آباد ہوگئی ہے کہ اب اس کو باعتبار کثرت عبادات اور وفور طاعات خیرالمساجد اور افضل المعابد کہنا چاہئے۔ اب سن شریف آپ کا قریب ستّر کے پہنچا ہے۔ خدائے عزوجل آپ کی

عمر کی ترقی کرے کہ طالبان صادق کو آپ کے فیض باطن سے فوائد کثیرہ اور ہدایت موفورہ اصل ہوتی ہے۔

حضرت سید احمد صاحب قدس سرہ(۱)

جناب ہدایت انتساب زبدہ و اصلان درگاہ سید احمد صاحب (طالب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ) سادات عظام اور مشائخ کرام سے تھے موطن اصلی آپ کا بریلی۔ اوائل حال میں شوق طالب علمی میں وطن سے وارد شاہجہاں آباد ہو کر حضرت بابرکت مولانا عبدالقادر علیہ الرحمۃ کی خدمت سراسر افادت میں حاضر ہو کر مسجد اکبرآبادی میں فروکش ہوئے اور صرف و نحو میں فی الجملہ سواد حاصل کیا۔ ازبس کہ ذوق درویشی اور مسکینی طینت میں پڑی ہوئی تھی (۲)۔ اکثر خدمت مسجد اور اس مقام کے واردوں، خصوصا درویشان پاک طینت کی، جو دور دراز سے تحصیل علم باطنی کے شوق میں جناب مولانا عبدالقادر صاحب مغفور موصوف کی خدمت میں حاضر رہتے، خاطرداری اور سرانجام مہام میں ایسے بدل سرگرم ہوتے گویا اس امر کو اہم مہام سمجھے ہوئے تھے۔ اور اس زمانے میں بھی اپنی اوقات کو طاعات و عبادات میں ایسا معروف کیا تھا کہ جو لوگ صرف اسی امر کے واسطے کنج نشین اور گوشہ نشین تھے ان سے بھی اس طرح خاطر مجموع اور حضور قلب سے ظہور میں نہ آتے تھے۔ اکثر مولانائے مغفور رحمۃاللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس بزرگ کے احوال سے آثار کمال ظاہر ہوتے ہیں اور مادہ اس سعادت منش کا ترقی مدارج علیا کے قابل نظر آتا ہے۔ اسی اثنا میں سر گروہ علمائے انام، اسوۂ بلغائے عظام، جامع کمالات صوری و معنوی، خادم حدیث شریف نبوی، مولانا مولوی شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمۃ سے بیعت کا ارادہ کیا۔ جب ان کی خدمت میں گئے، مولانائے ممدوح جو کہ ان کے حالات سے واقف تھے، فرمایا کہ حق جلّ و علا نے اس صاف باطن کو اختیار طریقۂ رشد و ہدایات کے باب میں واسطے کا محتاج نہیں رکھا اور وسیلہ کا نیازمند نہیں کیا۔ لیکن اہل ظاہر کے نزدیک ہر چیز کے لیے ایک سبب ضرور ہے، رفع حجت عوام کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر آپ نے مولانائے

---

(۱) آپ کے مفصل حالات کے لیے دیکھو سیرۃ سید احمد شہید بریلوی از مولوی ابوالحسن علی ندوی۔

(۲) ''ذوق،، کو اردو میں مذکر لکھتے ہیں اس لیے ''پڑا ہوا تھا،، ہونا چاہئے۔

موصوف سے بیعت کے بعد چند مدت کے سفر اختیار کیا اور اطراف و جوانب میں خدا شناسان پاک باطن سے فیض حاصل کرنے میں سرگرم رہے۔ ازبس کہ مقامات عالی روز بروز کھلتے جاتے تھے اور مراتب علیا آناً فاناً ترقی میں تھے، اس دولت بے زوال سے اہل ظاهر کو آگاهی هوچکی اور هر طرف سے لوگوں نے هجوم کیا اور کسی نے بیعت اور کسی نے روائے حاجات سے سوال کرنا شروع کیا۔ چونکه اخفائے حال اور ستر احوال منظور تھا خیال میں یه آیا که اگر اهل دنیا کے لباس سے ملبس هوکر علم باطنی کی تحصیل اور تکمیل کی جاوے تو یه هجوم عوام کا جمیعت اوقات میں خلل انداز نه هوگا۔ اس خیال سے ٹونک کی طرف تشریف لے گئے اور نواب امیر خاں کی رفاقت میں بسر کی۔ اور ازبسکه شجاعت اور جواں مردی سادات صحیح النسب کا جوهر هے، اس اثناء میں ترددات عظیمه آپ سے ظهور میں آئے اور با این همه تلاش اهل باطن کی روز و شب پیش نهاد تھی اور اکثروں کو هدایت کی راه بھی آپ سے حاصل هوئی۔ جب اس عرصه میں جمیع مراتب کی تکمیل هوگئی آپ ترک دنیا کرکر پھر شاهجهاں آباد میں تشریف لائے اور مسجد اکبرآبادی میں وارد هوے۔ اس اثنا میں مولانا عبدالقادر رحمةالله علیه کا انتقال هوچکا تها اور مولوی محمد اسمٰعیل (۱) رحمة الله علیه قائم مقام علوم رسمی کے درس و تدریس میں مصروف تھے اور اهل باطن کی طرف چنداں ملتفت نه هوتے تھے۔ جب اس دفعه آپ کے تشریف لانے سے مردم شهر میں ایک غلغله پڑگیا تها اور طالب فیض باطن کے کثرت سے هجوم کرنے لگے۔ ایک بار مولوی صاحب موصوف نے به اتفاق مولوی عبدالحی (۲) رحمةالله علیه

---

(۱) مولوی محمد اسمٰعیل ابن مولوی عبدالغنی حضرت شاه ولی‌الله دهلوی کے پوتے، مشهور عالم دین، کئی کتابوں کے مصنف۔ حضرت سید احمد بریلوی رح کے همراه جهاد کرتے هوئے ۱۲۴۶ھ میں بمقام بالاکوٹ (پنجاب) شهید هوئے۔ آپ کے حالات میں ایک کتاب ''سیرۃ اسمٰعیل شهید،، اردو میں لکھی گئی هے۔

(۲) مولانا شاه عبدالعزیز دهلوی قدس سره کے شاگرد اور داماد۔ فقه حنفیه کے بڑے ماهر تھے۔ ان کی تصنیف سے فتاویٰ اور رساله نکاح ایامیٰ دو کتابیں پائی جاتی هیں۔ حضرت سید احمد بریلوی رح کے ساتھ جهاد میں شریک تھے۔ (تذکرۂ علمائے هند ص ۱۱۴ - ابجدالعلوم ص ۹۱۶—۹۱۵)۔

کے آپ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ ہم کو نماز حضور قلب سے کبھی میسر نہیں ہوئی، اگر آپ کی ہدایت سے یہ امر حاصل ہوجائے تو عین مدعا ہے۔ حضرت نے کشف باطن سے معلوم کیا کہ یہ بطریق امتحان اس طرح سے کہتے ہیں۔ تبسم کیا اور فرمایا کہ مولانا آج شب کو اس حجرہ میں تشریف لاؤ شاید یہ بات ظہور میں آجاوے۔ ان کو زیادہ استعجاب ہوا اور شب کو دونوں صاحب تشریف لے گئے اور آپ نے اپنے ساتھ ان کو نماز میں کھڑا کیا اور جب نماز پڑھوا چکے، فرمایا کہ اب جدا جدا نیت باندھ کر دو دو رکعت علیحدہ پڑھو۔ یہ جب کھڑے ہوے تو اس طرح کا استغراق ہوا کہ ان دونوں صاحبوں کو انہیں دو رکعت میں شب بسر ہوگئی۔ جب یہ فیض باطن مشاہدہ کیا، صبح کو دونوں صاحبوں نے بیعت کی اور یہاں تک آپ کی کفش برداری میں حاضر رہے کہ آپ کی کفش برداری کو فخر سمجھتے تھے۔ چند روز کے بعد آپ نے فرمایا کہ مولانا مشیت الٰہی میں یہ ہے کہ تم کو تکمیل اس علم کی اور تتمیم ان مراتب کی سفر میں حاصل ہو، ان کو ہمراہ لے کر مکۂ معظمہ کا سفر کیا اور راہ میں قریب ہزار آدمی کے اپنے ہمراہ لے کر اور ان کے مایحتاج کے متکفل ہو کر حج ادا کیا اور وہاں سے پھر ہندوستان کی طرف تشریف لائے۔ اور آپ جو ترویج رسوم شرعیہ اور امر بالمعروف بہت کرتے، منہیات کا رواج ان کے قدوم کی برکت سے اکثر اطراف سے اٹھ گیا۔ طرفہ یہ ہے کہ شہر کلکتہ میں جب تک آپ نے تشریف رکھی شراب مطلق نہ بکنے پائی اور کلال خانہ بندرہا اور اس نواح میں آپ کے مریدوں کی کثرت لکوک(۱) سے گذر گئی اور آپ کے اکثر خلفا کو قطب اور اوتاد کا مرتبہ حاصل ہوا۔ اور جو کچھ از روئے کشف باطن کے معلوم ہوگیا تھا کہ آپ کو مع اکثر مومنین پاک اعتقاد کے سعادت شہادت حاصل ہونے والی ہے۔ مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبدالحی کو اجازت ہوئی کہ اطراف ہندوستان میں وعظ کہو اور بیشتر جہاد اور فضیلت شہادت بیان کرو۔ ہر چند یہ اس کا منشا نہ جانتے تھے اور نہ پتہ لے گئے کہ اس ارشاد کا سبب کیا ہے۔ لیکن جو کہ مرید با اخلاص تھے سرمو تجاوز نہ کیا اور فرمان بجالائے۔ ان کے وعظ سے لکھوکھا مردم شاہراہ ہدایت پر آئے۔ اور شوق ماھوالحق دل میں جم گیا اور جہاد کی افضلیت ذہنوں میں بیٹھ گئی اور خود بخود چاہنے لگے کہ اگر جان و مال راہ الٰہی میں صرف ہو تو عین سعادت ہے۔ بعد مدت کے ان بزرگوں کو حضرت نے لکھا کہ اب ہمارے پاس چلے آؤ۔ یہ تو جاں نثار تھے بہ مجرد حکم کے مشتاقین وعظ کو نیم جان

جہاد

(۱) "لکوک،، لک کی جمع، یعنی لاکھوں۔

چھوڑ کر خدمت با برکات میں راہی ہوئے اور حضرت ان کو ہمراہ لے کر کوہستان چلے گئے اور یہ ہنوز اس کے منشا سے واقف نہیں۔ جب پنجتار میں وارد ہوئے قوم افغان باآں کہ وحوش سے کم نہیں، حضرت کے ایسے معتقد ہوئے کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت امامت کی اور عہد کیا کہ اگر حضرت جہاد کریں تو ہم سرفروشی کو حاضر ہیں۔ آپ نے سکھوں کی قوم پر جہاد قائم کیا۔ مردم ہندستان اس خبر کے سننے سے اطراف و جوانب سے راہی ہوئے اور سوائے قوم افاغنہ کے مردم ہندستان لاکھ آدمی کے قریب جمع ہوئے اور خطبہ آپ کے نام کا پڑھا گیا، دور دور امام (۱) ہوگیا۔ چند منزل تک عُشر جو طریقۂ اسلام میں ایک نوع خراج کی ہے، آپ کے پاس آنے لگا۔ پشاور اور بعض اور مکان سکھ کی عمل داری سے نکل کر غازیان اسلام کے تصرف میں آگئے۔ سکھوں کے باوجود اس شوکت و شان ظاہری کے آپ کا ایسا رعب دل میں بیٹھ گیا کہ کچھ ملک دینے پر راضی ہوئے، سچ ہے —

ع ۔ ہیبت حق است ایں از خلق نیست

لیکن حضرت کو جو کہ ترویج اسلام منظور تھی قبول نہ کیا۔ کئی سال تک یہی سلسلہ یونہیں چلا گیا۔ اور مولانا مولوی عبدالحی علیہ الرحمۃ نے بیماری بدنی سے سفر آخرت اختیار کیا (۲)۔ بعد اس کے جو کہ قوم افاغنہ بندۂ زر اور نہایت طامع ہیں، سکھوں کے اغوا سے آپ سے منحرف ہوگئے اور عین معرکۂ جنگ میں آپ سے دغا کی۔ از بسکہ مشیت الٰہی میں دولت شہادت آپ کے نصیب میں تھی، قریب بالاکوٹ کے حضرت نے مع مولوی محمد اسمعیل اور اکثر مومنین صاف اعتقاد کے شہادت پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت کی شہادت کو چودہ پندرہ برس کا عرصہ گذرتا ہے (۳)۔

---

(۱) دور دورۂ امام

(۲) ۸ شعبان سنہ ۱۲۴۳ ھ میں بعارضۂ بواسیر آپ نے وفات پائی (تذکرۂ علمائے ہند صفحہ ۱۱۴)

(۳) ۲۴ ذی القعد سنہ ۱۲۴۶ ھ میں بمقام بالاکوٹ (پنجاب) آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

رسول شاهیوں کا بیان (۱)

اس سلسله کا بیان کسی کتاب میں مبسوط نہیں اس واسطے مجھ کو مناسب معلوم هوا که تھوڑا تھوڑا اس سلسله کا حال رسول شاه صاحب سے لکھ دوں ۔ اگرچه رسول شاه صاحب جن کے نام سے یه سلسله جاری هے میرے زمانه کے بہت پہلے تھے اور میں نے بجز شاه فداحسین صاحب کے اور کسی کو نہیں دیکھا تھا ، لیکن اول سے حال لکھنے میں بہت اچھی توضیح هوجاویگی اور آئنده کو یادگار رہے گی ۔

رسول شاه صاحب آپ کا سلسلۂ خانوادۂ سہروردیه میں هے اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیه الرحمة تک پہنچتا هے ۔ آپ پر جذب بہت غالب تھا اور همیشه کوهستان الور میں پھرا کرتے تھے۔ دوسرے تیسرے دن اگر کوئی ٹکڑا روٹی کا هاتھ لگ گیا کھالیا ورنه کچھ پرواه نہیں اور جس طرح که اهل جذب کا دستور هے اسی طرح اپنے معبود کی عبادت میں مصروف رهتے اور دنیا و مافیها سے خبر نه رکھتے تھے ۔ کثرت جذب اس قدر تھی که تکالیف شرعیه ان پر سے سب کی سب ساقط هوگئی تھیں ۔ لباس کی کچھ قید نه تھی ۔ کوئی چتھڑا سر کو باندھا باندھا نه باندھا ۔ اور اسی طرح اگر کچھ هوا تو اس کا لنگوٹ کرلیا ورنه اس کی بھی کچھ پرواه نہیں ۔ غرض که عالم جذب میں رهتے اور صدها کرامات اور خرق عادات اسی عالم میں اور اسی حال میں ان سے صادر هوتیں ۔ آپ سادات بہادر پور مضافات الور سے هیں اور اصلی نام آپ کا سید عبدالرسول هے ۔ وهاں کے لوگ نہایت معتقد تھے اور روائے حاجات ان کے انفاس متبرکه سے جانتے ۔

(۱) یه طریقه سید رسول شاه صاحب الوری سے جاری هوا ۔ اس گروه کے فقیر چہره پر خاک لگاتے هیں اور چار ابرو کا صفایا رکھتے هیں اور ایک رومال مثل کلاه کے سر پر رکھتے هیں اور رات کا سونا حرام جانتے هیں ۔ اکثر صاحب ورد وغیره عضو تحلیل کو اپنی زبان سے چاٹ کر اچھا کرتے هیں ۔ سلسلۂ بیعت ان کا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتا هے ۔ (تذکرة الفقراء صفحه ۲۲) ۔

راجه الور نشونما اپنی ریاست کا آپ ھی کی ذات فیض آیات سے سمجھتا تھا اور نہایت اعتقاد آپ کی جناب میں رکھتا تھا ۔ سلسلہ آپ کا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تک اس طرح پہنچتا ھے کہ رسول شاہ دیکھنے والے نعمت اللہ شاہ کے اور وہ دیکھنے والے شاہ داؤد مصری کے اور وہ دیکھنے والے سخی حبیب کے اور وہ دیکھنے والے شاہ اسمعیل کے اور وہ دیکھنے والے شاہ مرتضیٰ انند کے اور وہ دیکھنے والے شاہ رزاق پاک کے اور وہ دیکھنے والے شاہ اللہ داد کے اور وہ شاہ پیرن بندگی کے اور وہ شاہ سحن گوشہ نشین کے اور وہ شاہ محمد کے اور وہ شاہ حضرت اسحٰق کے اور وہ شاہ داؤد طائی کے اور وہ شاہ راجو قتال کے اور وہ مخدوم جہانیان جہاں گشت کے اور وہ حضرت سید جلال بخاری کے اور وہ حضرت سید احمد کبیر کے اور وہ سید جلال شاہ بزرگ کے اور وہ سید مخدوم شاہ بہاؤ الدین کے اور وہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے رحمة اللہ علیہم اجمعین ۔ آپ کو ابتدا سے ایک جذب تھا ۔ بارہ برس کی عمر میں شاہ نعمت اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوے اور ایک دم میں جذب الی اللہ حاصل ھوا اور جنگل اور پہاڑوں میں نکل گئے اور دن رات اللہ کی یاد میں بسر کی اور بائیسویں جمادی الثانی سنہ ۱۱ هجری کو انتقال کیا اور سواد الور میں اس مقام میں جہاں تکیہ رسول شاھیوں کا ھے ان کو دفن کیا، پھر بہ سبب ایک کے سانحہ کہ اس کا بیان اس مختصر میں نہیں ھوسکتا آپ کے استخوان کو اکھاڑ کر فیروز پور جھرکہ میں مدفون کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مولوی شاہ حنیف صاحب آپ کا اصلی نام مولوی مظفر حسین ھے اور وطن آپ کا قصبۂ میرٹھ ، بڑے عالم زبردست اور امرائے خاندانی ھیں ۔ نسب آپ کا نواب خیرالدین خاں اور فرحت اندیش خاں تک پہنچتا ھے ۔ ھمیشہ درس و تدریس میں مصروف رہتے اور مسجد میں بیٹھے رہتے کہ یکایک رسول شاہ صاحب کا ایک فقیر پہنچا اور آپ سے کہا کہ چلو رسول شاہ بلاتے ھیں ۔ یہ سنتے ھی آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ساتھ ھوے اور اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ھوکر وھی عالم ھوگیا اور اسی طرح عالم جذب میں بسر کی اور صدھا کرامات اور خرق عادات اسی عالم میں ظاھر ھوئیں ۔ آخر سترھویں شعبان سنہ ۱۲ هجری میں انتقال کیا اور اپنے پیر کی طرح پہلے الور میں اور بعد اس کے فیروز پور

جھرکہ میں مدفون ہوئے۔ کبھی کبھی آپ اسی عالم میں اشعار بھی فرماتے تھے اور ایک گیان چوسر بطریق تصوف اور ایک شرح گلستان آپ کی یادگار ہے اور یہ چند اشعار آپ کے ہیں :—

دل بے خطرہ مظہر ذات است — بحر بے موج عین مرآت است

خدارا چہ جوئی تو خود را بجو — چو خود را بیابی توئی جملہ او

تو مبین خود را سر مو یک نفس — تابہ دانی خالق خود ہر نفس
گر نہ بودی خود مقیم اندر بدن — کے شدی قایم ز خود دیوار تن
گر نہ بودی باغباں در باغ تن — کے شدی رونق بہار این چمن

شاہ فداحسین صاحب(۱) آپ کا اصلی نام خواجہ نجیب الدین احمد ہے اور آپ اولاد حضرت خواجہ یوسف ہمدانی سے ہیں۔ اٹھارہ برس کی عمر سے فقیری اور خاکساری اختیار کی اور اپنے پیر کی خدمت میں فراغت تحصیل علوم سے کی۔ تصوف میں بہت بڑا ملکہ تھا اور فصوص الحکم وغیرہ کتب مشکلہ تصوف کو بہت آسانی سے پڑھاتے تھے۔ دنیا سے مطلق لگاؤ نہ تھا۔ اخلاق و خاکساری بدرجہ کمال تھی۔ گوشہ نشینی اور زاویہ گزینی حد سے سوا تھی۔ صحبت عوام الناس کی بہت نا پسند فرماتے اور ہمیشہ تنہا بیٹھے رہتے۔ تمام عمر خاک بدن سے ملی اور اینٹ سرہانے رکھی اور زمین پر یا پتھر پر پڑ رہتے۔ اگرچہ آپ کے مزاج میں سلوک جذب پر غالب تھا، لیکن کبھی شان جذب بھی ظہور کرتی تھی۔ بیس برس تک الور میں اپنے پیر کی خدمت میں رہے اور طرح طرح کی ریاضت کی اور اپنے پیر مولوی محمد حنیف صاحب کی وفات کے بعد ان کی جگہ سجادہ نشین ہوئے اور پھر بہ سبب بعض سوانح کے دلی تشریف لائے اور چالیس برس ایک حجرہ میں بیٹھے رہے۔ بعد اسکے راجہ بنے سنگھ الور والے نے نہایت تمنا کی کہ پھر اسی تکیہ میں آن کر رہیں۔ اگرچہ آپ کو اس زمانہ میں بسبب لحوق امراض متعددہ کے حواس ظاہری نہ تھے، لیکن آپ کے مرید اسی حال میں وہاں لے گئے

---

(۱) یہ بزرگوار سرسید کے نانا خواجہ فرید الدین کے برادر حقیقی تھے۔ چناں چہ مولانا حالی نے سرسید کے خاندانی حالات میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ (حیات جاوید حصہ اول ص ۱۸)

اور چند مدت بعد وہاں جا کر اٹھارویں محرم سنہ ۱۲۰۹ھ میں جمعرات کے دن انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے ۔ آپ کی ذات بھی مغتنمات روزگار سے تھی اور بیسیوں خرق عادات آپ سے ظہور میں آئی ہیں ۔ حقیقت میں خاتم سلسلہ رسول شاہیہ ہوئے اور آپ کی ذات فیض آیات سے اس سلسلہ کو رونق تازہ ہو گئی تھی ۔ خلفا آپ کے بلاد دور دراز گئے ہیں ۔ چناں چہ تبت اور سراندیپ اور مشہد وغیرہ بلاد میں آپ کے فقیر موجود ہیں ۔ کبھی کبھی آپ اپنے پیر کی طرح عالم جذب میں شعر بھی فرماتے تھے اور مثنوی بن سوسر آپ کی طبع زاد سے موجود ہے کہ بعض معتقدین نے جمع کی ہے ۔

اشعار فارسی

مرا جز دیدن دیدار وجہ‌اللہ کاری نیست در دنیا شفاعت ما بجز ذات رسول‌اللہ یاری نیست در عقبیٰ

خویشتن را خود عیان فرمودہ صورتے از جسم و جان بنمودہ
کل نفسٍ واحدٍ فرمودہ واحدٌ فی کل نفسٍ بودہ

اگر بخلوت دل یک زمانہ بنشینی درون کعبہ دل صورت خدا بینی

نسبت طاعت بخود عصیان بود نسبت عصیان بخود عرفان بود
چون بہر صورت بہ بینی یار را خود بخود واقف شوی اسرار را

خویشتن را نیست دانستن وجود حق بود از وجودش ہست دانستن شہود حق بود

عین ذات تو بود وحدت وجود این صفات تو بود وحدت شہود
غیر وحدت نیست کثرت را وجود غیر کثرت نیست وحدت را شہود

شاہ توکل حسین صاحب آپ کے خلفا میں سے ہیں اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کے نسب سے راقم کو اطلاع نہیں ہوئی، مگر اس قدر جانتا ہوں کہ فنا فی الشیخ تھے۔ اپنے پیر کی اطاعت میں ایسے فنا ہوے کہ بہت مشکل ہے۔ آپ کو اپنے پیر سے بہت فیض حاصل ہوے۔ آخرکار سنہ ۱۲۶۲ ہجری میں انتقال کیا اور الور ہی میں مدفون ہوے۔ اب رنگ علی شاہ کو آپ کی جگہ بٹھایا ہے۔

مجذوبوں کا بیان

سید عسکری یہ حضرت جناب سید حسن رسول نما علیہ الرحمہ (۱) کے نواسوں میں ہیں۔ ابتدا میں سپاہی پیشہ تھے اور نوکری چاکری کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کا گذر الور کی طرف ہوا اور مولوی محمد حنیف صاحب کی خدمت میں حاضر ہوے اور یہ شعر پڑھا :-

مستم چناں بکن کہ ندانم ز بیخودی ۔ در عرصۂ خیال کہ آمد کدام رفت

یہ شعر سن کر آپ نے ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہا کہ جاؤ اپنے نانا کی قبر پر جا بیٹھو۔ اس وقت سے ایک جذب غالب ہوا اور بالکل مست الست ہوگئے۔ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ آپ حضرت سید حسن رسول نما کے مزار (۲) کے پاس زنجیروں سے جکڑے ہوے بیٹھے رہتے تھے۔ مجال نہ تھی کہ آپ کی طرف نگاہ بھر کر دیکھ سکے۔ تھوڑے دن ہوے کہ اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔

جناب میر قطبی صاحب سادات کبار سے تھے۔ اوایل میں کسی وقت عبادت سے فارغ نہیں رہتے تھے اور چوں کہ ہمیشہ سے سلوک پر جذب غالب تھا رفتہ رفتہ نوبت از خود رفتگی کی پہنچی اور ترک لباس کر کر قیود ستر عورت سے بھی فارغ

---

(۱) اولیاے کبار میں سے ہیں۔ آپ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں تقرب حاصل تھا کہ جس کو چاہتے زیارت کرا دیتے۔ اسی لیے لقب ''رسول نما'' مشہور ہو گیا۔ سنہ ۱۱۰۲ ھ میں آپ کا وصال ہوا (تاریخ دہلی از سید احمد ولی اللہی ص ۱۸۵)۔

(۲) درگاہ سید حسن رسول نما رح دہلی میں واقع ہے ۲۱ شعبان کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

ہو گئے ۔ اکثر اوقات خرق عادات و کرامات جلی آپ سے سرزد ہوتیں ۔ عرصہ گذرتا ہے کہ جہان ناپائدار سے سفر آخرت کیا ۔

شاہ عبدالنبی کملائے دہر سے تھے اوائل حال میں مکان سکونت معین نہ رکھتے تھے ۔ کبھی کسی گوشہ میں اور کبھی کسی سایہ دیوار میں پڑ رہتے ۔ جب تک کہ اعلم العلما افضل الفضلا سر آمد اہل قال عمدہ اہل حال، مولانا بالفضل اولانا مولوی عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ قید حیات میں اور مسجد اکبرآبادی میں ساکن تھے، ان کے مادام الحیات لزوم اس امر کا تھا کہ شب کو کسی گوشہ میں بسر کیا اور صبح سے شام تک مسجد مذکور کے سامنے ایک منبع پر کہ نہر پر واقع ہے، بیٹھے رہتے ۔ سالہا سال اسی طرح سے کٹے اور اکثر اہل حاجت اپنی روائے حاجات کے واسطے وہیں آپ کی خدمت میں پہنچتے اور منتظر دعائے خیر رہتے ۔ مولوی صاحب مرحوم بھی طالبان اخلاص کے سامنے اکثر آپ کی تعریف بیان فرماتے، حتیٰ کہ مولوی صاحب بیمار ہوئے اور صاحب فراش ہوئے ۔ جب کہ نوبت نفس واپسیں کی پہنچی یہ بزرگ اپنا بستر کندھے پر ڈال کر کسی طرف کو روانہ ہوئے اور چوکہ یہ امر خلاف عادت تھا، لوگ اس حرکت سے بہت متعجب ہوئے ۔ جب آپ کے قریب گئے تو کلمات تاسف آپ کی زبان پر جاری تھے اور یہ کہتے تھے کہ ''اب قدردان ہمارا دنیا سے چلا گیا ہم یہاں رہ کر کیا کریں گے'' اور اس طرح سے چلے کہ کسی نے نہ جانا کہ کس طرف راہی ہوئے ۔ بعد کتنی دیر کے حضرت مولانا جہان گذران سے ملک بقا کی طرف راہی ہوئے ۔ چوکہ وہ بزرگ کبھی مسجد کے اندر نہیں جاتے تھے اور باہر سر راہ بیٹھتے تھے، مولانا کے انتقال پر آگاہ ہوجانا صرف آپ کے کشف سے علاقہ رکھتا ہے ۔ بعد چند روز کے یکا یک پیدا ہو گئے اور مسجد جامع کے ایک حجرہ میں سکونت اختیار کی ۔ کرامتیں آپ کی اکثر مشاہدہ اور معاینہ ہوئیں ۔ باوجود غلبہ جذب کے نماز کی طرف بھی اکثر مصروف رہتے، لیکن پابند اوقات معینہ کے نہ تھے اور اکثر ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے قرآن مجید بخط نسخ لکھا کرتے اور کسی سے بات نہ کرتے ۔ نفس واپسیں تک یہی ایک حالت آپ سے مشاہدہ ہوئی ۔ اکثر رؤسائے ذی مقدور آپ کی خبر گیری سے غافل نہ رہتے تھے ۔ خصوصاً بخشی بھوانی شنکر کہ ایک امرائے شاہجہاں آباد سے تھا، شب و روز خدمت گذاری میں مصروف رہتا تھا ۔ آپ کی خوراک دونوں وقت دہی اور پیڑے تھے اور تعجب یہ ہے کہ کبھی یہ خوراک آپ کو مضرت نہ پہنچاتی تھی اور کبھی بیمار نہ پڑتے تھے ۔

باوجود کہ عمر قریب ستر برس کے تھی لیکن رنگ ایسا سرخ و سفید تھا کہ جیسا عالم جوانی میں ہوتا ہے - تمام عمر میں ایک دفعہ بیمار ہوئے جو مرض الموت تھا۔ مدت ہوئی ہے کہ سرزمین نورانی سے عالم بقا کی طرف راہی ہوئے۔

میر احمد دیوانہ | آپ کے اوایل حال سے کچھ واقفیت نہیں - ہمیشہ از خود رفتگی اور جنون زدگی میں رہتے مگر اس پر بھی اکثر مردم اپنی روائے حاجات کے واسطے آپ کے پاس آتے اور بہت سے لوگوں کو منفعت کلی آپ کے کچھ فرما دینے سے ہوئی - شب و روز چتلی قبر کے نواح میں رہتے تھے - جس دکان کو خالی دیکھتے اُس میں شب کو بسر کرتے - باوجود از خود رفتگی کے کسی نے برہنہ آپ کو نہیں پایا - جہان فانی کو چھوڑے ایک عرصہ ہوا -

دبن علی شاہ | شب و روز جذب کی حالت میں رہتے ہیں - پہلے زمانہ میں موتیا کھان کی طرف پھرا کرتے اور وہیں کہیں گوشہ میں پڑ رہتے - اب چند مدت سے قدم شریف کی نواح میں ایک گنبد میں سکونت اختیار کی ہے - بہ سبب کمال از خود رفتگی کے برہنہ مطلق رہتے ہیں اور ہجوم مردم کے وقت کلمات بے صرفہ زبان پر بہت جاری ہوتے ہیں لیکن اہل حاجات جب ان کلمات کی طرف توجہ کرتے ہیں تو وہ باتیں جو اہل ظاہر کے نزدیک لا طائل اور بے محل ہیں ' بعینہ ان سب کے مطالب اور حاجات کا جواب ہوتی ہیں ' اور طرفہ یہ ہے کہ سوالات مختلف کا جواب انہیں باتوں سے ہر ایک کو حاصل ہو جاتا ہے اکثر اوقات خوارق عادت آپ سے ظاہر ہوئی ہیں -

خانم صاحب | ایک عورت با خدا تھیں ' باعتبار صفائی باطن کے ہزار مرد سے بہتر - بلی ماروں کے محلہ کے قریب شیر افگن خاں کی بارہ دری میں رہتی تھیں - ہر چند جذب مزاج پر غالب تھا لیکن نہ اس قدر کہ از خود رفتگی تک نوبت پہنچے - بیشتر لوگ خواص و عوام سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی روائے حاجات کے واسطے سوال کرتے - اور بیشتر مشاہدہ ہوا کہ جس امر میں آپ کی زبان سے کچھ نکلا بے کم و کاست وہی ہوا - دو چار مہینے کا عرصہ ہوا کہ جہان فانی کو رخصت کیا -

بائی جی

یہ ایک عورت تھیں باکمال ، شہر شاھجہان آباد کے باھر قریب عید گاہ قدیم کے ایک چھپر میں تمام عمر بسر کردی ۔ معلوم نہیں کہ اصلی نام کیا تھا لیکن لوگ بائی جی کے نام سے مشہور کرتے تھے ۔ اثنائے کلام میں اکثر آیات قرآنی جاری ہوتی تھیں ۔ خصوصاً انّا اعطینا ک الکوثر ۔ دیکھا گیا کہ جب کوئی اپنے مطلب کے واسطے ان کے پاس گیا تو ستر کوڑیاں اس مال میں سے جو ان کے پاس لے جاتا ، علاحدہ کر کر سترہ دفعہ زمین پر رکھ کے زمین سے اٹھاتیں اور ہر دفعہ آیت انا اعطینا کی پڑھتی جاتیں اور بعد جو کچھ دل میں آتا سائل کو کہہ دیتیں ۔ لیکن قدرت الٰہی کو تماشا کرنا چاہیے کہ جو اس وقت ان کی زبان سے نکلتا بعینہ وہی امر بے کم و کاست وقوع میں آتا ۔ قریب ایک سال کے ہوا کہ جہان فانی سے رحلت کی ۔

حاجی غلام علی نقیب الاولیاؒ

بادشاھی عہد میں نقیب الاولیائی کا بہت معزز عہدہ تھا اور خبر گیری تمام فقیروں اور گوشہ نشینوں کی اور تقرر وظیفہ ان لوگوں کا اس سے متعلق تھا ۔ اگرچہ اس زمانہ میں وہ بات نہیں رہی مگر نام چلا جاتا ہے ۔ غرض کہ خواجہ غلام علی اس زمانہ میں اس عہدہ پر تھے اور نہایت صاحب کمال آدمی تھے اور واقع میں نقیب الاولیائی کے لائق تھے ۔ نسبت باطن کے بہت درست ، عشق رسول مقبول میں چور تھے ۔ نماز وظیفہ میں بہت مستعد ۔ فیض صحبت درویشوں نے ایسی تاثیر کی تھی کہ ایسا مذاق ان کو حاصل ہوا تھا کہ کاہے کو ہوتا ہے ۔ اسی شوق میں زیارت حرمین شریفین کی اور ہمیشہ رسول مقبول علیہ الصلواۃ والسلام کی یاد میں رویا کرتے ۔ آپ حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار کی اولاد میں سے تھے جن کی تعریف میں مولانا جامی فرماتے ہیں ع

چو فقر اندر لباس شاھی آمد   بتدبیر عبید اللٰہی آمد

آپ کے بزرگ محمد شاہ کے وقت میں ھندوستان میں آئے اور پہلے یہ عہدہ خواجہ رفیع الدین صاحب کو ملا ۔ ان کے انتقال کے بعد خواجہ محمد مراد ان کے بھانجے اس منصب پر سرفراز ہوئے ۔ ان کے انتقال کے بعد یہ بزرگ صاحب اس منصب کے ہوئے ۔ " غلام علی " تاریخ ولادت ہے اور یہ سجعہ مہر تھا : ع علی امام من است و منم غلام علی ۔ آخر کار پندرھویں تاریخ ذیحجہ کی سنہ ۱۲۶۱ ھجری میں وفات ہوئی اور ترکمان دروازہ کے باھر چوسٹھ کھنبہ میں مدفون ہوئے ۔

خواجہ احمد علی نقیب الاولیاء

ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے خواجہ احمد علی صاحب اس منصب پر سرفراز ہوئے ، اللہ ان کو سلامت رکھے ۔

ذکر علمائے کرام ذوی المجد و الاحترام

حکیم احسن اللہ خان

حکمت مآب، کمالات اکتساب، جامع نفائس علوم، مبانی فہوم، حاکم محاکم حکم حکیم مسیحا دم، حکیم محمد احسن اللہ خان المخاطب بخطاب احترام الدولہ، عمدۃ الحکما، معتمد الملک، حاذق الزمان، حکیم محمد احسن اللہ خان بہادر ثابت جنگ ۔ یہ سرگروہ ارباب کمال شیخ صدیقی اور ہراتی الاصل ہیں ۔ سلسلہ ان کے نسب کا حضرت خواجہ زین الدین ہراتی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے کہ عرفائے دہر اور کملائے روزگار سے تھے اور طریقہ پیری مریدی کا ان کے خاندان میں جاری تھا، اور مردم روزگار ان کی ذات فیض سمات سے استفادہ فیض باطنی اس کثرت سے تھا کہ ملتزمان صحبت پر غوث اور قطب کا احتمال ہوتا تھا ۔ آخر الامر والی ہرات کی سوء مزاجی سے عزم غربت مصمم فرما کر کشمیر جنت نظیر میں تشریف لائے اور وہاں قیام اختیار کیا اور وہیں قضائے ربانی کے تقاضا سے گلگشت حدائق کشمیر سے سیر ہوکر سیر گلستان جنان کے واسطے راہی عالم باقی ہوئے۔ ان حضرات کا مزار برکت آثار چشمۂ ڈل سے کنارہ پر واقع ہے اور بنام ''زمیندار شاہ'' موسوم ہے ۔ وہاں کے رہنے والے ان کی روح مطہر سے بہ سبب کمال اعتقاد کے امیدوار امداد باطنی اور اعانت معنوی کے رہتے ہیں ۔ جب یہ معلوم ہوگیا، اب سنا چاہیے کہ حکیم صاحب موصوف کے اجداد ہمیشہ روزگار پیشہ رہے اور عمائد روزگار کی سرکار میں مناصب عمدہ سے سرفراز ۔ والد ماجد ان کے حکیم محمد عزیز اللہ خان مرحوم، کہ کمالات ان کے حیز تحریر اور حیطۂ تقریر سے خارج ہیں، اپنی ذات سے تحصیل علم طب کی طرف متوجہ ہوئے اور اس فن شریف کو احکم الحکما حاذق الملک حکیم محمد ذکاء اللہ خان مرحوم و مغفور سے حاصل کیا اور اطبائے نامی شہر شاہجہاں آباد سے اس فن میں سبقت لے گئے ۔ انھوں نے فنون حکمت و ہندسہ و ہیئت خدمت فضلائے عصر سے حاصل کرکر فن طبابت کو اپنے والد ماجد سے حاصل کیا، اور از بس کہ حافظہ پارۂ لوح محفوظ تھا اور طبیعت خبر و تقدیر تھی، چند مدت سے مدارج کمال سے کوئی باقی نہ رہا کہ طے نہ کیا ہو، اور شفائے مرضا داد الٰہی ہے جس کی زندگی سے مسیحا نے ہاتھ دھوئے۔ ان کے نسخے سے جی گیا ۔ اسی واسطے ساکنین شہر اور قاطنین دہر سوائے اس زبدۂ اہل کمال کے اور کسی طرف رجوع نہ کرتے ۔ جب کہ شہرہ فضل و کمال کا گوش فلک تک پہنچا اوایل حال میں خلاصہ روسائے نامدار فخر الدولہ نواب احمد بخش خان مرحوم والی فیروز پور جھرکہ کی ملازمت میں کمال عزت و توقیر کے ساتھ منصب طبابت پر نامور ہوئے اور ان کی رحلت کے بعد اسد الدولہ نواب فیض محمد خان مرحوم والی جھجھر کے پاس اسی منصب عمدہ پر مقرر ہوئے ۔ از بس کہ مزاج دانی اس صاحب ذہن رسا کے حصے میں ہے، اس سردار ذوی الاقتدار کا اعتقاد ان کی طرف

استوار ہوگیا کہ اپنی زیست انہیں کی توجہ سے جانتا تھا۔ اس رئیس کے انتقال کے بعد ترک روزگار کر کے چندے خانہ نشینی اختیار کی۔ لیکن از بس کہ ہر حرف ان کے نسخے کا ہوالشافی ہے اور ان کا نفس نفس عیسوی کا خواص رکھتا ہے، حضرت معین الدین محمد اکبر شاہ بادشاہ عرش آرام گاہ نے نہ چھوڑا کہ فیض ملازمت سے بہرہ اندوز نہ ہوں اور جس طرح سے ہوسکا اپنے پاس بلا کر عطائے خلعت اور عنایت خطاب عمدۃ الملک حاذق الزماں سے مشرف فرما کر خاص اپنے معالجے کے واسطے معین کیا اور تادم زیست بہ سمجھے کہ اگر یہ سلالۂ کرام ایک دم الگ ہو تو زندگی اس بادشاہ گردون جاہ کی محال ہے۔ اور ان کے انتقال کے بعد بندگان گردون توامان حضرت ظل الٰہی فلک بارگاہی ابو ظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ نے کمال قدردانی و رتبہ شناسی سے اپنے سنہ جلوس میں طلب کیا اور سعادت فیض گیری سے مستسعد فرما کر احترام الدولہ اور ثابت جنگ خطاب سابق پر زیادہ کیا۔ اور از بس کہ حضور فیض گنجور حضرت ظل اللہ کے مزاج اقدس میں ان کے کمالات جاے گیر ہوئے، روز بروز ترقی مدارج اور ارتفاع مناصب ظہور میں آنے لگا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ یہاں تک بادشاہ جم جاہ کی طبیعت پر تصرف ہوا کہ کوئی امر جزوی و کلی سے بے مشورہ و صلاح اس صاحب تدبیر صائب کے وقوع میں نہیں آسکتا، وہ امر اگرچہ متعلق منصب وزارت ہی ہو۔ لیکن سبحان اللہ اس حوصلہ و ظرف عالی پر ناز کرنا چاہیے کہ ہر چند ترقی مدارج یہاں تک ہے کہ نقیر و قطمیر قامۂ مبارک صرف اسی والا درجہ کی ذات پر موقوف، اور مدار جمیع امور سرکار بادشاہی کا اسی بلند اقتدار پر منحصر ہے، خلق کو اس مرتبہ پر وسیع کیا ہے کہ ہر ادنیٰ کی کارروائی میں وسعت سے زیادہ مصروف ہونا اور ہر صاحب غرض کے التماس کو بدل متوجہ ہوکر سماعت کرنا اہالی شہر سے کم ہوگا کہ ان کو اپنا محسن نہ سمجھتا ہو۔

حکیم غلام نجف خاں

سلالۂ کرام، نقاوۂ عظام، زبدۂ جہانیان حکیم غلام نجف خاں ابن حافظ محمد مسیح الدین شیخو پوری ساکن شیخو پور، کہ بدایوں کے مضافات سے ہے۔ اصل میں شیخ فاروقی ہیں اور بسبب عنایت سرکار (سرکار) شاہی کے خطاب خانی سے سرفراز ہوئے۔ جد ششمین ان کے شیخ فرید الخاطب محتشم خاں امرائے جلیل الشان عہد جہانگیری شاہجہان سے تھے کہ منصب پنج ہزاری ذات و پانچ ہزاری سوار سے سرفراز تھے۔ بموجب آپ کی استدعا کے حضرت جہانگیر بادشاہ سے چار ہزار بیگھہ اراضی موضع مولیا میں سے آبادی و سکونت کے واسطے مرحمت ہوئی۔ اس سرزمین میں ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام جہانگیر کے نام پر شیخو پور رکھا، کس واسطے کہ حضرت جہانگیر کا نام ایام شاہزادگی میں مرزا شیخو بہت مشہور تھا۔ اور والد شیخ فرید کے نواب قطب الدین خاں نبیرۂ حضرت سلیم چشتی فتح پوری کے، اولاً حضرت اکبر بادشاہ کے عہد میں صوبہ داری صوبۂ بہار اور حضرت

جہانگیر کے عہد میں پنج ہزاری ذات و سوار و خلعت خاصہ و شمشیر و اسپ خاصہ بازین مرصع اور عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوکر دارالملک بنگالہ اور اڑیسہ کی صوبہ داری سے، کہ پچاس ہزار سوار کی جاے ہے، مامور ہوے۔ جب ان کے سب اسلاف کا حال معلوم ہوچکا۔ اب ان کا حال سنا چاہیے کہ شیخو پور سے ہمراہ اپنے خالوی بزرگوار میر سید علی صاحب کے حکام عہد یعنی صاحبان انگریز بہادر کی خدمت میں عہدۂ جلیلہ تحصیل داری پر مامور رہے، اور آخر کو نواب گورنر بہادر کی خدمت میں عہدۂ میر منشی سے سرفراز ہوے۔ پانچ برس کی عمر میں شاہجہان آباد میں وارد ہوے۔ جب سن تمیز کو پہنچے یہیں کی سکونت اختیار کی، اور از بس کہ فن طب اشرف فنون اور اعزۂ علوم ہے، اس فن کی طرف متوجہ ہوکر کتب درسیہ اس فن کی حکیم صادق علی خاں ولد حکم الحکما حکیم شریف خان سے تحصیل کی اور مشق نسخہ نویسی اور معالجہ مرضا کی حاذق الملک حکیم احسن اللہ خاں کی خدمت میں بہم پہنچائی۔ جو کہ ان کو حاذق الملک موصوف سے قرابت قریبہ بھی تھی، ان کی تعلم میں کمال کوشش و سعی کو کار فرما، یہاں تک کہ بہ حضرت شہر شاہجہان آباد کے مشاہیر اطبا سے ہوے اور حضور بادشاہ ظل اللہ سراج الدین بہادر شاہ سے خطاب عضدالدولہ حکیم غلام نجف خان بہادر پایا اور اب سرکار کمپنی بہادر سے عمدۂ طبابت پر واسطے معالجہ مرضا کے مامور ہیں۔ راقم ان کو بسبب کمال شفقت اور مخاص نوازی کے اپنے مہین برادر سے زیادہ تصور کرتا ہے اور اکثر اوقات بل جمیع حالات میں اپنی نسبت وہ الطاف و مرحمت مشاہدہ کی ہے کہ اگر اس کو قلم بند کروں تو مادہ ایک کتاب کا بہم پہنچے۔ واقعی مروت جبلی اور لطف طبیعی ایک امر خدا داد ہے جس کو دیا اور جس کو عطا کیا، ہر کسی کے بانٹے نہیں آیا، اور ان کے اوصاف حمیدہ او اخلاق پسندیدہ حیز تحریر سے خارج ہیں۔ قدرت الٰہی ہے ایسا دست شفا نہیں دیکھا کہ وہ امراض جن کو لا دوا اور لاعلاج کہتے ہیں، اندک توجہ اور تھوڑے سے التفات میں اس طرح سے زائل ہوگئے کہ پھر تمام عمر اس بیماری کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ مردم روزگار مردہ پسند ہیں کہ ایسے طبیب حاذق اور حکیم دانا کے ہوتے بقراط اور سقراط کا نام لیتے ہیں۔ وہ بھی اگر اس زمانہ میں ہوتے تو اس حکیم با فرہنگ کے مجربات کو سرمایہ اپنے کمال کا ٹھہراتے اور ان کے قوانین علاج کو اپنا دستور العمل مقرر کرتے۔ ادنیٰ نسخہ نویس ان کے مطب کا علوی خان کے نسخے پر حرف رکھ سکتا ہے۔ ان کے ہاتھ سے خاک کی چٹکی حکم اکسیر کا رکھتی ہے اور ان کی زبان ہے نفرین خاصیت نفس عیسیٰ کی۔ ہر چند جی چاہتا ہے کہ ان کے محامد و مناقب کو جہاں تک زمانہ مساعد ہو بیان کیے جاؤں، لیکن قلم شکستہ زبان کو طاقت نہیں کہ اس کا عشر عشیر بھی لکھ سکے۔

حکیم صادق علی خان (۱) — حکیم حذاقت منش ، طبیب عیسوی روش ، سر گروہ کملاے زماں ، حکیم صادق علی خان ولد سر آمد حکماے روزگار حکیم شریف خان۔

آج اس کمالات ظاہری و باطنی کا جامع عرصۂ روزگار میں جاوہ گر نہیں ۔ علم عمل کے ساتھ اس بزرگ بلند فطرت کی ذات میں جمع ہے۔ ان کے والد ماجد اپنے عصر میں سر آمد حکما اور سرحلقۂ اطبا تھے ۔ آج تک ان کے کمالات کا شہرہ گنبد دوار میں از بس بلند ہے۔ جالینوس و ارسطو کا غلغلہ اس کے سامنے ایسا ہے جیسا طوطی کی آواز نقارخانے میں، اور فی الحقیقت اس روزگار کے اکثر اطباے نامی انہیں کی نسبت شاگردی سے سرمایہ اعتبار کا رکھتے ہیں۔ جو کہ اچھوں کے اچھے ہی ہوتے ہیں، حضرت ممدوح بھی اپنے زمانے میں یکتا اور بےمثل ہیں ۔ نہ ان کے علم کی صفت زبان قلم پر آسکتی ہے اور نہ ان کے عمل کی تعریف اندیشہ میں سماسکتی ہے۔ سارے زمانے کے کملا کو جس کے خاندان کی نسبت شاگردی سے فخر ہو اس کی تعریف اسی قدر کافی ہے ۔

حکیم امام الدین — قطع نظر کمالات طبی سے جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول درس ویسا ہے ، نبض شناسی ویسی ہے ، اگر بالفرض انقلاب روزگار سے تمام عالم سے نسخ معتبرہ گاؤخورد ہوجاویں اور سارے جہان سے کتب سلف دریا برد ہوجاویں ، اس سہ گروہ ارباب فضل کی حافظہ کی مدد سے پھر کتب خانہ روزگار کا معمور ہوسکتا ہے ۔ حرکت نبض موج سے پیچش گرداب کو معلوم کیا اور رگ ابرنیساں سے استسقاے صدف کو دریافت صنوبر علاج خفقان کے واسطے ان سے رجوع لاتا ہے ، اور گل نرگس چارۂ یرقان ان سے چاہتا ہے۔ ان کے بزرگان والا نژاد کو سرکار بادشاہی سے مناصب ارجمند اور مراتب بلند عطا ہوتے رہے ہیں اور یہ بھی حضرت جہانبانی کی طرف سے عہدۂ طبابت پر مامور ہیں ۔

حکیم غلام حیدر خان — ارشد تلامذۂ حکیم شریف خاں سے ہیں ۔ مقامات کتب طب موافق زعم راقم کے جیسے ان کی خدمت میں حل ہوتے ہیں ، غالب یوں ہے کہ اس جزو زمان میں اور کہیں نہ ہوتے ہوں ۔ خدمت اساتذۂ کرام مثل مولانا مخدومنا مولوی عبدالعزیز دہلوی اور مولوی رفیع الدین اور مولوی عبدالقادر صاحب ارفع اللہ

(۱) حکیم اجمل خاں مرحوم کے دادا ۔

درجاتہم سے سالہا سال استفادہ کیا اور انواع فیوض حاصل کیے - شفائے کامل ان کے دست حق پرست میں ودیعت ہے - راقم کو حضرت موصوف کی خدمت میں نسبت شاگردی حاصل ہے -

حکیم نصراللہ خاں

علوم متداولہ مثل منطق اور معانی و فلسفہ و ہیئت و ہندسہ کے حضرات ثلاثہ یعنی مولوی عبدالعزیز اور مولوی رفیع الدین اور عبدالقادر صاحب قدس سرہم العزیز کی خدمت سراپا برکت سے حاصل کیے اور علم طب کو احکم الحکما حکیم شریف خاں مرحوم و مغفور سے تحصیل کیا - کتاب دانی وحدس صائب اور مرض شناسی میں بے مثل و مانند ہیں - رسائل متعددہ بحران اور دریافت مزاج نسخہ در ادب وغیرہ میں تصنیف کیے ہیں، ان رسائل سے ان کے تبحر کا حال معلوم ہوتا ہے - اوایل حال میں نواب فیض محمد خاں رئیس جھجر کی سرکار میں عہدۂ طبابت پر مامور تھے، بعد اس کے اور عمدہ ہائے روزگار کی سرکار میں منسلک رہے - اب پھر بنظر قدامت کے نواب عبدالرحمٰن خاں رئیس جھجر کی خدمت میں جو نواب مغفور کا نبیرہ اور جھجر کا مسند نشین ہے، اسی عہدہ سے سرفراز ہیں -

حکیم فتح اللہ خاں

کہین برادر حقیقی حکیم نصر اللہ خاں صاحب کے ہیں - تحصیل فن طب حکیم صاحب موصوف کی خدمت سے کی ہے اب اس فن میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں مدت مدید سے نواب اکبر علی خاں رئیس پٹودی کی سرکار میں عہدۂ طبابت پر مامور ہیں -

حکیم پیر بخش

صاحب ذہن رسا خدیو فطرت والا حکیم پیر بخش خاں حضرت بادشاہ خلد آرام گاہ محمد اکبر شاہ کی پیش گاہ عنایت سے بخطاب حکیم دوران مخاطب ہیں - سلسلہ نسب کا ان کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، طرف والد ماجد سے اور حضرت غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک طرف والدہ معظمہ سے - اگرچہ وطن آبا و اجداد کا شہر تھانیسر ہے، لیکن ان کا مولد و مسکن یہی خاک پاک ہے یعنی حضرت شاہجہان آباد حرسہا اللہ عن الفساد - تحصیل علم طب حکیم نصر اللہ خاں سے اور مشق نسخہ نگاری اور معالجۂ مرضیٰ حکیم احسن اللہ خاں کی خدمت میں کی اور اس فن میں دستگاہ کامل بہم پہنچائی - راقم کے ساتھ رابطہ محبت کا برادرانہ سلوک رکھتے ہیں - نہ ان کے خلق کی صفت بیان میں آسکتی ہے اور نہ کمال کی تعریف لکھی جاسکتی ہے - ایک عرصۂ دراز سے نواب بہادر جنگ رئیس بہادر گڑھ کی سرکار میں عہدۂ طبابت پر مامور ہیں اور

اس نواح میں ان کا وجود مغتنم ہے۔ وہاں کے لوگوں کی ذات سے وہ منافعے حاصل ہیں جو نفس عیسوی سے بھی متصور نہ ہوں۔

حکیم حسن بخش خان

سر گروہ کملائے شہر، بل زبدۂ افاضل و ہر اسوۂ دانش مندان زمان حکیم حسن بخش خان۔ وطن ان کے آبا و اجداد کا شہر تھانیسر اور مولد و مسکن ان کا شہر شاہجہان آباد۔ جمیع فنون اور علوم میں مثل معقول و منقول و حکمت و ہندسہ و ہئیت مہارت تمام رکھتے تھے اور کتب طبیہ بسبب کمال حافظہ کے قانونچہ سے قانون شیخ الرئیس تک بلا تشبیہ مثل عبارت قرآن مجید ازبر و یاد تھیں۔ علم عقلیہ کی معاونت سے کسی کو معاصرین سے ان کے ساتھ یارائے مناظرہ نہ تھا۔ بارہا مشاہدہ ہوا کہ جس مجلس میں اس زبدۂ ارباب کمال کا ہنگامہ گفتگو گرم ہوا جمیع حُضار مجلس مثل تصویر کے ساکت اور صامت رہ گئے۔ اوائل حال میں نواب فیض محمد خان رئیس جھجر کی سرکار میں منسلک رہے اور اس رئیس کی وفات کے بعد چندے خانہ نشین اور بعد اس کے حضور سراج الدین بہادر شاہ مین صاحب عالم مرزا فخر الدین بہادر کی سرکار میں عہدۂ طبابت پر مامور ہوئے۔ دو تین سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ جہان فانی کو وداع کیا۔

حکیم غلام حسن خان

برادر حقیقی حکیم غلام حیدر خان موصوف بصفات کمال۔ کتب طبیہ میں مہارت تام اور علاج معالجہ میں دست گاہ تمام رکھتے تھے۔ تحصیل فن طب حکیم شریف خاں کی خدمت سے کی تھی اب عرصہ چند سال کا ہے کہ اس جہان سے عالم باقی کی طرف راہی ہوئے۔

حکیم محمد یوسف خان

فرزند ارجمند حکیم غلام حسن خاں کے کتب درسیہ سے فارغ اور فن طب میں مہارت تمام رکھتے ہیں۔ باوجود اس کمالات کے اخلاق پسندیدہ میں یگانہ روزگار ہیں۔

حکیم عبدالحکیم معروف بہ اچھو خان

برادر حقیقی حکیم یوسف خان کے کتب درسیہ کو نہایت تحقیق و تدقیق سے آخون شیر محمد کی خدمت میں اور کتب طب اپنے والد ماجد سے تحصیل کیا۔ معالجہ ان کا اکثر معاصرین پر فایق ہے اور باوجود کمالات ظاہری اور باطنی کے دستگاہ اخلاق کو کس قدر وسیع کیا ہے کہ اس کا کچھ بیان نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دست شفا ایسی عنایت کی ہے کہ جن بیماروں کے علاج سے مسیحا بھی عاجز ہو وہ ان کے ہاتھ سے شفا پاتے ہیں۔

ذکر علمائے دین رضی اللہ عنہم اجمعین

جناب مولانا مولوی شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز (۱)

اعلم العلما افضل الفضلا اکمل الکملاء عرف العرفا شرف الافاضل فخر الاماجد والاماثل رشک سلف داغ خلف افضل المحدثین اشرف علماء ربانین مولانا وبالفضل اولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ العزیز۔ ذات فیض سمات ان حضرت بابرکت کی فنون کسبی و وہبی اور مجموعۂ فیض ظاہری و باطنی تھی۔ اگرچہ جمیع علوم مثل منطق و حکمت و ہندسہ و ہئیت کو خادم علوم دینی کا کر کر تمام ہمت و سراسر سعی کو تحقیق غوامض حدیث نبوی و تفسیر کلام الٰہی اور اعلائے اعلام شریعت مقدسۂ حضرت رسالت پناہی میں مصروف فرماتے تھے، اور سوا اس کے جو کہ جلائے آئینہ باطن صیقل عرفان وایقان سے کمال کو پہنچی تھی، طالبان صافی نہاد کی ارشاد و تلقین کی طرف توجہ تمام تھی، اس پر بھی علوم عقلیہ میں سے کون سا علم تھا کہ اس میں یکتائی اور یک فنی نہ ہوی۔ علم ان کے خانوادہ میں بطناً بعد بطن اور صلباً بعد صلب اس طرح سے چلا آتا ہے جیسے سلطنت سلاطین تیموریہ کے خاندان میں۔ چودہ پندرہ برس کی عمر میں اپنے والد ماجد اشرف الاماجد عمدۂ علمائے حقیقت آگاہ شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی خدمت میں تحصیل علوم عقلی و نقلی اور تکمیل کمالات باطنی سے فارغ ہوے تھے۔ اس کے چند مدت کے بعد حضرت شاہ موصوف نے وفات پائی اور آپ کی ذات فائض البرکات سے مسند خلافت نے زینت و بہا اور وسادۂ ارشاد و ہدایت نے رونق بے منتہا حاصل کی، کیوں کہ مولانا رفیع الدین اور مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہما کہیں، برادر حقیقی آپ کے جن کا ذکر بعد اس کے بتفصیل آئے گا، والد ماجد کے روبرو سن صغر رکھتے تھے، تمام علوم اور فیوض کو انھیں حضرت کی خدمت میں کسب کیا۔ علم حدیث و تفسیر بعد آپ کے تمام ہندوستان سے مفقود ہو گیا۔ علمائے ہندوستان کے خوشہ چین اسی سرگروہ علما کے خرمن کمال کے ہیں اور جمیع کملا اس دیار کے چاشنی گرفتہ اسی زبدۂ ارباب حقیقت کے مائدۂ فضل و افضال کے۔ یہ آفت جو اس جزو زمان میں تمام دیار ہندوستان خصوصا شاہجہان آباد، حرسہا اللہ عن الشر

---

(۱) حالات کے لیے دیکھو اتحاف النبلا ص ۲۹۶، ابجد العلوم ص ۹۱۳، کمالات عزیزی از نواب مبارک علی خاں۔

و الفساد ، میں مثل ہوائے وبائی کے عام ہو گئی ہے کہ ہر عامی اپنے تئیں عالم اور ہر جاہل آپ کو فاضل سمجھتا ہے اور فقط اسی پر کہ چند رسالے مسائل دینی اور ترجمہ قرآن مجید کو اور وہ بھی زبان آردو میں کسی نے استاد سے اور کسی نے اپنے زور طبیعت سے پڑھ لیا ہے، اپنے تئیں فقیہ و مفسر سمجھ کر مسائل و وعظ گوئی میں جرات کربیٹھا ہے ، آپ کے ایام حیات تک اس کا اثر نہ تھا ، بلکہ علمائے متبحر اور فضلائے مفضی المرام باوجود نظر غایر اور احاطۂ جزئیات مسائل کے جب تک اپنا سمجھا ہوا حضرت کی خدمت میں عرض نہ کرلیتے تھے اس کے اظہار میں لب کو وا نہ کرتے تھے اور اس کے بیان میں زبان کو جنبش نہ دیتے تھے - حافظہ آپ کا نسخۂ لوح تقدیر تھا - بارہا اتفاق ہوا کہ کتب غیر مشہورہ کی اکثر عبارات طویل اپنی یاد کے اعتماد پر طلبا کو لکھوا دیں اور جب اتفاقاً کتابیں دست‌یاب ہوئیں تو دیکھا گیا کہ جو عبارت آپ نے لکھوادی تھی اس میں من اور عن کا فرق نہ تھا - باوجود اس کے کہ سنین عمر شریف قریب اسّی کے پہنچ گئے تھے اور کثرت امراض جسمانی سے طاقت بدن مبارک میں کچھ باقی نہ رہی تھی خصوصاً قلت غذا سے ، لیکن برکات باطنی اور حدت قوائے روحانی سے حسب تفصیل مسائل دینی اور تبیین دقائق یقینی پر مستعد ہوتے تو ایک دریائے ذخار موج زن ہوتا تھا اور فرط افادات سے حضار کو حالت استغراق بہم پہنچتی تھی - اوائل حال میں فرقۂ اثنا عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقۂ خاطر جہال اہل تسنن کے ہوئے، حضرت نے بسبب التماس طالبین کمال کے کتاب تحفۂ اثنا عشریہ کہ غایت شہرت محتاج بیان نہیں بدل توجہ فایل بصرف اوقات و جیز سے باین کثرت ضخامت تصنیف کی کہ ہر طالب علم بے مایہ بھی علمائے شیعہ کے ساتھ مباحثہ و مناظرہ میں کافی ہوگیا - ثقات بیان کرتے ہیں کہ آپ تصنیف کے وقت عبارت اس کتاب کی اسی طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا ازبر یاد ہے اور حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقۂ مذکور نے شاید بجز نام کے سنا نہ ہوگا ، باعتماد حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت عبارت اور لطائف و ظرائف جیسے

ہیں ناظرین پر ہویدا ہے ۔ یہ امور جو آپ سے ظہور میں آتے تھے مجال بشر سے باہر ہیں ۔ ہفتہ میں دو بار مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی اور شائقین صادق العقیدت و صافی نہاد خواص و عوام سے مور و ملخ سے زیادہ جمع ہوتے تھے اور طریقہ رشد و ہدایت کا استفاضہ کرتے ۔ سنہ ۱۲۳۸ ھ میں اس جہان فانی سے سفر آخرت کو اختیار کیا۔ بعض موزوں طبیعتان نے دو تین قطعہ تاریخ وفات میں موزوں کیے ہیں، ان میں سے ایک قطعہ لکھتا ہوں ۔ قطعہ

حجت اللہ ناطق و گویا	شاہ عبدالعزیز فخر ز من
روز شنبہ و ہفتم شوال	درمیان بہشت ساخت وطن
مہر نصف النہار در عرفان	مثل بدر منیر در ہمہ فن
از سر لطف و حلم تاریخش	رضی اللہ عنہ گفت حسن

زبان عربی میں نظم و نثر نہایت و فصاحت و بلاغت کے ساتھ ریختہ کلک عدن سلک ان حضرات سے بہت یادگار ہیں، اگرچہ وہ نثر عربی جس کو آپ نے دل لگا کے لکھا ہو راقم کو دستیاب نہیں ہوئی ، مگر دو چار رقعے جو آپ نے قلم برداشتہ نہایت سرسری طور پر لکھ دیے تھے ہاتھ لگے، ان میں سے ایک رقعہ تیمناً لکھ دیتا ہوں ۔ اور اگرچہ نظم آپ کی دفتر دفتر ذخیرہ ذخیرہ ہے ، لیکن احترازاً عن الاطناب دو قطعوں پر کہ حضرت شاہجہان آباد کی تعریف میں اور شیخ احمد عرب (۱) کے مناقب حیدریہ (۲) کی تقریظ میں لکھے تھے انہیں پر قناعت کرتا ہوں ۔

---

(۱) شیخ احمد ابن شیخ محمد یمنی شروانی بارھویں صدی ہجری کے اواخر یا تیرھویں صدی کے شروع میں ہندوستان آئے ، اکثر کلکتہ میں مقیم رہے ۔ عربی ادب میں بڑی مہارت تھی ۔ ان کی تصنیف سے نفحۃ الیمن ، مناقب حیدریہ ، شمس الاقبال اور انشاے عجب العجاب مشہور ہیں ، وفات سنہ ۱۲۵۸ ھ (تذکرۂ علماے ہند) ۔

(۲) یہ کتاب انہوں نے غازی الدین حیدر فرماں رواے لکھنؤ کی فرمائش پر لکھی تھی۔

رقعه عربی

سلام علیکم قد قرأت کتابکم بقرة عینی فاق فضل خطابکم
اردت صلات النظم لکن نفیسة وانفس ما عندی دعاء لبا بکم
فقلت بقلب خاشع متضرع یضاعف ربنا فی لبکم و لبا بکم
و یعطیک فی الدارین خیراً عطیة و یصرف عنک السوء ما یها بکم
و یفتح ابواب الکمال جمیعها ففیها یکون ذهابکم و ایا بکم
و یجعلک الرحمٰن مثل ولیّه بخیرالدین و الدنیا و حسن مآ بکم
و قد لاع ما بشّرتنی من بشارة جزاک الله عنی و شیّب شابکم

" و بعد فقد وصل الینا کتابکم مرةً بعد اخریٰ و کرةً بعد الاولیٰ وکان فیه عدم انتفاء الکلی بقرة عینی، فلانه وهذا ماشوش خواطری ندعوالله سبحانه ان یشفیها عاجلاً کاملاً۔ معلوم ان اخوانکم کلهم فیهم مادة سؤالقنیةکانت تقیم فی ایام الصبا ، فلما کبروا زالت عنهم، و ما عرضت لاحد منهم الا وقد اوجبت ان یمشی بین اثنین ویهاوی بین الرجلین، یستحلل المادة المنزلیة ونزول الاخلاط المؤرمة ، وهذا التدبیر کثیراً مایقع مفیدة وفائدة بیّنة عاجلة ینبغی ان یداعی هذا الامر حیثما امکن واینما یتصور والله هو الشافی ۔ ویقرء عنی السلام اخوانکم کلهم و والدتکم الماجدة وخواجه محمد امین ۔ ویقرء الشیخ محمد امیر بعد السلام ان فی قدم والدکم تشبت شوکة تورمت بها القدم وتقیّحت حتیٰ احتاجت الی الشتن، فشقت ولم تبرء بعد وهو منتظر لقدومک فان امکن فهو الاولیٰ ۔ "

ستة ابیات فی تقریظ المناقب الحیدریه للشیخ احمد ابن محمد انصاری الیمنی الشروانی

رایت و ریقات تدل بنثرها علی فضل تحریر الیه یسنّد
و ممدوحه فی ذالک الطرس حیدر سمیّ امیر المومنین المؤید
ولا غرو ان فاه الکرام بمدحه اذا الفضل محمود و منشیه احمد
له قدم فی النثر عالی و ان ابوا علیه براهین البراعة تشهد
و فی نظمه لطف و حسن سلاسة یذلّ لدیه کل نظم و یحمد
فدام علی مرّ الدهور حلاوة یزید علی الا کیاس طراً و یزید

5337

عدة ابيات فى وصف الدهلى (۱)

يا من يسائل عن دهلى ورفعتها — على البلاد وما حازته من شرف
ان البلاد اماء وهى سيدة — و انها درة والكل كالصدف
فاقت بلاد الورى عزاً و منقبة — غير الحجاز و غير القدس و النجف
سكّانها (هم) جمال الارض قاطبة — خلقاً و خلقاً بلا عُجب ولا صلف
فيها مدارس لوطاف البصير بها — لم تنفتح عينه الا على الصحف
كم مسجد زخرفت فيها منارة — لوقابلته شموس الضحو تنكسف
لاغرو ان زينت الدنيا بزينتها — كم من اب قد علا بابن ذوى شرف
و ماء جون جرى من تحتها فحكى — انهار خلد جرت فى اسفل الغرف

(ترجمہ) ۱ اے وہ شخص جو دہلی کے حالات اور دیگر بلاد پر
اس کی رفعت اور بزرگی کے متعلق دریافت کرتا ہے

۲ (تو سن لے) کہ بیشک دہلی آقا اور سردار ہے اور تمام شہر اس کی باندیاں
دلی موتی ہے اور تمام شہر ایسے ہیں جیسے سیپیاں

۳ عزت اور منقبت میں تمام شہروں پر دہلی فوقیت رکھتا ہے
سوائے مکہ مدینہ بیت المقدس اور نجف کے

۴ اس کے باشندے یقیناً دنیا کی خوبصورتی اور رونق ہیں
اپنی سرشت اور اخلاق دونوں میں، اور تکبر سے بری ہیں

۵ اس میں اتنے مدارس ہیں کہ اگر کوئی دیکھنے والا
گشت لگائے تو اس کو ہر جگہ کتابیں ہی کتابیں نظر آئیں گی

۶ اس میں کئی مسجدیں ہیں جن کے منارے ایسے بلند اور عظیم الشان ہیں
کہ اگر آفتاب بھی مقابل آئے تو اس کو گہن لگ جائے

۷ کوئی تعجب نہیں ہے اگر دہلی کی زینت ہی سے دنیا کی زینت ہے
کیونکہ کئی باپ ایسے ہیں جو بیٹوں کی بزرگی کی وجہ سے بلند رتبہ ہو گئے

۸ اس کے نیچے دریائے جمنا کا پانی اس طرح بہتا ہے
جیسے جنت کی کھڑکیوں کے نیچے سے نہریں

جناب مولانا مولوی محمد صدرالدین خان بہادر سلمہ‌اللہ تعالیٰ (۱)

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

رسم ہے کہ جب مداحان ادب سرشت کو اثنائے سخن میں احتیاج ہوتی ہے کہ اپنے ممدوح کی طرف اشارت کریں، سخن کو اس طرح پر ادا کرتے ہیں کہ ادا فہمان معنی رس ان کے مطالب پر بے لے جاتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ توضیح کے نیازمند ہوتے ہیں، ایسے چند اوصاف حمیدہ اور محامد گزیدہ یاد کرتے ہیں کہ سامع کا ذہن اس برگزیدۂ انفس و آفاق کی طرف منتقل ہوجاوے اور غرض اس سے یہ ہے کہ جو جاہ بلند اور مرتبہ ارجمند ممدوح کا ارفع ہے اس امر سے کہ اس کے نام والا مقام کو زبان پر لاویں، چاہتے ہیں کہ حتی‌الوسع ترک تصریح کریں۔ اور جو کہ بعض محل کا اقتضا یہی ہوتا ہے کہ اس کے نام نامی و اسم گرامی کو مذکور کرنا چاہیے، بمقتضائے الاسماء تنزل من‌السماء کے ایسے اکابر عظام اور ایسے عماید والا مقام کو نام بھی موافق علو شان کے مرحمت ہوتا ہے۔ پس جیسا ان کی رفعت جاہ اور والا دستگاہ اور بلندی قدر و مقدار اور بزرگی شان و اقتدار پر یہ نام دلالت کرے گا، ان صفت سے ایسی کون سی صفت ہے کہ اس کے قائم مقام ہوسکے۔ اسی واسطے حق جلّ و علا بھی کبھی اپنے نام پاک کو مصرح یاد فرماتا ہے۔ ذرۂ بے مقدار اول از راہ ادب کے طریقہ صفات میں رہگزا ہوتا ہے اور چوں کہ سر تا سر اخلاق پسندیدہ کے اوصاف حمیدہ حد تحریر اور اندازۂ تقریر سے متجاوز ہیں، عنان ادب کو ہاتھ سے دے کر دست توسل کو ذیل اسم سامی میں متشبث کرتا ہے کہ ایسے نام کا لینا گویا صفات غیر متناہیہ کا حصر اور دریا کو کوزے میں بند کرنا ہے۔ چہ نامی کہ مولاے نام توام

آغاز مدح | اکمل کملاے روزگار، افضل فضلاے ہر دیار، حاکم اکم جاہ و جلال، متکی ارایک اقبال، اقلید در دائرہ علم، لوح طلسم حلم، عالم محقق تجرید، مدقق سر جملہ علماے متالہین، رافع مناقشات حکما و متکلمین، مجبول‌الفضل خصومات‌العدل بفیصل مقدمات مجلی آئینۂ ناظر

(۱) المتوفی ۱۲۸۵ھ ان کے حالات کے لیے دیکھو تذکرۂ علماے ہند ص ۹۳ و ۹۴، ابجدالعلوم ص ۹۰۳–۹۰۴، حدائق‌الحنفیہ ص ۴۸۱–۴۸۲ میں ان کے مفصل حالات مرقوم ہیں۔

صور تقدیر، نخلبند حدائق فضل و افضال، مظہر صفات جلال و جمال، جامع محاسن صوری و معنوی مستجمع کمالات ظاہری و باطنی، کاشف دقائق معقول و منقول، واقف حقائق فروع و اصول، تونگر صورت درویش سیرت، انسان پیکر ملک سریرت، مرجع مآرب جہاں و جہانیان مولانا مخدومنا مفتی محمد صدرالدین خان بہادر۔ قلم کو کیا طاقت کہ ان کے اوصاف حمیدہ سے ایک حرف لکھے اور زبان کو کیا یارا کہ ان کے محامد پسندیدہ سے ایک لفظ کہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس زبدۂ جہان و جہانیان کی صفات کا احصا محالات سے اور کمالات کا حصر مرتبۂ متعسرات سے ہے، جس وقت قلم چاہتا ہے کہ کوئی صفت صفات میں سے لکھے، یا زبان ارادہ کرتی ہے کہ کوئی مدح مدائح میں سے کہے جو کہ ہر صفت قابلیت اول لکھنے کی اور مدح لیاقت پہلے بیان کرنے کی رکھتی ہے، مدت تک یہی عقدہ بند زبان تحریر اور گرہ لسان تقریر رہتا ہے کہ کون سی صفت سے آغاز اور کون سی مدح سے ابتدا کرے۔ شعر:—

مجلس(۱) تمام گشت و بپایان رسید عمر ما همچنان در اول وصف تو مانده ایم

بے شائبۂ تکلف و بے آمیزش مبالغہ ایسا فاضل اور ایسا کامل کہ جامع فنون شتی اور مستجمع علوم بے منتہا ہو، اب سوا اس سرگروہ علمائے روزگار کے بساط عالم پر جلوہ گر نہیں۔ ان حضرات کی طبع رسا شکل رابع سے پہلے اس سے نتیجہ حاصل کرتی ہے کہ بدیہی الانتاج ہے۔ ارباب فہم و ذکا اور ناخن فکر عقدۂ لاینحل کو پہلے اس سے وا کرتا ہے کہ گرہ حباب کو انگشت موج دریا۔ معنی فہمی اس درجہ کہ راست و درست سمجھ لیا کہ زبان سوسن نے کیا کہا، اور رمزشناسی اس مرتبہ کہ واقعی معلوم ہو گیا کہ نگاہ نرگس نے کیا اشارہ کیا۔ اگر ان کا حدس صائب مصحف گل پر تصنیف نہ لکھتا، بلبل امی محض رہتی، اور اگر ان کا فکر رسا سطر شمشاد کے معنی نہ بیان کرتا، قمری سجع خوان نہ ہوتی۔ ان کی وقت طبع اور حدت فہم کے سامنے لالہ کے داغ دل اور سنبل کی پریشانی اور ارغوان کی جگر خونی کی وجہ (سے) مضمون پیش پا افتادہ ہے۔ اگر ان کی رائے روشن معجز نما ہو نقطۂ موہوم کو اشارۂ انگشت سے تقسیم کرے، اور جزو لا یتجزیٰ کو دو نیم۔ قلب المومن عرش اللہ گویا انہیں کے دل کی شان میں ہے کہ حامل وحی ان کے انفاس فیض اقتباس کے واسطے گوش برآواز رہتا ہے، اور لی مع اللہ ان پر

(۱) دائر۔

علی الدوام صادق ہے کیونکہ کوئی وقت ایسا نہیں ہے کہ جبرئیل بارگاہ قرب الٰہی ہر دیر تک اجازت بارکا منتظر نہ رہے ۔ راہ حق میں تیزرو اور مسلک دنیا میں کاہل کوش ، لیکن تونگری ظاہری درویشی معنوی کی پردہ پوش ہے :—

کسا نیکہ راہ خدا داشتند   چنیں خرقہ زیر قبا داشتند

اگر مولوی جامی زندہ ہوتے یہ بیت :—

چو فقر اندر لباس شاہی آمد   بہ تدبیر عبیداللٰہی آمد

سوا اس برگزیدۂ انفس و آفاق کے اور کسی کی شان میں نہ کہتے ۔ جوکہ ارباب معنی پر یہ بات ظاہر ہے کہ لباس فقر میں مصروف اطاعت ہونا اور گوشۂ خلوت کو واسطے فراغ عبادت کے اختیار کرنا موجب شہرت ہے اور صیت بلند بسبب کثرت اہل دنیا کے اس شغل کے اہم سے باز رکھتی ہے، لباس اہل ظاہر کو اختیار کیا اور از بسکہ احقاق حق اور فریاد رسی عباد اور عدل و انصاف افضل عبادات ہے ، منصب صدارت کو اپنے ذمہ پر لیا ۔ سبحان اللہ کیا طریقۂ داد ہے اور کیا سررشتۂ انصاف ہے کہ نوشیرواں ان کے دیوان عدالت میں عہدۂ پیشکاری کے لائق بھی نہیں سمجھا جاتا ۔ باقی رہا عدل عمر یہاں بسبب ادب کے کچھ نہیں کہا جاتا ۔ شوکت ظاہری سے ان کے دربار میں دارا کو گذار نہیں اور جلالت باطنی سے ان کی خلوت میں فرشتے کو بار نہیں ۔ باوجود ان مراتب بلند اور اس منصب ارجمند کے خلق محمدی اختیار کیا ہے کہ افادۂ علوم اور افاضت مسائل دین کے وقت ہر ادنیٰ کو اجازت سخن ہے ، بفحوائے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے موزونی سخن کی طرف بھی متوجہ ہو کر نظم و نثر میں اوقات شریف کو مصروف فرماتے ہیں (۱)۔ زہے امت خاتم المرسلین۔ اس جگہ بقدر گنجائش کاغذ کچھ نظم اور کچھ نثر آپ کا درج کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ فصاحت و بلاغت کو کیا رتبہ عطا کیا ہے ۔

دیباچۂ رسالہ لا تشدّ الرحال (۲)

الحمد للہ الذی جعل البیت امناً و مثابۃً للناس اجمعین ۔ وجعلہ ھدیً و مبارکاً للعالمین۔

---

(۱) ملاحظہ ہو تذکرۂ آزردہ کے لیے گلشن بیخار صفحہ ۱۰ تا صفحہ ۱۱

(۲) یہ مفتی صاحب کے رسالہ ”منتہی المقال فی شرح حدیث لا تشدالرحال“ کا دیباچہ ہے۔ جس میں انھوں نے علمائے اہل حدیث کی اس مسئلہ میں تردید کی ہے کہ انبیا اور اولیا کی قبروں اور مزاروں پر سفر کرکے جانا جائز نہیں۔

و فضل المدينة على سائر البلاد، و شرفها بحلول خير العباد. و جمع لها بين طريف الفضل والتليد، وهى تنفى الناس كما ينفى الكير خبث الحديد. فيها روضة من رياض الجنة، والنزول فيها من المآثم جنة. و شرف بيت المقدس و بارك حوله و اشهر بين الناس مجده وطوله. و جعله مهبط الوحى و متعبد الانبياء، و مستقر عبادة المكرمين والصلحاء. و فضل المساجد الثلثة على سائر العالم و عظمها و كرم فضايلها. تجل ان تحد بحدٍ او تعد بعدٍ او تحصر بكلام او تحصى بنظام. تشد الرحال اليها من كل بلدة وقرية وفلاة. والصلواة فيها بمائة الف او الف او خمسمائة صلواة. والصلواة على سيدنا محمد الذى هو افضل من كل راكع وساجد وعلى آله واصحابه الطاهرين العز الاماجد. ما ذكر المسجود له فى المساجد. ورضوان الله على المتقين بآثارهم الذين بذلوا جهدهم فى استنباط الاحكام وتحقيق عقائد الاسلام. اقبلوا على تمهيد اصولها وقوانينها وتلخيص حججها وبراهينها. وابرموا قواعد الدين ومهدوها ورفعوا مبانيها وشيدوها. وارشدوا المسترشدين بايضاح المحجة الزموا المعاندين باقامة الحجة. وحفظوا قواعد الشريعة الحنيفة السمحة البيضاء من ان تزلزلها شبه اهل البدع والاهواء. شكر الله سعيهم واعاد الينا نفعهم. اما بعد فيقول العبد المستكين محمد صدر الدين وفقه الله للعمل فى يومه لغده قبل ان يخرج الامر من يده. ان العلم فى هذا الزمان قد اندرس آثاره وسقط عن القلوب محله ومقداره. ونضبت انهاره وقلعت اشجاره وغارماءه وهواءه، واظلم فضاءه. وتغيرت خضرته وتبدلت نظرته وذهبت طراوته و يبت نداوته. وغربت شموسه واقماره ومات اصحابه وانصاره. وافلت ثوابته وسياره ورحلت اخياره واخياره. حتى صار اليوم عيباً فاضحاً ونقصاً فاضحى العلم مغلوباً والجهل مطلوباً. والنقص كمالاً والحمق جمالاً والكمال وبالاً والحكمة ضلالاً. والعقل فضولاً والهزل مقبولاً والبدعة سنة والضلالة حكمة. وانصرفت الهمم عن تحصيل الحق بالتحقيق زلت الاقدام عن سواء الطريق، بحيث لايوجد راغب فى العلم ولا خاطب للفضيلة وصارت الطباع كانها مجبولة على الجهل و الرزيلة. ومابقى من العلم الاالاسم ولا من الدين الا الرسم. و اما الذين لقبوهم الجهلة بالعلماء و هم فى غير هذه البلدة. فاكثر هم كما ترى ما على قلوبهم اكنة فلايكادون يفقهون حديثا او يحدون الناس على ما اتيهم الله من فضله. فاذا جاء هم ما عرفوا من الحق كفروابه وارادوا تلبيساً و تدليسا. طائفة منهم يضعون الاعمار ولا ليتضيئون بالانوار و يحسبون انهم يحسنون صنعا. همى مايرتفع الىه نظر هم هوا النقل عن الكافى، ومالكفاية من غير التفات الى دراية و استبصار

فى رواية. و القوا شرشرهم على تصفح الروايات من الفتاوىٰ غير المعتمدة. و النقل من شخص معين او مجهول من غير ان يخطر ببالهم تحصين فى الادلة والاصول. لم يعلموا ان الداخل عنه كبنيان على غير اساس. واذا سئل عما هو عليه لم يقدر على ايراد حجة او قياس، فيا حسرة على ابناء الزمان انهم قد اتخذوه ظهرياً و صار طلبه عند هوءلاء شيأً فريا. والمختار عند جماعة منهم الاخذ بالقول المرجوع الذى لا تغنى من جوع ولا تنفع من بوح. ومنهم من تمسك برواية فقهية نادرة فذه زعما منهم. ان لكل جديد لذة. كل بضاعتهم الطعن فى الائمة المجتهدين وجل صناعتهم القدح فى الاولياء المقربين. الصراط المستقيم والمحلى ماخذهم وامامهم، وابن تيمية و ابن حزم رئيسهم و راسهم. لا يهتدون الى طريق الحق بل يترددون فى تيه بلا هاد و دليل وهم اضلوا كثيرا وضلوا عن سواء السبيل. وفئة منهم يقلدون آباؤهم فهم على آثارهم مقتدون او لو كان آباؤهم لا يعقلون شيئاً و لا يهتدون. وبعضهم يستنبطون الاحكام عن الاحاديث والقرآن و لا يعلمون شيئاً من العلوم حتى علم اللسان. وهم اذا وقعوا فى معضلة عمياء خبطوا فيها خبط عشواء والذين معهم عابثون عن الاتباع والتقليد. و يقولون ان هذا ليس بسواء السبيل. و اذا رجعوا الى شهدائهم ينقلون قولهم بلا حجة و لا دليل. ولقد من الله سبحانه على هذه الامة لوجود العلماء فى كل عصر الذين عضّوا فى العلم بنواجذهم ورموا غرض الاصابة بنواجذهم. وصرفوا فى التحصيل العلوم اعمارهم و احيوا لكسب الفضل ليلهم و نهارهم. فالفوا وافادوا وصنفوا واجادوا. فطوبىٰ لمن راجع اليهم و نزل رباعهم ورأى الحق حقا، ورزق اتباعهم و سحقاً لقوم الذين لا يترددون اليهم و لا يرجعون اما تليت عليهم قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون. و كفى لنا مستندا على غواية كبرائهم انهم حرموا السفر الى زيارة قبور الانبياء والاولياء. متمسكين بحديث لا تشد الرحال. فامليت عليهم فى شرحه ما ينجيهم عن الضلال مع تفرق البال وتشتت الحال. فضلت اعناقهم خاضعين و قالوا امنا بما جاءنا من الحق المبين والله سبحانه هو المسؤل ان لوفقنا للصدق والصواب و يصون عقولنا عن الزيغ والارتياب. و يجعلنا ممن شرح بالحق صدرا و شرح فى فتح باب الاشكال فرفع قدراً، و هو على ما يشاء قدير و بالاجابة جدير.

اشعار عربى

و كنا كغصنى بانة قد تالفا — على دوحة حتى استطالا و اينعا

يغنيهما صدح الحمايم مرجعاً — و يسقيهما كاس السحائب مترعا

سليمين من خطب الزمان اذا سطا — خاليين من قول الحسود اذا سعا

ففارقنى من غير ذنب حبيبه — و القى بقلبى حرقة و توجعا

عفا الله عنه ما جنا فاننى — حفظت له العهد القديم وضيعا

نثر فارسی

رهین منت بخت بیدارم که من بهیچ در حساب را که چون حرف باطل بغلط برزبان گوهر فشان نمیگذشت از روستائی بے اعتباری برآورده روشناس شهرستان صحبت خطاب گردانید ، و از نشیب گاه فراموشی بالا داده و بر فراز والا پایگی یاد آوری رسانید - یاوری طالع را گذری بسر وقت بیدلان افتاد که دورگردان بزم دلفروز را که چون غبار شکست درکنار آن راه نتوانستندی یافت از ره سپری وادی بے آرامشی رهانیده از نزدیکی بساط حضور گزیده سامانے فراهم داد و کاروان نسیم‌مصر در بیت‌الحزن بار اقامت برکشاد و ساربان زمام ناقۂ لیلی‌را بکف اختیار قیس شکسته‌پا داد - قطره ام دریا ، مسم کیمیا، خزفم گوهر ، خارخسکم گل تر - شامم روکش روز ، بامدادم رشک نوروز- دردم دوا ، گردم توتیا ، خوشه ام خرمنے، سبزه ام سمنی ، یاسم امید، خزانم بهار جاوید گردید- پستم را بلندی، طالع‌ام را ارجمندی، شبم را سحر، نفسیم را اثر، سرافگندیم را سرافرازی شکسته خاطرم را دلنوازی پدید آمد - همانا همایون فال طائر سایۂ اقبال بگسترد که خطاب سلیمان به مور ناتوان رسانید و زبان حال را بروان پرورکریمه انی آلقی الی کتاب کریم گویا ساخت - سراپای دل را شگرف کشایشی روآورد و پیشگاه سینۂ بوالعجب انشراحی فروگرفت - ناظر پریشان را پیرایۂ فزونی جمیعت و مایۂ تنومندی آرامش حاصل شد - نسیم الطاف قدیم بتازگی وزید و گلشن عاطفت از سر نو شگفت - چون از دورافتادگان از یاد رفته و فراموشان از طاق دل افتاده پرس و جوے بسامان بود ، خاطر حسرت اندوز بگوناگون کامرانیها برآمود وبدیع انبساطی روزی روزگار اخلاص سرشت گردید - بیت :-

تمتعی که دل از ذکر این پیام گرفت   نیافت صبحدم آغوش دوست از بر دوست

ازان باز که بار فصل خصومات را بر گردن گرفته، انفاس گرامی را بناپایست داده ام ، نقوش سخن گذاری و لکته سرائی از ساحت ضمیر بیک قلم سترده ، و تار عنکبوت نسیان بر زوایاے سرادقات

آن یکسر تنیده آمد، و راس‌المال متخیلات آن که در خزانهٔ خیال داشت بتاراج اختلاط مشی از بست منشان سست فطرت، که حفظ ضوابط معموله عدالت را عرش‌المعرفه بالغ خردی و سدرة‌المنتهای دانش پژوهی شمرده اند، داده، و افزونی تعلق و فراوانی شغلهای دیگر ضمیمهٔ آنست و دست مایهٔ آسودگی چندانی بدست نیارستم آورد که لختی آئین سخن طرازی و نکته سنجی را بکار برم، مگر چون آهنگ این صناعت را با گوهرم سرشته اند گاه گاه بسیج آن تار بود نسیج این علایق را از هم میگسلاند. و هرگاه بهمین هدیهٔ نو آزادگان طبع از احیای نورانی بر فراز عتبار منزل می‌گیرد، همچو بلبلی که بدستان سرائی بلبل دیگر در چمن بخروش آید و آهنگ ناله ساز دهد، بی اختیار نوای جان خراش از خاطر بریان برمیزند و بسر جوش شوق بیخودی جوش بی‌هنگام ناز ازجا میرود. هرچند از آشوب درونی و برونی بی‌راهه میروم و سخن‌را بآئینی که باید گذارده ام وگزین کاری بسزا بر نخواسته ام، اما فروهیده فراهنگان انصاف گوهر و سخن سرایان دیده وران را مرسلة للصدر روح و روان توانم فهمید. اکنون از حال عم بزرگوار می نویسم شفای ایشان از نادرهٔ حکمت دادار جان آفرین است و مایهٔ حیرت دران دوریات بکار ساز حقیقی روی نیاز آوردند، جلائل نعم الهی را دریافتند، شرح آن بکالبد گفتار در نگنجد. فی‌الجمله بسر نوشت آسمانی طیلسان صحت بردوش گرفته رو بحصار آورده اند در حصار حراست علی‌الاطلاق منزل گرفته. والسلام حرره محمد صدرالدین ختم‌الله بالحسنیٰ.

غزلیات فارسی

آتش عشق فلک در دل و در جانم سوخت
زآنکه از داغ دگر دید که نتوانم سوخت
دل ز خون ناب جگر سوخت و مژگانم سوخت
آخر این شعله به پیدایم و پنهانم سوخت

سینه مرهم او مهر قیامت باشد
عشق آن داغ که در سینهٔ سوزانم سوخت

روز هجران تو می سوخت مرا حسرت وصل
در شب وصل تو اندیشه و هجرانم سوخت

هیچ گه چرخ جفا پیشه نمی ساخت بمن
شکر ایزد که ز آه شرر افشانم سوخت

زحمت از مهر عذابم مکش ای نارجحیم
که سراپای مرا خجلت عصیانم سوخت

شرر دوزخ جان تاب بسی بود بلند
چون مقابل شده باسینهٔ سوزانم سوخت

برگ و جمعیت دیوان جزا برهم خورد
جنت از حسن تو و دوزخ از افغانم سوخت

باز آن بستر خارست و همان بالش سنگ
سر شوریدهٔ من زانوی یارانم سوخت

بزم افروز شبستان نشدم آن شمعم
بحت خوابیده سر خاک شهیدانم سوخت

دل پردرد بخون ناب جگر سوخت مرا
آنکه یک عمر به او ساخته ام آنم سوخت

هر نگه کان بت ترسا بچه در کارم کرد
آتشی بود کز و خرمن ایمانم سوخت

کو نسیمی که ز یثرب وزد و سبز کند
خاست از هند سموی که گلستانم سوخت

گر ز آتش سخنی هیچ کمالم نفزود
لیکن آرزده ازو جان حسودانم سوخت

وله

حسن کے راه زن کافر و دیندار نبود
آفت سبحه بلای بت و زنار نبود

یاد روزیکه جز او هیچ پدیدار نبود
پردۂ دیدۂ مرا مانع دیدار نبود

هر دری بر رخم از روضهٔ رضوان وا بود
خواهش بوی گل از رخنهٔ دیوار نبود

این شر و شور نه در صحبت رندان بوده
جمله بدمست دمے حوصله بردار نبود

بود از گردش چشم تو گلستان دل ما
درمیان واسطهٔ ثابت و سیار نبود

رب ارنی ز لب مستی من سر بزد
لن ترانی ادب آموز طلب گار نبود

مست در گوشهٔ میخانهٔ وحدت بودیم
کار تا باده کشی بود و دگر کار نبود

عشق بے پرده تماشاے جمالش میکرد
همچو بیخود ز مئی وعدۂ دیدار نبود

بود سررشتهٔ کارم بسر زلف سیاه
قصهٔ کشمکش سجده و زنار نبود

شکر لله چو بطوف حرمم آوردند
روی دل جز طرفِ خانهٔ خمار نبود

دست تا بند نقابش برساندم مردم
سعی خوش بود مگر بخت مددگار نبود

صحبتی بود و عجب دوش میان من و یار
صد شکایت بلب و رخصت اظهار نبود

دل خون گشته مدد کرد وگر نه صد بحر
خرج یکروزۂ این چشم تلف کار نبود

گرد غم جز دل ناشاد محلّی نگزید
ورنه آئینهٔ ما قابل زنگار نبود

سهل و آسان شده امروز بعهد تو چنین
ورنه دشوار تر از ترک وفا کار نبود

از کساد هنرست اینکه بهیچم نخرند
جنس تا بود گران ناز خریدار نبود

لطف ساقی بنگر دور بمن آخر کرد
چون مرا حوصلهٔ ساغر سرشار نبود

در دلم آن مژه صد خنجر الماس شکست
ز هر چشم تو بآن گرچه مددگار نبود

از علاج دل بیمار چرا دست کشید
گر مسیحا بتمنای تو بیمار نبود

طرز آتش سخنی طبع من ایجاد نبود
پیش ازین این روش و شیوه و اشعار نبود

آه از خجلت آزرده ببازار جزا
هیچش از جنس گران مرتبه دربار نبود

وله

خواهم دم دعا بدعا نا گریستن   شد بسکه بی اثر بدعا ها گریستن
سوز دلم نمود دو بالا گریستن   این درد را نگشته مداوا گریستن
دل قطره قطره خون شده از چشم بر چکید   تاراج داد مشغلهٔ ما گریستن
پیشش بضبط گریه بکوشم ز رشک غیر   بر رحم تا نیاورد اورا گریستن
جز چون تو سنگ دل نتواند شد از دگر   نگریستن بحال من و نا گریستن
از اشک ریزی مژه خالی نشد دلم   خواهم چو زخم از همه اجزا گریستن
بی عندلیب خوش نبود ناله در چمن   خواهیم در خزان به تمنا گریستن
واعظ اگر بیاد قدی گریه نا رواست   باز از چه روست از پی طوبی گریستن
شوید ز دیده لذت خوابی که دیده بود   پشیت ازان گرفت زلیخا گریستن
ای چشم دجله ریز ادب را نگاه دار   اینست در مدینه و بطحا گریستن
رسوا شدن چو برق بود یا بچشم نم   ای ابر با گریستن ما گریستن
ابر آب شد زگریه ام و برق خنده زن   آهی کجا که جمع کنم با گریستن
از سوز سینه خوف ندارم کار ماست   از کاو کاو آن مژه دریا گریستن
آوردمش برحم بطرزی مگر نسیم   خوش حرفه برد از لب گویا گریستن
طوفان نوح بود حدیثی شنیدهٔ   چشم ترم نمود ز رسوا گریستن
در عیش بیقرارم و در غم به پیچ و تاب   خندیدنم شبیه بود با گریستن
دل را همیشه خندهٔ من خون کند چو گل   بشگافدم جگر قلم آسا گریستن
موجی بزن که ترکنم ابر بهار را   ای دیده تا کجا بمدارا گریستن
ای دل غمین مباش بالفت که شمع وار   باخنده هم عنان بود اینجا گریستن
یارب نگه بوالهوسم ده که شد مرا   در بزم او حجاب تماشا گریستن
سیراب تا زمین غزل کرد گریه ام   بینم که می رسد بکجا ها گریستن
ای دل بیا که خاک کنم ابر و برق را   از تو بخون تپیدن و از ما گریستن
اشعار تو درین غزل آمدکه ربط داشت   چون چشم من قوافی آن با گریستن

آزرده خیز کامده عرفی و طالبا
از تو قصیده خواندن و زینها گریستن

غزل ریختہ

نالوں سے میرے کب تہ و بالا جہاں نہیں
کب آسماں زمیں و زمین آسماں نہیں

مجھ سا بھی کوئی عشق میں ہے بدگماں نہیں
کیا رشک دیکھ کر مجھے رنگ خزاں نہیں

جانے ہے دل فلک کا مری تلخ کامیاں
ان ناتوانیوں کو پہنچتی تواں نہیں

قاتل کی چشم تر نہ ہو یہ ضبط آہ دیکھ
جیوں شمع سر کٹی پہ اٹھا یہاں دھواں نہیں

آنکھوں سے دیکھ کر تجھے سب ماننا پڑا
کہتے تھے جو ہمیشہ چنیں ہے چناں نہیں

کہتا ہوں اس سے کچھ میں نکلتا ہے منہ سے کچھ
کہنے کو یوں تو ہیگی زبان اور زباں نہیں

اے بلبلان شعلہ دم ایک نالہ اور بھی
گم کردہ راہ باغ ہوں یاد آشیاں نہیں

اٹھ کر سحر کو سجدۂ مستانہ کے سوا
طاعت قبول خاطر پیر مغاں نہیں

مہکا ہوا ہے بیت حزن دیکھنا کوئی
آیا نسیم مصر کا ہو کارواں نہیں

اس بزم میں نہیں کوئی آگاہ ورنہ کب
وھاں خندہ زیر لب ادھر اشک نہاں نہیں

افسردہ دل نہ ہو در رحمت نہیں ہے بند
کس دن کھلا ہوا در پیر مغاں نہیں

لب بند ہو تو روزن سینہ کو کیا کروں
تھمتا تو مجھ سے نالۂ آتشں عیاں نہیں

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

اے جذب شوق رحم کہ مد نظر ہے یار
جاسکتی وھاں تلک نگہ ناتواں نہیں

کیا کچھ نہ کر دکھاؤں پر اک دن کے واسطے
ملتا بھی ہم کو منصب ہفت آسماں نہیں

ناز و نگہ روش سبھی لاگو ہیں جان کے
ہے کون ادا وہ تیری کہ جو جانستاں نہیں

شب اس کو حال دل نے جتایا کچھ اس طرح
ہیں لب تو کیا نگہ بھی ہوئی ترجماں نہیں

وہ شاخ نخل خشک ہوں میں کنج باغ میں
دیکھے ہے بھول کر بھی جسے باغباں نہیں

ملنا ترا یہ غیر سے ہو بہر مصلحت
ہم کو تو سادگی سے تری یہ گماں نہیں

اچھا ہوا نکل گئی آہ حزیں کے ساتھ
اک قہر تھی بلا تھی قیامت تھی جاں نہیں

بے وقت آئی دیر میں کیا شورشیں کریں
ہم پیر دیر میکدہ بھی نوجواں نہیں

آزردہ نے پڑھی غزل اک میکدہ میں کل
وہ صاف ترکہ سینۂ پیر مغاں نہیں

ولہ

شب جوش گریہ تھا مجھے یاد شراب میں
تھا غرق میں تصور آتش سے آب میں

کیا جانو جو اثر ہے دم شعلہ تاب میں
یہ وہ ہے برق آگ لگادے نقاب میں

قسمت تو دیکھ کھولی گرہ کچھ تو رہ گئے
ناخن ہمارے ٹوٹ کے بند نقاب میں

یارب وہ خواب حق میں مرے خواب مرگ ہو
آوے وہ مست خواب اگر میرے خواب میں

حال اس نگہ کا اس کی سراپا میں کیا کہوں
مور ضعیف پھنس گئی جا شہد ناب میں

ہر وقت آرزوئے عذاب جحیم ہے
ہاتھوں سے ہجر کے ہوں میں کیا کیا عذاب میں

یارب یہ کس نے چہرے سے الٹا نقاب جو
سو رخنہ اب نکلنے لگے آفتاب میں

ذکر وفا وہ سنتے ہی مجلس سے اٹھ گئے
کچھ گفتگو ہی ٹھیک نہ تھی ایسے باب میں

خورشید زار ہوئے زمین دے جھٹک ذرا
سو آفتاب ہیں تری گرد نقاب میں

کیا عقل محتسب کی ہے لایا ہے کھینچ کر
سودا زدوں کو محکمۂ احتساب میں

کیا پوچھتے ہو چارۂ از خویش رفتگان
سو جا سے چاک جامہ ہے سوزن خلاب میں

بے اعتدالیاں مری ظرف تنک سے ہیں
تھا نقص کچھ نہ جوہر صہبائے ناب میں

ہم جان و دل کو دے چکے موہوم امید پر
اب ہو سو ہو ڈبودی یہ کشتی شراب میں

آواز صور تیرے شہیدوں کی روز حشر
لگتی تھی اک بھنک سی جو کانوں کو خواب میں

اٹھنے میں صبح کے یہ کہاں سرگرانیاں
زاہد نے مے کا جلوہ یہ دیکھا ہے خواب میں

کچھ بھی لگی نہ رکھی ڈبودی رہی سہی
دل کو نہ ڈالنا تھا سوال و جواب میں

جو دیکھتے ہیں اس سے یہ گذرا کبھو نہیں
یعقوب کے خیال و زلیخا کے خواب میں

تحقیق ہو تو جانو کہ میں کیا ہوں قیس کیا
لکھا ہوا ہے یوں تو سبھی کچھ کتاب میں

الفت میں ان کی اب تو ہے جانوں کی پڑ گئی
دل کس شمار میں ہے جگر کس حساب میں

ہر ہر روئیں سے خرقہ کی میرے ہے مے چکاں
غوطے تو سو دیے اسے زمزم کے آب میں

مے اور ذوق بادہ کشی لے گئی مجھے
یہ کم نگاہیاں تری بزم شراب میں

(۱) تھی جہاں میں روز ازل جائے درد کی
آیا پسند دل میرا اس انتخاب میں

---

(۱) یہاں کوئی لفظ مثلاً ''جو'' یا ''وہ'' رہ گیا ہے۔

اس چشم اشکبار کے کیوں کر هو سامنے
رونے کا مادّہ هی نہیں ہے سحاب میں

امداد چشم کیا هو لگی دل کو آگ جب
جلنے کے بعد خوں نہیں رهتا کباب میں

هیں دونو مثل شیشہ پہ سامان صد شکست
جیسا ہے میرے دل میں نہیں ہے حجاب میں

انوار فکر سے نہ هوا کچھ بھی انکشاف
جتنا پڑھے هم اور پڑے جا حجاب میں

یہ عمر اور عشق ہے آزردہ جای شرم
حضرت یہ باتیں پھبتی هیں عہد شباب میں

ولہ

حسن کی شان سے ہے یہ رہے مستور نہیں
ورنہ هوتا کبھو یوں جلوہ سرطور نہیں

عذر کرتے هی بنی ان کو تجھے جب دیکھا
جو کہا کرتے تھے رسوا ترا معذور نہیں

هیں تو همجنس فراهم نہ هو سامان طرب
بزم ماتم سہی گو انجمن سور نہیں

لاکھ هنگامۂ منصور دکھا دیں دم میں
پرهم افشائے سرائر میں هیں مامور نہیں

خانۂ غیر تجلی کدہ هو اور نصیب
هم کو جز روسیاہ و شب دیجور نہیں

مژدہ اے چرخ کہ اب میری طرح سے رکھتا
طاقت اٹھنے کی ذرا نالۂ رنجور نہیں

چارہ اب کیا هو جو هو نشتر و مرهم یکساں
کون سا داغ ہے سینے میں جو ناسور نہیں

دل پر رخنہ هی کو آگ لگادی هم نے
چارہ جز شعلہ پئی خانۂ زنبور نہیں

محتسب کو کیا بیکار تری آنکھوں نے
ایک میخانہ بھی اس دور میں معمور نہیں

پرزے پرزے نہ کرو نامہ مرا بن دیکھے
یہ بھی چھاتی سے لپٹنا ہے کہ منظور نہیں

ہے نیا قاعدہ یہاں ذبح کا قاتل کی طرف
دیکھنا پھر کے کنکھیوں سے بھی دستور نہیں

دامن اس کا تو بھلا دور ہے هاں دست جنوں
کیوں ہے بیکار گریباں تو مرا دور نہیں

ریختہ یہ ہے کہ جیوں آیت محکم ہے صاف
معنی دور نہیں لفظ بھی مہجور نہیں

میں هوں اور گوشۂ یثرب یہ تمنا ہے اب
خواهش سلطنت قیصر و فغفور نہیں

مدد اے پرتو لطف نبوی کوئی عمل
شمع تنہائی ظلمت کدۂ گور نہیں

آستاں ہے ترے در کا وہ تجلی پر تو
پہنچے پاسنگ کو جس کی جبل طور نہیں

کون سا دن ہے کہ خورشید جہاں تاب سحر
خاک در سے ترے دریوزہ گر نور نہیں

پایۂ عرش بڑھانا تھا وگر نہ یہ نام لوح پر عرش کی ہو تا کبھو مسطور نہیں
ہوں ادا نظم میں کس طرح مناقب تیرے سلسلہ یہ متناہی ہے وہ محصور نہیں

ترک روی خوشِ آزردہ محالات سے ہے
یوں خدا کی تو خدائی سے ہے کچھ دور نہیں

جناب مولوی رشیدالدین خاں رحمۃ اللہ علیہ (۱)

جامع معقول و منقول، حاوی فروع و اصول یگانۂ روزگار بہیں نتیجۂ قرون و ادوار، یکتاے زماں قدوہ دوراں، مولوی محمد رشیدالدین خاں، طاب ثراۃ وجعل اللہ الجنۃ مثواہ ۔ شاگرد رشید اور مخلص خالص العقیدت جناب جنت مآب زبدۂ اکابر روزگار مولانا رفیع الدین رضوان اللہ علیہ کے تھے اور ان کی خدمت میں ایسا اخلاص وافر رکھتے تھے کہ حضرت موصوف آپ کی تربیت میں مادام الحیات ایسے مصروف تھے جیسے کہ باپ فرزند کی تربیت میں ۔ اگرچہ کسب و کمال ان حضرت کے دونو بھائی یعنی مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہما کی خدمت سے بھی کیا تھا ، لیکن تکمیل جمیع فنون انہیں کی خدمت میں انصرام کو پہنچائی ۔ ہر چند سب علوم متداولہ میں یک فنی تھے ، لیکن علم ہیئت اور هندسہ میں علم یکتائی بلند کیا تھا ۔ مدت العمر فرقۂ امامیہ سے مباحثہ و مناظرہ کیا اور باہم تحریر رہی ، اس بحث میں رسالہ ہاے متعددہ فراہم ہوگئے ۔ طریق مناظرہ کا یہ دیکھا گیا کہ تقریر یا تحریر میں خصم کو بجز اعتراف عجز کے چارہ نہ تھا ۔ تقویٰ اور زہادت اور تشرع اور عبادت کا بیان خامۂ بریدہ زبان کی مجال نہیں کہ ایک شمّہ اس کا لکھ سکے ۔ ہر چند حکام وقت چاہتے تھے کہ ان کو عہدۂ قضا سپرد کردیں تاکہ ان کی نیک نیتی اور عدل و انصاف سے عباد اللہ کی حق رسانی ہوتی رہی ، لیکن ازبسکہ اپنی اوقات کو بیشتر تربیت مستفیضان کمال میں مصروف رکھتے تھے ، قبول نہ کیا ۔ جب تقاضاۓ موفور احیان مختلفہ میں حکام کی طرف سے وقوع میں آیا اور بجد ہوئے ، بسبب کمال قناعت کے ایک امر جزوی پر قانع ہوکر عہدہ مدرسی مدرسہ شاہجہاں آباد قبول فرمایا ۔ ازبسکہ ایثار و کرم جبلی تھا ۔ سو روپیہ کی تنخواہ ان کو ہرگز کفایت نہ کرتی تھی اور خدمت فقرا اور مساکین سے کسی وقت اپنے تئیں معذور نہ رکھتے تھے ، بقدمے و درمے و سخنے ۔ میرزا بیدل علیہ رحمۃ نے خوب کہا ہے ۔ رباعی

---

(۱) حالات کے لیے دیکھو تذکرۂ علماۓ هند ص ۶۳ ابجد العلوم ص ۹۱۷ ۔

بیدل دارد ز طبع اہل ہمت　　آثار سخا جلوہ بچندین صورت
با بےخردان پند و بمحتاجان سیم　　باخوردان لطف و با بزرگان خدمت

عمر آپ کی قریب ستر برس کی تھی اور آخر عمر میں ارادہ بیت اللہ کا کیا ۔ چوں کہ ہر ارادہ پر ارادت اللہ غالب ہے ، مرض صعب میں مبتلا ہوئے اور احرام کعبۂ معنوی یعنی دیدار فیض انوار شاہد حقیقی باندھ کر دار آخرت کو راہی ہوئے ۔ آپ کی وفات کو تیرہ چودہ برس کا عرصہ گذرتا ہے (۱) ۔ بسبب کثرت توغل علوم دینیہ اور مباحثات علمی کے انشاے نظم کی طرف کبھو متوجہ نہ ہوتے تھے ، مگر تکلیف خطاب اور بہانۂ جواب سے گاہ گاہ نثر عربی کا اتفاق ہوتا تھا (۲) ، ازاں جملہ یہ رقعہ دستیاب ہوا کہ لکھا جاتا ہے :—

رقعہ عربی

أسرب القطا هل من يعير جناحه　　لعلّي الى من قد هويتُ أطير

من جویّ او فدة البعد، وشجّی اکمدة الوجد ، الی جانب الحبیب الذی تنزہ قدحه المعلی عن القدح والنسیب، الذی استوعب نسبه" صنوف المدح الذی اذا نظم خجل قلائد القلائد ، واذا نثر غبط فرائد الفرائد ۔ ذو خلق عظیم وطبع کریم، وسجیّه" سریه" وهمه" علیه"۔ ما من علم الاداب مشکلاته وما من فن الاغاص فی بحار تحقیقاته ۔ اما الادب فقد شیّد ارکانه ، واما الفقه فقد ابرم بنیانه، واما المعقول فمناد الیه ومعوّل ارباب الصناعه" علیه۔ ذخر الفضائل فخر الاماثل صدر الافاضل زین المحافل مولانا المولوی محمد صدر الدین لازال ظل افاضته علی رؤس المستفیدین ۔ اما بعد اهداء هدایا السلام واداء مناسک الاحترام والاعظام ، فیهنئی ورود مشرقه ومشرفه هبّت عند فتحها النسائم مصریه، وتجلت کلمات یض الوجود الاّ انهّا دُرّیه"۔ فقبّلتُها مراراً وقابلتها بالاجلال اکثارا ، واستسقت (؟) منها روایح سحیق الصندل ، ونظرتُ الی معانیها فاذا هی لالی رطبه" وماسواها من المعانی جندل ۔ واما ما فیها من الالفاظ فهو أنمق من غمرات الالحاظ هذا ثم ما أصف من الزمان مذ اصطلیت نیران الهجران ۔ فو الذی

---

(۱) سنہ ۱۲۴۹ ھ مطابق ۱۸۳۳ ع میں وفات پائی ۔

(۲) ان کے عربی خطوط کا ایک مختصر مجموعہ سنہ ۱۳۳۵ ھ میں المکاتیب کے نام سے مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوچکا ہے۔ ریاض الفردوس ص ۱۶۴ میں ان کی نظم و نثر کا نمونہ دیا گیا ہے۔

حبانا بمحبتک وجعلنا من صفوۃ احبک ، انی مذ فارقتک ، ما اطبقت مقلتی بالنوم وما لاقت لیلتی عن الیوم ۔ یسرلنا اللہ لقاک ویسرک للحسنیٰ فی آخرتک ودنیاک ۔ والسلام بالوف الاکرام ۔

جناب مولانا شاہ رفیع الدین علیہ الرحمہ والغفران (۱)

مولی الکرام مخدوم الانام ، عالم باعمل فاضل اجل اسوۂ افاضل عرب و عجم ، زبدۂ ارباب ھمم ، سند اکابر روزگار فخر کملائے شہر و دیار ، محی الشرع والسنہ ماحی ھوی وبدعۃ ، مؤسس اساس دین مبین ، ھادینا ومولانا حضرت شاہ رفیع الدین قدس سرہ العزیز ۔ یہ حضرت خلف الصدق حضرت شاہ ولی اللہ غفر اللہ لہ کے اور چھوٹے بھائی مولانا و مخدومنا حضرت شاہ عبدالعزیز دھلوی کے ۔ تحصیل علوم عموماً اور سند حدیث نبوی کی خصوصاً اپنے والد ماجد کی خدمت میں لی ۔ علوم و فنون میں مستندالیہ ارباب استعداد تھے ۔ چوں کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم مغفور بسبب کبر سن اور ضعف مزاج و کثرت امراض کے دماغ تعلیم و تدریس طلبا نہ رکھتے تھے ، سلسلہ تدریس کا حضرت کی ذات با برکات سے جاری تھا ۔ فضلائے نامی ھر دیار کے کہ ارباب کمال سے مشہور یکتائی حاصل کرچکے تھے ، جب آپ کی خدمت میں پہنچے اپنے تئیں طفل ابجد خوان اور مبتدی محض سمجھ کر ابتدا سے انتہا تک پھر تحصیل علم پر کمر باندھتے ۔ اسی واسطے دیار ھندستان کے جمیع فضلائے نامی انہیں حضرت فیض موہبت کے مستفیضوں میں سے ھیں ۔ ھر فن کے ساتھ اس طرح کی مناسبت تھی کہ ایک وقت میں فنون متباینہ اور علوم مختلفہ درس فرماتے تھے ۔ جب ایک کی تعلیم سے دوسرے کی تعلیم کی طرف متوجہ ھوتے ، حضار خدمت کو یہ معلوم ھوتا تھا کہ گویا اسی فن میں جامہٗ یکتائی ان کے قامت استعداد پر قطع ھوا ہے ۔ باوجود ان کمالات کے افاضہٗ فیض باطن کا یہ حال تھا کہ جنید بغدادی اور حسن بصری کہ اگر ان کے وقت میں ھوتے تو بےشک وریب اس میں اپنے تئیں کمترین مستفیدان تصور کرتے ۔ اور سخا و کرم کا یہ حال تھا کہ زر ورد اور گل در منہ کو گلدستہ میں محبوس مشاھدہ کرنا سخت ناگوار ھوتا تھا ۔ الغرض ملک تھے صورت بشر میں ۔ کوئی زبدۂ کملائے دھر کے اوصاف میں کہاں تک زبان قلم کو فرسودہ کرے کہ اگر بالفرض ایک حرف اس دفتر سے لکھا جاوے ، ایک کتب خانہ تیار ھوسکتا ہے ۔ حضرت کے نظم و نثر زبان عربی میں بہت ھیں ، مگر چند اشعار پر قناعت کرتا ھوں ۔

---

(۱) ولادت ۱۱۶۳ھ وفات ۱۲۳۳ھ ۔ حالات کے لیے دیکھو ابجد العلوم ص ۹۱۴ ، حدائق الحنفیہ ص ۴۶۹ ، تذکرۂ علما ص ۶۶ ، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۳ ص ۱۰۹۷ ۔

هذه ابيات فی بيان معراج النبی عليه الصلواة والسلام

يا احمد المختار يا زين الورىٰ … يا خاتم الرسل ما اعلا كا
يا كاشف الذراء من مستنجد … يا مَنجىٌ فی الحشر من والا كا
هل كان غيرک فی الانام من استوے … فوق البراق وجاوز الافلا كا
واستمسک الروح الامين ركابه … فی سيره واستخدم الافلا كا
عرضت لک الدنيا وذاعوا ملة … نسخت ببعثک طامعين روا كا
فرددتهم فی خيبة عن قصدهم … الله صانک عنهم ووقا كا
واخترت من لبنٍ وخمرٍ فطرة … الاسلام بالهدی اليه هدا كا
قعدت لک الرسل العظام ترقباً … فعلوت مغبوطا لهم مسرا كا
واممتهم فی القدس بعد تجاوز … منهم بامر الله اذ ولّا كا
وبكی الكليم لما رآک علوته … ومنافسوک يحق فيهم ذا كا
وتزيّنت حور الجنان بشاشة … بک سيدی شوقا الی لُقيا كا
وتبشبش العرش المعظم لاثماً … رجليک نال الفضل اذ آوا كا
خلّفت روح القدس عند السدرة … القصویٰ يخاف من الجلال علا كا
ادناک ربک فی منازل قربه … جلّیٰ لک الاكوان ثم هبا كا
واتمّ نعمته عليک فلم تسل … ان تؤثر الانفاق والاملا كا
القی اليک كنوز اسرار سمت … عن حيطة الافهام اذ ناجا كا
وسألت فينا العفو منه شفاعة … فاجاب ربک قد وهبت منا كا
حتیٰ اذا تمّ الدنوّ تسترت … منک الهويّة فی سنا مولا كا
فرأيته جهراً بعينیَ نوره … ما كان الّا الله فی مجلا كا
فكساک نوراً من اشعّة ذاته … افناک عنک اذا به القا كا
فلک المناصب والسيادة للوریٰ … وخلافة الرحمٰن يا بشرا كا
جعلت لک الاقدار والانوار و … الجنات والنيران فی مرآ كا

اعطاک تخفیفا وتیسیراً الی — دین قوی محکم لقرا کا
وسواہ من نعم جسام مالہا — عدٌّ ولا ینتہی اولا کا
فرجعت مسروراً بہا فی لمحۃٍ — وجمیع خلق اللہ قد ھنّا کا
أجریت دین اللہ بعد نضوبہ — ومحوت رأس الجہل والاشرا کا
فلقد اتیتُک سیدی مستجدیا — من سیبک المِدرار حسن ولا کا

یا لیتنی قد فزتُ منک بنظرۃٍ
فی بدر وجہ نوّر الا َحلا کا

جناب مولوی مخصوص اللہ سلمہم اللہ تعالیٰ

عالم باعمل مبرّا از حرص واملی، زبدۂ فقہائے زمان اسوۂ صلحائے جہان، معارف دستگاہ مولوی مخصوص اللہ، فرزند رشید مولانا رفیع الدین مرحوم مغفور ہیں جن کا ذکر سابق ہوچکا ہے۔ علم و فضل میں گوی سبقت اقران و امثال سے لے گئے ہیں۔ ایک مدت دراز تک تدریس و تعلیم طالبان کمال میں مصروف تھے اور علوم دینی اور یقینی کے مشاغل میں شب و روز اوقات گرامی کو خرچ کرتے۔ چوں کہ بیس پچیس برس تک مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی خدمت میں روز وعظ و قرأت کلام الٰہی و حدیث رسالت پناہی کے کرتے تھے اور تقاریر سراسر افادت مولانائے موصوف کو ذخیرۂ گوش ہوش فرماتے تھے، حدیث و تفسیر میں ایسا مایہ کمال بہم پہنچایا کہ اس دونوں فن کے نکات جو ان حضرات کے سینہ بے کینہ میں تھے اور کہیں نہیں۔ لیکن از بس طبیعت عبادت دوست اور مزاج زہادت پرست واقع ہوا ہے ایک عرصہ ہوا کہ سررشتہ تدریس کو ہاتھ سے دے کر گوشہ نشین ہیں (۱) اور اوقات آپ کی ایسی مجموع ہے کہ شاید سلف میں اولیاء کرام کی اوقات ایسی ہی ہوگی۔ از بسکہ توجہ عبادت اور تقویٰ شعاری کی طرف مصروف ہے۔ نظم عربی اور انشائے تازی کی طرف میل نہیں اس واسطے کچھ کلام آپ کا اس کتاب میں مندرج نہیں ہوا۔

---

(۱) ۱۲۷۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تذکرۂ علمائے ہند ص ۲۲۳)۔

جناب جنت مآب مولوی عبدالقادر قدس سرہ

حضرت بابرکت کثیر الافادت جناب غفران مآب کامل واصل زبدۂ علمائے متالہین اسوۂ کملائے ربانین، محقق مسائل دین موسس معانی شرع مبین، هادی شریعت پیر طریقت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب غفر اللہ لہ ۔ آپ خلف الرشید هیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اور کنهیں برادر مولوی شاہ عبدالعزیز اور مولوی شاہ رفیع الدین قدس سر هما کے ۔ آپ کے علم و فضل کا بیان کرنا ایسا هے کہ کوئی آفتاب کی تعریف فروغ اور فلک کی مدح بلندی کے ساتھ کرے ۔ زبان کو کیا طاقت کہ ایک حرف حضرت کی صفات سے لکھ سکے اور قلم کی کیا مجال کہ آپ کی مدائح سے ایک ذرہ لکھ سکے ۔ کسب فیض باطن سوائے والد ماجد کے اور بزرگوں کی خدمت سے بھی اتفاق هوا ، اب اس جزو زمان میں ایسا مکاشف صحیح کم کسی اهل کمال سے اتفاق هوا هے ۔ بارها ثقات کی زبان سے سنا گیا کہ جس امر میں کچھ فرمایا ویسا هی بے کم و کاست ظهور میں آیا ۔ باوجود اس کے کہ بسبب کثرت اخلاق کے کسی کے حق میں کچھ ارشاد نہ کرتے اور کسی کو نہ فرماتے کہ ادهر بیٹھ یا ادهر ، لیکن من جانب اللہ لوگوں کے دل میں آپ کا ایسا رعب چھایا هوا تھا کہ روسائے شهر جب آپ کی خدمت میں حاضر هوئے ، بسبب ادب کے دور دور خاموش بیٹھتے اوربدون آپ کی تحریک کے مجال سخن نہ پاتے اور ایک دو بات کے سوا یارا نہ دیکھتے کہ کچھ اور کلام کریں ۔ کرامت حضرت بحد تواتر پهنچ گئی هیں اگر ان کا بیان کیا جاوے کتاب میں گنجائش نہیں ۔ بیت

مردان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نباشند

از بسکہ ترک حضرت کے مزاج میں بہت تھا ، تمام عمر اکبر آبادی مسجد کے ایک حجرے میں بسر کی ۔ آپ کا کچھ کلام نظم و نثر سے راقم کو دستیاب نہیں هوا (۱) ، غالب یہ هے کہ جو آپ کی اوقات منزہ تھی اس سے کہ اپنی طبع اقدس کو ان امور کی طرف متوجہ فرماتے ادهر ملتفت نہیں هوئے هوں گے ۔ تیس پینتیس برس سے زیادہ گذرتے هیں کہ حضرت نے جهان فانی سے رخصت سفر عالم نورانی جاودانی

---

(۱) موضح القرآن کے نام سے قرآن مجید کا پہلا اردو ترجمہ انهوں نے کیا هے ۔

کی طرف باندھ کر جوار رحمت الٰہی میں آسایش کی (۱) ۔

جناب مولانا عبدالحی غفراللہ (۲)

افضل الفضلا اکمل الکملا قامع بنیان بدع واھوا، بانی زھد و تقویٰ، فضائل دستگاہ فواضل پناہ، جامع صفات جلال و جمال قامع اساس کفر و ضلال، مولانا عبدالحی صاحب غفراللہ لہ ۔ مولانا عبدالعزیز قدس سرہ کی خدمت میں نسبت دامادی اور شاگردی کی رکھتے تھے ۔ ھر فن کے ساتھ نسبت خدا داد تھی کہ جس فن میں جس نے آپ سے بحث و مناظرہ چاھا اسی فن جانا کہ شاید دوسرا ان کا نظیر نہیں پیدا ھوا ۔ ایک مدت درس و تدریس علوم میں صرف ھمت کی ۔ اواخر میں زبدۂ سادات کرام اسوۂ اولیاے عظام سید احمد مغفور مرور کی خدمت میں، جن کا ذکر اس سے پہلے ذیل اولیاء و صلحا میں ھوچکا ھے، ابتہاج کر بیعت کی اور تادم زیست ان کے سایۂ عاطفت سے کبھی علاحدہ نہ ھوئے ۔ سفر و حضر میں مثل سایہ کے ان کی تبعیت میں حاضر رھتے، انھیں کی خدمت میں سفر بیت اللہ کو اختیار فرما کر فرض حج ادا کیا اور وھاں سے مراجعت فرما کر چندے بموجب ارشاد پیر طریقت کے وعظ گوئی میں اوقات شریف کو بسر کیا اور لوگوں کو نہایت ھدایت حاصل ھوئی اور باتفاق مولوی محمد اسمعیل صاحب کے جن کا ذکر بعد اس کے بہ تفصیل آتا ھے، ترغیب جہاد فی سبیل اللہ میں سرگرم رھے ۔ جب سید صاحب مغفور اس ارادے پر کوھستان کی طرف تشریف فرما ھوے اسی نواح میں چند سال تک رفیق رھے اور پھر مرض بواسیر کی شدت سے سفر ناگزیر اختیار کیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

محی السنۃ قامع البدعۃ مولانا مولوی محمد اسمعیل رحمۃ اللہ علیہ (۳)

علم برکش ای آفتاب بلند — خرامان شو ای ابر مشکین پرند
بنال ای دل رعد چون کوس شاه — بخند ای لب برق چون صبح گاه
بباری ای هوا قطرهٔ ناب را — بگیرای صدف درکن این آب را
برآی ای در از قعر دریای خویش — بتاج سر شاه کن جای خویش (۴)

(۱) ۹ رجب سنہ ۱۲۴۳ ھ میں انھوں نے رحلت فرمائی ۔
(۲) حالات کے لیے دیکھو ابجدالعلوم ص ۹۱۵ ۔
(۳) حالات کے لیے دیکھو اتحاف النبلا ص ۴۱۶، ابجد العلوم ص ۹۱۶ تذکرۂ علماے ھند ص ۱۷۹، الحیاۃ بعد المماۃ، ص ۱۰۴ تا ۱۱۵ ۔
(۴) اشعار نظامی در سکندر نامہ ۔

یعنی شاہ کشور شریعت گستری ملک الملوک دیار دین پروری، قامع تبان شرک و طغیان حاوی موجبات علم و ایقان، مؤسس اساس کمال مہذب اوضاع حال و قال، سالک مسالک ہدایت و ارشاد مجلّی آئینہ صافی اعتقاد، مرکز دائرۂ علوم، مسافتہ آسمان فہوم، مرتقی مدارج درجات عالی پیشوای ادانی و اعالی، مرجع و مآب فضائل، کامروائے طبائع فاضل، رموز فہم سرائر تفسیر قرآنی دقیقہ یاب معالم تندیرات ربانی، جامع کمالات صوری و معنوی نکتہ سنج کلام الٰہی و حدیث نبوی، قدوۂ اہالی پیش گاہ قبول، جلال غوامض معقول و منقول، بانی و مبانی فضل و افضال ممہد قواعد تکمیل و اکمال، جاعد حق و یقین مثبت دلائل دین، مولائی مخدومی مخدوم الانامی مولوی محمد اسمٰعیل قدس سرہ۔ آپ کو حضرات ثلٰثہ یعنی مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اور مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر غفراللہ لہم کے ساتھ نسبت برادر زادگی کی تھی اور بسبب اس کے کہ جناب جنت مآب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے بعد انتقال والد ماجد ان کے، بجائے فرزندوں کے پرورش کیا تھا اور حضرت مبرور مغفور کی نواسی بھی ان کے ساتھ منسوب تھیں، ان کی تربیت اپنے ذمہ پر لے کر روز شب حضرت کی تکمیل میں ساعی تھے۔ ازبسکہ جوہر قابل محتاج تربیت اور نیازمند تعلیم نہیں ہوتا، آپ کے آئینۂ خاطر نے مصقلۂ تائید الٰہی سے ایسی صفا اور جلا حاصل کی تھی کہ اسرار ازل بے حجاب آپ پر منکشف تھے۔ اسی واسطے اوائل حال میں مطالعۂ کتب کی طرف چنداں التفات نہ فرماتے تھے، اور حال یہ تھا کہ حضرت مبرور کی خدمت زانوئے سبق خوانی تہ کر کر بیٹھتے۔ از بس کہ بہ سبب استغنا کے یہ محفوظ نہ رہتا تھا کہ سبق کس جاء سے شروع ہوگا، کبھی اس کے مابعد کی عبارت سے شروع کردیتے۔ جب حضرت مغفور وہاں سے امتناع فرماتے تو آپ فرماتے کہ اس مطلب کو آسان سمجھ کر نہیں پڑھا اور فی الواقع اگرچہ مطلب عقدۂ ما لاینحل ہوتا۔ اس طرح اس کی تقریر کرتے کہ موجب حیرت اعالی و ادانی ہوتا اور کبھی اس کے ماقبل سے آغاز کرتے۔ جب حضرت اس سے متنبہ فرماتے تو آپ اس میں کچھ شبہ کردیتے، اور وہ شبہ ایسا ہوتا کہ حضرت استاد کو اس کے دفع میں بہت متوجہ ہونے کی حاجت ہوتی۔ اس استعداد خداداد کی اعانت سے پندرہ سولہ برس کی عمر میں تحصیل معقول و منقول سے فراغت حاصل ہوگئی۔ جو کہ آپ کی ذہانت کی دھوم تمام شہر میں تھی، اکثر فضلائے کمل کہ دعویٰ کتاب دانی و دقیقہ شناسی کا رکھتے تھے، وہ مقامات باریک

نہ جن کے صاف کرنے میں روزگار دراز فکر کرنا چاہیے ، آپ سے سر راہ ملاقی ہوکر باعتبار ظاہر کے بطور مناظرہ کے اس کا استفسار کرتے ، اس لحاظ اگر ان کے مکان پر جاویں گے تو شاید مطالعہ کتاب یا اعانت شروح اور حواشی سے اس کو بیان کریں ۔ اور آپ بے تامل اس کو اس طرح سے تقریر فرماتے کہ ان کو اس جرأت سے کمال خجالت حاصل ہوتی ۔ ذکر اس زبدۂ ارباب کمال کا داعی ہے کہ ہزار ہزار محامد پسندیدہ کو زبان پر لا کر اند کے آتش شوق کو تسکین دے ۔ بیت ۔

مرا چو نام شریف تو برزباں آید گہر نثار کند بر سر زبان چشمم

لیکن کیا کرے کہ نہ زبان کو طاقت تقریر ہے اور نہ قلم کو یارائے تحریر ۔ معقولات میں آپ کا نتیجہ و ہم مثل یقینیات اور منقولات میں آپ کی تنہا نقل مانند متواترات ۔ فقہ کا یہ حال تھا کہ ہر مسئلہ کو آیات و حدیث کے ساتھ مستند فرماتے تھے ۔ بیشتر کتب علم معقول پر حواشی تحریر کیے ، اور از بس کہ طبیعت وقّاد حدت دثار کی طرف مائل تھی ، ایک رسالہ منطق میں لکھا اور اس میں شکل اول کے بعد الطبائع اور شکل رابع کی ابدہ البدیہات ہونے کا دعوا کیا اور اس کے دلائل اس قوت و استحکام کے ساتھ مذکور فرمائے کہ اگر معلم اول موجود ہوتا ، اپنی براہین کو تار عنکبوت سے سست تر سمجھتا ۔ اور ایک رسالہ اثبات رفع یدین میں مسمیٰ "بقرۃالعینین فی اثبات رفع الیدین" تالیف کیا اور حدیثیں اشہر اور نہایت قوی سے اس کا استدلال کیا ہے اور دلائل فقہائے سابق جو اس کے مقابل میں ہیں ، اپنے سوالات سے اس طرح پر اٹھایا ہے کہ مصنف غیر متعصب کو سوا تسلیم کے اور چارہ نظر نہیں آتا ۔ اور رسائل کثیرہ فنون شتیٰ میں آپ سے یادگار ہیں ۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کے حال ہدایت اشتمال میں سے قدرے عدیدہ ارباب کمال کیا جاوے تاکہ خلق ہوتا ایسے فرد کامل کا نمونہ قدرت رب ذوالجلال سمجھا جاوے ۔ اوائل حال میں از بس کہ کسب فیض باطنی کا بہت اچھا تھا ، جناب غفران مآب زبدۂ اولاد حضرت خیر الانام سمیٔ جدامجد علیہ السلام میر احمد قدس سرہ العزیز کی خدمت میں اعتقاد بہم پہنچایا اور ان سے فیض بطن کو کسب کیا اور پیر کی رفاقت میں سفر حجاز اختیار کر کے مناسک حج کو ادا کیا اور وہاں سے ہندستان کو مراجعت کر کے حضرت کی خدمت میں اطراف و جوانب میں بسر کی اور ہدایت و ارشاد سے عباد اللہ کو راہ راست دکھاؤ ۔ اس اثنا کے احوال تو اس قدر ہیں کہ زبان قلم اس کے تصور سے شق ہوتی ہے ، مگر اواخر میں

بارشاد سید الطائفہ پیر طریقت کے احوال مردم شاہجہان آباد کی طرف ملتفت ہوکر
راہ رشد و ہدایت کو وا کیا اور وعظ و نصائح سے اہل غفلت کے کان کھول دیے۔
جو جو مسائل کہ ان پر مواظبت کرنی ضروریات دین سے تھی اور بہ سبب سستی اور
کاہلی کوئی علماے وقت کے، عوام روزگار کیا بل خواص کے، گوش و ہم تک بھی نہ
پہنچے تھے۔ آپ کی سعی جد و جہد سے سب پر کھل گئے۔ اور آوازہ اعلام سنت
اور ہدم بنیان شرک و بدعت کا وضیع و شریف کے کان تک پہنچ گیا۔ باوجود کہ
ارباب مشیخت اور صاحبان تشخیص کہ سلسلۂ اعتقاد و سررشتۂ ارادت خاص و عام
کا ان کے ساتھ مستحکم تھا، اور کسی کو ان کی مداہنت کا گمان نہ ہوتا تھا، اس
گمان سے کہ اگر مسائل حقہ گوشِ مردم روزگار تک پہنچا تو ہمارے حق میں
موجب ضعف اعتقاد کا ہوجائے گا، عَلَمِ منازعت اور لواے مخالفت بلند کرکے در پے
اذیت و اہانت ہوئے، لیکن چونکہ مؤیّد بتائید اللہ تھے، اس ہدایت و ارشاد سے
باز نہ آئے اور خلق کو یہاں تک توفیق اختیار سنت نبوی اور ترک بدعات و احداث
کی ہوئی کہ ایک اور ہی طرح کا نور ہر ایک کی پیشانی احوال سے چمکنے لگا اور
ان مفسدان مضل کا بازار کاسد ہوگیا اور لوگوں نے جان لیا کہ یہ بزرگ بطمع
اخذ و جرّ کے امور حق کو آج تک چھپاتے رہے۔ اور بچشم خود دیکھا گیا کہ وضیع و
شریف کو توفیق نماز کی ایسی ہوئی کہ مسجد جامع میں نماز جمعہ کے واسطے ایسی
کثرت ہونے لگی، جیسے عیدگاہ میں نماز عیدین کے واسطے ہوا کرتی ہے۔ اور تائید الٰہی
اور ان کی صدق نیت اور خلوص طویت کی برکت سے الی الآن وہی حال چلا جاتا
ہے اور یہ ثواب انہیں حضرت کے جریدۂ اعمال میں لکھا گیا اور آج تک اس کا اجر
ان کی روح پر فتوح کو پہنچتا جاتا ہے۔ الحمد للہ ذلک فالحمد للہ علی ذلک۔ آپ کی
عادت یوں تھی کہ روز جمعہ اور روز سہ شنبہ کو مسجد جامع میں مجلس وعظ کی
مرتب فرماتے تھے، طرفہ تر یہ ہے کہ سامعین کو کہ ہزارہا سے متجاوز ہوتے تھے،
اس چار روز کے عرصے میں بہ سبب اغواے مغویان ضلالت نہاد کے یا بہ سبب انحراف
نفس امارہ کے اگر شبہ پیدا ہوتے اور ارادہ کرتے کہ اپنے وعظ میں آپ کی حسن تقریر
سے اس کو دفع کریں گے، جب درس کی مجلس میں آن کر حاضر ہوتے تو حضرت
ابتداء وعظ میں کلمات چند بطریق تمہید کے ارشاد کرتے اور ان کی تقریر کی جامعیت
سے وہ چیزیں مذکور ہوتیں کہ ہر شخص اپنے شبہ کا جواب پالیتا اور کچھ خدشہ

باقی نہ رہتا ، یہاں تک کہ بعد اختتام درس کے کسی کو یہ خلجان نہ رہتا کہ ان شبہات کو پھر اپنی زبان سے بیان کر کے دلیل کرے اور عمدہ مقاصد تردید شرک و بدعت اور احیائے سنت تھا ۔ آپ کی حسن تقریر سے وہ مسائل غامضہ کہ طالب علم کو بعد رد و قدح کے ذہن نشین ہو ، جہلائے عامی کو بمجرد استماع کے سمجھ میں آجاتے تھے اور اس طرح منقوش خاطر ہوتے تھے کہ مخالفین سے بعضے اہل علم چاہتے کہ کچھ دلائل علمی سے اس کو رد کر کے اس کے ذہن سے نکالیں ممکن نہ ہوتا ۔ جب یہ مطالب خوب ذہن نشین ہو گئے بموجب ارشاد سید اصفیا یعنی پیر طریق ہدا کے اس طرح سے تقریر وعظ کی بناڈالی کہ مسائل جہاد فی سبیل اللہ بیشتر بیان ہوتے اور یہاں تک آپ کی صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینۂ باطن مصفا اور مجلا ہوگیا اور اس طرح سے راہ حق میں سرگرم ہوئے کہ بے اختیار چاہنے لگا کہ سر ان کا راہ خدا میں فدا ہو اور جان ان کی اعلائے لوائے دین محمدی میں صرف ہو ۔ بعد مدت کے پیر دستگیر نے طلب کیا اور آپ معتقدین کو تشنہ چھوڑ کر ان کی خدمت میں راہی ہوئے اور بالاتفاق حضرت ممدوح نے جہاد پر کمر باندھی اور کوہستان میں لے جا کر اطراف ہندستان میں خطوط طلب بھیجے ۔ اس نواح سے جوق درجوق روانہ ہوئے اور حضرت کی خدمت میں سوائے مردم کوہستان ہندستانیوں میں سے لاکھ آدمی سے زیادہ مجتمع ہو گئے ، اور کارہائے نمایاں راہ خدا میں ظہور میں آئے ۔ تائید الٰہی سے ان حضرت کا رعب کفار کے دل میں ایسا متمکن ہوا کہ جس جگہ گروہ قلیل غزات مسلمین سے متوجہ ہوتا اور اس کا سرگروہ یہ حضرت ہوتے ، لشکر کفار اگرچہ مور و ملخ سے زیادہ ہوتا ، بے سروپا فراری ہوتا ۔ اور وہاں کے معاملات کی تفصیل حضرت بابرکت زبدۂ اولاد سید المرسلین کے احوال کے ضمن میں ہوچکی ہے ۔ چوں کہ مشیت الٰہی میں سلسلہ اس کام کا یہیں تک تھا ، اتفاق تقدیر سے لشکر کفار کو غلبہ ہوا اور یہ حضرت قلعہ بالا کوٹ کی نواح میں ہمراہ پیر طریقت اور اکثر مسلمین غزاۃ کے جنت اعلیٰ کی طرف راہی ہوئے ، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اس واقعہ کو چودہ پندرہ برس گذرتے ہیں اور چوں کہ یہ طریقہ آخرالزمان میں بنیاد ڈالا ہوا ان حضرات کا ہے ، اب تک اس سنت کی پیروی عباد اللہ نے ہاتھ سے نہیں دی اور ہر سال مجاہدین اوطان مختلفہ سے بہ نیت جہاد اسی نواح کی طرف راہی ہوا کرتے ہیں اور اس امر نیک کا ثواب آپ کی روح مطہر پر ہمیشہ پہنچتا رہتا ہے ۔ بہرکیف اگرچہ نظم و نثر عربی بھی

آپ سے یادگار ہوگا ، لیکن راقم کو دستیاب نہیں ہوا ' اس واسطے یہ کتاب اس زیور سے خلیع العذار رہی -

زبدۃ المحدثین جناب مولانا محمد اسحاق غفراللہ لہ (۱)

مخدومی مخدوم الانامی افضل الکرام اشرف العظام ملک سیرت فرشتہ صورت ، جامع رموز حقیقت و طریقت مواظب اوامر شریعت ، فخر علماے دین مسند المحدثین ، یگانہ آفاق مولانا مولوی محمد اسحاق - آپ نواسہ ہیں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم قدس سرہ کے - علم حدیث کو شاہ صاحب مبرور و مغفور کی خدمت میں حاصل کیا اور بیس برس کامل تک یہ فن شریف اور علم منیف ان کے حضور میں بیٹھ کر طلبہ' حدید الفکر کو پڑھایا - امتناع سنت سے کوئی کام آپ سے سرزد نہ ہوتا - چوں کہ حق جلّ و جلا نے صورت اور سیرت دونوں عطا کی تھیں ، آپ کی صورت سے آثار صحابت ظاہر ہوتے تھے اور یقین ہوتا تھا کہ سید الثقلین صلواۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا فیض جنھوں نے پایا ہوگا ان کی یہی صورت و سیرت ہوگی -

ع - زہی امت خاتم المرسلین

بعد وفات شاہ صاحب موصوف کے ان کا فرق مبارک دستار خلافت سے مزیّن اور تمام معتقدین صافی اعتقاد کی رجوع آپ کی طرف ہوئی - ناز اور فخر کرنا چاہیے ایسی خدا جوئی پر کہ سب کچھ چھوڑ کر سفر حجاز اختیار کیا اور وہاں مع قبائل و عشائر پہنچ کر فرض حج ادا کیا اور پھر تشریف لا کر مواعظ و نصائح سے خلق کو راہ ہدایت دکھاتے رہے - بعد ایک مدت کے از بس کہ شعائر اسلام میں ضعف اور رسوم کفر و بدعات میں قوت آتی جاتی تھی ، نیت ہجرت کو مصمم کر کے تمام قبائل کو ہم راہ لے کر راہی مکہ' معظمہ ہوے (۲)، اور با وصف کہ تمام سکناے شہر اور سلطان وقت بہ سماجت تمام مانع آئے ، چوں کہ شوق ماھو الحق غالب تھا ، آپ ممتنع نہ ہوے اور مکہ' معظمہ

---

(۱) ان کے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ کتاب الحیاۃ بعد المماۃ (سوانح میاں نذیر حسین) ص ۳۸ میں درج ہیں - نیز دیکھو حدائق الحنفیہ ص ۴۷۳ -

(۲) سنہ ۱۲۵۶ ع میں آپ نے مکہ معظمہ کو ہجرت فرمائی (تاریخ دہلی از سید احمد ص ۱۰۶) -

جا کر توطن اختیار کیا - اور بہ سبب کثرت کرم کے آپ کا کیسہ ہمیشہ خالی رہتا تھا، خصوصاً ان لوگوں کی مراعات کے سبب جو ہندستان سے ادائے حج کو وارد مکہ شریفہ ہوتے تھے - وہاں کے لوگوں نے حضرت کے وجود مطہر کو از جملہ مغتنمات سمجھا اور ان کا وہاں ہونا موجب برکت جانا - شاہجہان آباد سے جدا ہوکر اس دیار میں چھ برس کامل تشریف رکھی - اب ایک برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ اسی دیار میں جہان فانی کو دداع کیا اور عالم باقی کی طرف راہی ہوئے(۱) - چوں کہ حضرت بابرکت کو حدیث نبوی کی خدمت سے ایک لمحہ فرصت نہ تھی، نظم و نثر کی طرف ہرگز التفات نہ کرتے تھے - اس واسطے آپ سے اس قسم کا کلام کچھ یادگار نہیں۔

جناب مولانا مولوی محمد یعقوب سلمہ اللہ تعالیٰ

صاحب خلق محمدی تابع شریعت احمدی جامع محامد صفات عادی حمائد اوقات خالق کے محب اور خلائق کے محبوب مولوی محمد یعقوب کہین برادر(۲) حقیقی مولوی محمد اسحاق مرحوم کے ہیں - علم و فضل میں اقران روزگار سے پایہ کم نہیں رکھتے، الأخلاق جمیل اور صفات جزیل اور قناعت اور استغنا میں اپنا نظیر نہیں رکھتے - اکثر دیکھا گیا کہ جب کوئی بطریق پیشکش و ہدیہ کے کچھ لایا کبھی قبول نہ کیا، جو سرمایہ اپنے پاس رکھتے ہیں اس میں اوقات بسر کرتے ہیں، خواہ بہ تنگی اور خواہ بہ وسعت - اور حسب استعداد اپنے مال کے زکواۃ نکالتے رہتے ہیں - اس کم استعدادی میں توفیق ایسی امور خیر کی ایسے ہی مردان خدا کا کام ہے - آپ نے بھی ہمراہ اپنے برادر مرحوم کے ہندستان سے ہجرت کی اور مکۂ معظمہ میں توطن اختیار کیا - جب تک شاہجہان آباد میں رہے، اپنے گوشۂ عزلت میں پا بدامن رہتے تھے اور ابنائے روزگار کی طرف کبھی رجوع نہ رکھتے تھے - اور یہی حال ہے اس بلاد میں بھی ہے کہ کچھ وجہ قلیل میں جو کسی کسب حلال سے بہم پہنچتا ہے اپنی اوقات گذارا کرتے ہیں اور اوقات شبانہ روزی کو عبادت خالق زمین و آسمان میں بسر کرتے ہیں۔ حق جل و علا ایسے زبدۂ اہالی روزگار کو تادیر سلامت رکھے کہ اپنے خاندان عالی شان کی یادگار ہیں، آمین رب العالمین۔

---

(۱) سنہ ۱۲۶۲ ھ میں مکۂ معظمہ میں وفات پائی -

(۲) چھوٹے بھائی -

جناب مولانا نواب قطب الدین خاں سلمه الله تعالیٰ (۲)

تحصیل علم و فضل، خصوصاً فقه و حدیث خدمت با برکت مولانا اسحاق صاحب مرحوم مغفور مبرور سے کی ۔ اتباع شریعت میں سب پیش رو ان مسلک دین سے آپ کا قدم آگے بڑھا ہوا ہے، وضع و لباس میں اپنے استاد عالی نہاد سے ایسے مشابه هیں که جس نے ان کو نه دیکھا هو ان کو دیکھے ۔ اخلاق و حلم علاوہ فضل و کمال علمی کے ایسا آپ کی ذات میں جمع ہے که اوروں میں بہت کم پایا گیا ۔ ان دونوں فنون میں توغّل مکمل بهم پہنچایا ۔ تقویٰ اور ورع کا تو حساب نہیں ۔ آپ کے اجداد والا تبار عالی خاندان والا دودمان تھے ۔ همیشه پیش گاہ سلطنت سے مناصب جلیله رکھتے تھے ۔ اب اس جز و زمان میں بھی آپ کو تقرب حضرت سلطانی سے وہ عزت و جاہ حاصل ہے جو چاہیے ۔ چوتھے دن اپنے استاد کی پیروی اور خلق کی رهنمائی کے لیے مجلس وعظ منعقد فرماتے هیں ۔ اکثر رسائل زبان ریخته میں واسطے فوائد عوام کے تحریر کیے اور اس میں مسائل ضروریه هر طرح کے مندرج فرمائے ۔ اور حق یه ہے که ان رسالوں سے خلق کو بہت فائدہ ہوا که ضروریات دین سے هر شخص مطلع اور آگاہ هوگیا ۔ کتب حدیث سے مشکواۃ کا ترجمه زبان اردو میں بہت صاف و شسته و فائدہ مند کیا ہے اور اکثر فوائد و کتب متداوله و غیر متداوله سے اس پر بڑھایا ۔ جب اس کتاب کا چھاپه ہوا باوجود مبسوط ہونے کے خلق نے هاتھوں هاتھ خرید لیا اور هر روز رواج دین اور تقویت شرع مبین میں مصروف رهتے هیں ۔ اللّٰهم زد فزد ۔ اب جو شخص راہ هدایت پر چلے گا ثواب اس کا انہیں کے جریدۂ اعمال میں مرقوم هوگا ۔ ان الله لا یضیع اجر المحسنین ۔

جناب مولوی عبدالخالق سلمه الله تعالیٰ

آپ کا شہرہ علم فضل کا اوائل حال سے آج تک شہر شاهجہان آباد میں ایسا بلند ہے که اس سے گوش فلک کر ہے ۔ دین دار اور تقویٰ شعار ترویج ملت میں ساعی هیں اور اعلاء دین پر داعی ۔ بہت لوگ ان کے ارشاد هدایت سے راہ راست پر آئے اور بہت شائقان تحصیل کمال کو ان کی خدمت میں فوائد علمی سے بہرہ حاصل ہوا ۔ وضع بہت متین

---

(۱) المتوفی سنه ۱۲۸۹ ھ ۔ مزید حالات کے لیے دیکھو تذکرۂ علماے هند ص ۱۶۹ ۔ حدائق الحنفیه ص ۴۸۸ ۔

اور کلام بہت زرین، اخلاق ویسا ھی، امانت و دیانت ویسی ھی ۔ اس جامعیت کے ساتھ کوئی کم نظر سے گذرا ھے ۔

جناب مولوی نذیر حسین سلمه الله تعالیٰ (۱)

زبدۂ اهل کمال اسوۂ ارباب فضل و افضال ، مولوی نذیر حسین صاحب ۔ بہت صاحب استعداد ھیں ، خصوصاً فقه میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ھے که اپنے نظائر و اقران سے گوے سبقت لے گئے ھیں ۔ روایت کشی میں آج بے نظیر ھیں ، باوجود اس کمال اور اس استعداد کے مزاج میں خاکساری اور حلم گویا کوٹ کوٹ کر بھرا ھے ، باعتبار سن کے جوان اور باعتبار طبیعت حلیم اور وضع متین کے پیر ۔

جناب مولوی محبوب علی سلمه الله تعالیٰ

اجلهٔ سادات کبار سے ھیں ۔ علم حدیث و فقه میں اقران و امثال سے بیش جہاندیدہ و سفر کردہ ۔ تحصیل علوم عقلیه اور نقلیه کی جناب مولوی شاہ عبدالعزیز دهلوی قدس سرہ العزیز کے خاندان رفیع الارکان سے کی ۔ ان فنون میں ایسی مہارت رکھتے ھیں که مسائل جزئیه مثل لوح محفوظ کے ان کے تختهٔ حافظه پر منقوش ھیں ۔ چوں که راقم کے والد ماجد مرحوم کے ساتھ اتحاد قدیم تھا ۔ اسی نظر سے اس احقر کو بھی نظرالطاف سے منظور فرما کر بزرگانه عنایت کرتے ھیں (۲) ۔

جناب مولوی نصیر الدین شافعی مذھب ، سلمه الله تعالیٰ

شاگردان جناب مولانا محمد اسحاق مغفور مرحوم سے ھیں ۔ کتب درسیه خصوصاً دینیات میں بہت اچھی مہارت رکھتے ھیں ۔ باوصف که بسبب علوم دینی مرجع عوام و خواص ھیں ، خصوصاً تقریب بادشاھی سے سرفراز ھیں ، لیکن امر حق کے اظہار میں کچھ پاس و لحاظ مطلقاً نہیں رکھتے ۔ بالفرض اگر اس کے اظہار میں اپنا ھی نقصان ھو ، پروا نه کر کے امر واجبی کو کبھی نہیں چھپاتے ۔ اس امر میں

---

(۱) ان کے مفصل حالات حیات بعد المماۃ (سوانح مولانا نذیر حسین) مرتبهٔ فضل حسین میں مذکور ھیں ۔

(۲) یکم محرم سنه ۱۲۰۰ ھ میں پیدا ھوے اور ۱۰ ذوالحجه سنه ۱۲۸۰ ھ میں وفات پائی (دیکھو تاریخ دهلی از سید احمد ص ۹۲) ۔

گویا شمشیر برهنه کا حکم رکھتے هیں - ایسے زمانهٔ نا پرسان میں ایسا دق کو بس غنیمت هے اور پھر قناعت اور استغنا اور متانت وضع اور سلامت روی ایسی هے که کچھ بیان میں نہیں آسکتی -

جناب مولوی کریم الله سلّمه الله تعالیٰ(۱) جامع فنون هیں ، خصوصاً دینیات میں دست گاہ کامل هے توکل و قناعت میں اپنا نظیر نہیں رکھتے ' باوجود عیال داری اور تأهّل کے اهل دنیا کی طرف کم رجوع کرتے هیں - بیشتر اوقات گرامی کو تدریس طلبهٔ شائق میں مصروف اور عنان همت افادهٔ طالبین کی طرف معطوف رکھتے هیں -

حبر محقق نحریر مدقق مولانا فضل امام طاب ثراہ (۲) اکمل افراد نوع انسی مهبط انوار فیوض قدسی، سراب سرچشمهٔ عین الیقین مؤسس اساس ملت و دین، ماحی آثار جهل هادم بنای اعتساف محی مراسم علم بانی مبانی انصاف، قدوۂ علمای فحول حاوی معقول و منقول، سند اکابر روزگار مرجع اعالی و ادانی هر دیار، مزاج دان شخص کمال جامع صفات جلال و جمال، مورد فیض ازل و ابد مطرح انظار سعادت سرمد، مصداق مفهوم تمام اجزائی' واسطهٔ العقد سلسله حکمت اشراقی و مساعی، زبدۂ کرام اسوۂ عظام مقتدای انام ، مولاناو مخدومنا مولوی فضل امام ادخله الله المنعام فی الجنهٔ النعیم بلطفه العمیم - مجال نہیں که آپ کے اوصاف حمیده اور محامد پسندیده تقریر کرسکے - اگر هزار برس مشق سخن کرے اور اسی ذکر میں

(۱) مزید حالات کے لیے دیکھو تذکرۂ علمائے هند ص ۱۷۲ - المتوفی ۱۲۹۱ ھ -

(۲) ان کے کچھ حالات تذکرۂ علمائے هند (صفحه ۱۶۲) میں درج هیں - مرزا غالب نے ان کی وفات پر قطعهٔ تاریخ کہا هے جو حسب ذیل هے :

اے دریغا قبلهٔ ارباب فضل — کرد سوئے جنت الماویٰ خرام
چوں ارادت از پئے کسب شرف — جست سال فوت آں عالی مقام
چهرۂ هستی خراشیدم نخست — تا بناء تخرجه گردد تمام
گفتم اندر "سایهٔ لطف نبی" — باد آرامش گه "فضل امام"
۲۵۷ — ۹۹۲=۱۲۴۹—۵=۱۲۴۴

(کلیات غالب قطعه ۵۱ ص ۴۳-۴۲ - سنه ۱۹۲۰ ع) -

زبان سخن سنجی سے معاف نہ رکھے، یقین ہے کہ هزار سے ایک نہ ادا ہوسکے۔ علوم عقلیہ اور فنون حکمیہ کو ان کی طبع وقاد سے اعتبار تھا اور علوم ادبیہ کو ان کی زبان دانی سے افتخار۔ اگر ان کا ذہن رسا دلائل قطعہ بیان نہ کرتا، فلسفہ کو معقول نہ کہتے، اور اگر ان کا فکر صائب براہین ساطعہ قایم نہ کرتا' اشکل هندسی تار عنکبوت سے سست تر نظر میں آتی۔ اس نواح میں ترویج علم حکمت و معقول کی اسی خاندان سے ہوئی' گویا اس دودۂ والاتبار سے اس علم نے یک جہتی بہم پہنچائی ہے۔ باوجود اس کمالات کے خُلق اور حِلم کا کچھ حساب نہ تھا۔ همیشہ سرکار حکام وقت میں مناصب بلند سے سرفراز اور ابنائے عہد سے ممتاز رہے۔ پایۂ همت آپ کا بلند تھا اور سلوک آپ کا حق پسند۔ بہ سبب کثرت ایثار کے تنگی دست خلائق دیکھ نہ سکتے تھے اور بہ‌سبب خلق وسیع کے هر عاجز و زبوں کو عرض و نیاز سے ممتنع نہ کرتے۔ اگرچہ وطن اصلی آپ کا خیرآباد ہے، لیکن چند در چند اسباب سے حضرت شاهجہان آباد میں اس طرح سے توطن اختیار کیا کہ گویا یہیں کے رؤسا میں سے محسوب ہونے لگے۔ ایک مدت مدید ہوئی کہ ترک روزگار کر کے بذات خود وطن مالوف کی طرف تشریف لے گئے۔ اگرچہ سب اهل و عیال کی یہاں بدستور بود و باش رهی اور جب سے گئے پھر معاودت نہ فرمائی۔ عرصہ انیس بیس برس کا ہوتا ہے کہ عالم فانی سے ملک باقی طرف سفر ناگزیر اختیار کیا اور یہ واقعۂ جانکاہ پانچویں ذیقعدہ سنہ ۱۲۴۴ ھ میں سانح ہوا۔ اگرچہ نظم و نثر تازی و دری آپ کا بہت ہے، لیکن ترتیب کتاب کے وقت راقم کے پاس موجود نہ تھا، اس واسطے یہ نسخہ اس شرف سے مشرف نہ ہوا۔

جناب مولانا و مخدومنا مولوی فضل حق نوّر اللہ تعالیٰ مرقدہ (۱)	مستجمع کمالات صوری و معنوی جامع فضائل ظاهری و باطنی، بنّاء بنای فضل و افضال بہار آرای چمنستان کمال، متکی ارایک اصابت رای

(۱) مولانا فضل حق نے سنہ ۱۲۷۸ ھ مطابق ۱۸۶۱ع جزیرۂ انڈمان میں رحلت فرمائی۔ آثار الصنادید سنہ ۱۸۴۷ ع میں تصنیف ہوئی ہے، اس لحاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عنوان پہلے اڈیشن کے طبع ثانی کے وقت قایم کیا گیا ہے۔ ان کے حالات کے لیے دیکھو ابجد العلوم ص ۲۹۳، تذکرۂ علمائے هند ص ۱۶۴، حدائق الحنفیہ ص ۴۸۰۔

مسند نشین دیوان افکار رسای، صاحب خلق محمدی مورد سعادات ازلی و ابدی، حاکم محاکم مناظرات فرمان روای کشور محاکمات، عکس آئینہ صافی ضمیری ثالث اثنین بدیعی و حریری، المعی وقت و اوزعی آوان فرزدق عہد و لبید دوران، مبطل باطل و محقق حق مولانا محمد فضل حق - یہ حضرت خلف الرشید ہیں جناب مستطاب مولانا فضل امام غفر اللہ لہ المنعام کے، اور تحصیل علوم عقلیہ اور نقلیہ کی اپنے والد ماجد کی خدمت بابرکت سے کی ہے- زبان قلم نے ان کے کمالات پر نظر کر کے فخر خاندان لکھا ہے اور فکر دقیق نے جب سرکار کو دریافت کیا فخر جہاں پایا - جمیع علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انہیں کی فکر عالی نے بنا ڈالی ہے- علمائے عصر بل فضلائے دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگروہ اہل کمال کے حضور میں بساط مناظرہ آراستہ کرسکیں- بارہا دیکھا گیا کہ جو لوگ آپ کو یگانۂ فن سمجھتے تھے، جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا دعوای کمال کو فراموش کر کے نسبت شاگردی کو اپنا فخر سمجھے - باینہمہ کمالات علم ادب میں ایسا عَلَم سرفرازی بلند کیا ہے کہ فصاحت کے واسطے ان کی عبارت شستہ محضر عروج معارج ہے اور بلاغت کے واسطے ان کی طبع رسا دست آویز بلندی مدارج ہے- سحبان کو ان کی فصاحت سے سرمایۂ خوش بیانی اور امرأالقیس کو ان کے افکار بلند سے دستگاہ عروج معانی - الفاظ پاکیزہ ان کے رشک گوہر خوش آب، اور معانی رنگین ان کے غیرت لعل ناب - سرو ان کی سطور عبارت کے آگے پا بہ گِل اور گُل ان کی عبارت رنگیں کے سامنے خجِل - نرگس اگر ان کے سواد سے نگاہ کو ملادیتی، مصحف گل کے پڑھنے سے عاجز نہ رہتی، اور سوسن اگر ان کی عبارت فصیح سے زبان کو آشنا کرتی، صفت گویائی سے عاری نہ ہوتی - دل متردد ہے کہ اگر ان اوصاف نا محصور کا شمار بھی ہوسکا تو ظرف تنگ سخن میں کیوں کر گنجایش ہوگی، اور بالفرض اگر حوصلہ سخن میں بھی سمایا قلم فرسودہ زبان اتنا طی لسان اور کاغذ بے چارہ اس قدر وسعت کہاں سے لاوے- اور علاوہ اس کے اندیشہ اپنی جان پر لرزاں ہے کہ اس سرخیل سرکردگان روزگار کے اوصاف جمیلہ میں مثلاً بلندی شان کے مدح کے درپے ہو تو بالضرور تلاش معنی بلند میں منتہائے عالم بالا کی طرف صعود کرنا چاہیے، اگر خدانخواستہ ایسے مقام سے پانْو رپٹا تو گو کہ جس جگہ گرےگا وہ بھی معنی بلند ہی ہوگا، لیکن از بس کہ اس سے اس تک ہزار رسالہ راہ بالا ہے، اس بےچارگی پانْو سر کی خیریت

کا ٹھکانا نہیں لگتا ۔ ناگزیر عنان تفکر کو اس وادی بے منتہا سے پھیر کر کچھ حال سعادت اشتمال لکھتا ہوں ۔ مولود میمنت آمود آپ کا سنہ ۱۲۱۱ ہجری میں ہوا ہے ۔ سبحان اللہ وہ کیا زمانہ سعید اور وقت حمید تھا ۔ ایسے طالع پر عطارد کو غیرت ہے اور اس کی سعادت پر مشتری کو حسرت ۔ اب سن شریف آپ کا باون تک پہنچا ۔ گو طبیعت کو ویسی ہی رسائی اور ذہن کو ویسی ترقی ہے ۔ اس ترقیات روزافزوں کے ساتھ یہ آرزو ہے کہ ایسے صاحب کمال کے خزانہ عمر میں بھی ترقی روز بہ عطا ہو (۱) ۔ آمین رب العالمین ۔ اگرچہ آپ کا کلام لطیف اور سخن پاکیزہ حد تحریر سے افزوں ہے، لیکن ناظرین کتاب کے واسطے قدرے اس میں سے درج قرطاس کرتا ہوں ۔

نثر عربی

اما بعد ۔ فانّ الدنیا غرور مالہا قرور، بل قرورہا مرور وظلہا حرور، لایوازی ہموہا سرورہا ولایوازن خیورہا شرورہا، ولا تتکافی معافاتہا وآفاتہا ولاتتأدی افراحہا واتراحہا، ولا محنہا وراحتہا ۔ ولا یتلافی سمومہا نعیمہا ولا سمومہا نسیمہا ' ولا ضنکہا رخاءہا ولا زعزعہا رُخاءہا ، تریاقہا ثمالہا ونقصانہا کمال ۔ عاقبۃ عافیتہا اوصاب وحلویہا وسلویہا حلاقم اوضاب، اولہا حبور وآخرہا ثبور' وصفائہا غبار وبقائہا عبور' واعلوہا بور وقصورہم قبور، کل من غمر فیہا مرموس وکل ما عمر فیہا مطموس' وکل من الوریٰ وان ثری فان مصیرہ الی الثریٰ ، مبادیہا آمال ومناد عواقبہا آجال ' ومنامأ فیہا من حلو عیشی

---

(۱) ایام غدر (سنہ ۱۸۵۷ ع) میں مولانا فضل حق پر بغاوت کے جرم میں مقدمہ چلا ' آخرکار حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا ہوئی اور قید کر کے جزیرۂ انڈمان بھیج دیے گئے اور وہیں سنہ ۱۸۶۱ ع میں انہوں نے وفات پائی ۔ چوں کہ اس کتاب کی تصنیف اس واقعہ سے بہت پیشتر ہوئی ۔ اس لیے اس واقعہ کا ذکر اس کتاب میں نہیں آیا ۔ علامہ فضل حق کے مفصل حالات مولوی عبدالشاہد خاں صاحب شروانی نے کتاب '' باغی ہندستان '' میں تفصیل سے لکھے ہیں اور اس میں علامہ کے رسالہ ''الثورۃ الہندیہ'' اور نظم ''فتنۃ الہند'' کا متن مع ترجمہ شایع کیا ہے ۔ یہ کتاب سنہ ۱۹۴۷ ع میں شایع ہوچکی ہے ۔

الاّ ویکدّره نوازل الاحداث، وما علیها من ذی نفس ونفس الاّ ومُبوّأة منازل الاحداث۔ الا ان البقاء مستحیلة فان الدنیا محال مستحیلة، لایعنی عن حوالها وتغیر احوالها حیلة۔ فصبا وشباب وشیبة وتباب، واتراف واتراب ولهو واتراب، ثم فقر واتراب ثم قفر وتراب۔ یتمتعون ثم یمنون ویمنعون مایتمنون، فکل ما یمنون به انفسهم منون وکل ما یقلقون بزعمه الیقین، وریب المنون فانما للمنون مایمنون، وللخراب ما یبنون، وللترک اموالهم والبنون۔ لایغنی فائقاً عند فواقه بنفسه فواق ولایقیه عن فراقه ابناء انسه وانشاء جنسه واق۔ ولایجدیه عند بلوغ التراق وحضور القائض والراق آس ولاراق۔ لایفید المرء عند حمامه حمیم ولا یزید العمر عند تمامه تمیم۔ والناس لاجل الامل للاجل ناسون وبعلل العلل یواسون، حولا یرثون او یاسون ثم عند الیاس ماسون، ثم لایقاس ما یقاسون، ما یلون یأملون فیألمون ولایعلمون فسوف یعلمون۔ اری الموت لقیام الکرام ویخصّ الخاصة بالاخترام۔ فکم اغتال مثیلا وعدلا یعقب عدیلا، وکریما بدلا لم تخلف بدیلا۔ ''سنة الله التی قدخلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلا''۔ کلاّ بل السّامّة طامّة، عامّة غامّة، والسامة بل لاتذر هامّة، وعامة ''کلّ من علیها فان''۔ فما لنبات من ثبات، ولا لحیوان من دوام۔ ولا تابید للاٰوابد، بل لیست الخوالد بخوالد۔ فما نشأ ناشئ الاّ هوی، وما انشاء بناء الاّ خوی، وما زهر نجم الاّ هوی، وما نجم زهر الاّ ذوی۔ ولما لم تدم بسایط العناصر علی حال، بل لایزال یستحیل بعضها بعضا، کالنار هواءً والهواء ماءً والماء ارضاً۔ فالمرکبّات التی منها تخلق بالبلی۔ والخلوقة اخلق واسرعها الی البواد، ما اتفق اجتماعه من ما اختلف من المواد۔ واقربه الی الفناء ماخصّ بالتولید والانماء، والاغتذاء من الارض والماء۔ واسبقه الی الرمس ما اعطی قوة اللّمس۔ واخصّه باخترام المنیّة، من خصّ بالنفس الداهیة المجرّدة السنیّة، والبنیة الواهیة المطرّدة الدنیّة۔ فالنفس متطلعة الی الانسلال، والبنیة متسرّعة الی الانحلال، فلابدّ له من البدّ والاضمحلال، وماله بالاحتیال عن الاغتیال محیص ومحید، فلن یجد عند مایفید وما یفید۔ ولن یقیه ما یتردی اذا تردّی، فاذاجاءه الردی لن تستطیع له ردّا۔ فالقضاء حکم حتم لایحوله حول وحزم، فانما سمّی الموت یقیناً لأنّه حق جزم۔ فلیس امره لبشر مقدوراً، وانما هو امرالله، ''وکان امرالله قدراً مقدوراً''۔ بل ما من صفو او تکدیر او قدراً وتقدیر الاّ وهو بتقدیر عزیز قدیر لابتدبیر وتقدیر۔ واذا القضاء لایردّ، فالرضاء به أردّ۔ والانسان، کما قال عزّمن قائل، ''خُلق هلوعاً، اذامسّه الشر جزوعاً واذا مسّه الخیر منوعاً''۔ لکنّه سبحانه نصّ خواص عباده بالاستثناء، وکرّمهم بذکرهم فی اثناء آیات کلامه بالاثناء، واعد حسن الجزاء

بازاء حسن العزاء - و وعد الاجر الجزیل من اضاع الصبر الجمیل، واصاب من اناب الیه وتاب عند خطب ناب، فما اصاب من جزع بما اصاب۔ فمن نحب نحباً لن یقضی نحبا، ولن یدنع نحباً - ومن تجمل بالاصطبار وتحمل عند الاختیار، وتأسی بالاعتبار فقد تأسی بکبار الاخیار فی حسن الاختیار- والجزع ینقلب عجزاً وزجّا والصبر یستوجب فرجًا ویعلی درجا- ومن قاسی وبالا وبیلا، لم یجد سوی التجلّد سبیلا، ومن لم یستطع جلداً عند ما کابد کبداً لم یفلح ابدا - فاصبر صبراً جمیلا وان کان رزی اصابک جلیلا- فان الوالد اذا ترک مولوده لایترک له مجلوده - واذا تألم ازل مذ انبئت بمنعاته اتاسف علی دسعاته وندبنی حبر وفاته الی ان اندبه بصفاته - فبالله ای خیر ذهب به الوفاة وایّ خیر ذهب و فات، وایّ بار بار وایّ سار سار وایّ ضاّ ضار- فقد کان من الثقات الاثبات والدهاة الہداۃ یعامل بالمصافات ویحامل بالمواسات، ویتعدی عن التعدی والمعادات، متعودا باحسن العادات، متردداً بالالتفات والسعادات مواظباً علی العبادات والباقیات الصالحات۔ فلو اباح الشارع التوجع والتفجع مکروباً کان الندب الی ندب مثل ذلک الندب المندوب مندوبا - لکن الحمد لله علی انه خلف خلفا اعلی منه زُلفا واسنی منه شرفا، والاّ نجع الناس نفسهم علیه اسفا - فکیف یکون المولی الداهیہ" فما اصابه من الداهیہ" - فالبشر علی البلغ مفطور ولو انه رزین صبور، لکن الحیواۃ الدنیا عند اهل الزور، والزور زور ذرور، وانت تعلم یا مولای ان الصابر ماجور، وان الجازع مازور، فلم الامر القادر المقدور، واصبر علی ما اصابک "ان ذلک لمن عزم الامور"۔ خلف الله علیک، وخلف علیک بخیر ابقاک ووقاک کل ضرر وضیر، والسلام -

قصیدہ (۱)

لا تتصغ یهوی ابیض امالید	فاخمر الموت فی اجفانها السود
فی غمز الحاظها فتک الأسود وان	حاکین ریم الفلا بالطرف والجید
قدخاب من غازل الغزلان یأملها	وبا د من رام انس الریم فی البید
دعِ المراشف واستعذ بهنّ ففی	تلک العذاب عذابٌ غیر مرود

(۱) ان کے عربی قصائد کا مجموعہ کتب خانہ رامپور میں موجود ہے (فہرست کتب خانہ رام پور ص ۶۱۵)۔ (ریاض الفردوس حصہ اول، ص ۲۰ میں یہ قصیدہ منقول ہے جو ۵۷ شعر کا ہے)۔

لاتنتظر نظرة من احور برج　　ولا ترجّ سوی ابخل من الجود
کم فی هوی الحور من حور و کم بهوی　　نواعس الطرف من همّ و تسهید
فلا یروقنک لین فی معاطفها　　ان القلوب لمن اقسی الجلامید
یبکی المشوق بعبرات مورّدة　　ما فی مباسمها من حسن تورید
بشر البشیر نذیر بالعذاب فلا　　تغررک غرة غر من مهاً غید
الظلم ظلم کما عدل القوام فکم　　جیب بجفوة عدل القد مقدود
ان العقائل یعقلنّ العقول ولا　　یعقلن مقتولهن المهلک المودی
اشفارهنّ شفار بل احدّ ظُباً　　ومرسل الصدغ احبول التقئید
فیهنّ قبل التصابی ذلٌّ مبتهل　　وبعد صید المعنّی غرة الصید
لاصحو قطّ لمفتون یصرّعه　　ما فی عیون النشاوی من عرابید
قد صادنی نابل یرمی بلا خطأٍ　　ویلاه من عامد فی قتل معمود
مود فمود بمعمود بمقتضب　　من صارم اللحظ فی الاجفان معمود
اللحظ فی الجفن مضاء الظبات ولا　　تمضی القواضب الا عند تجرید
لایقضب السیف الا اذ یسنّ وما　　لقاضب اللحظ من سنّ و تحدید
حسناء ضمّت شتات الحسن اجمعه　　فبددت شمل عقلی ای تبدید
قسیّه" القلب والاعطاف لیّنة"　　جسم کماءٍ له قلب کجلمود
اذا تجلّت یخرّ المجتلی صعقا　　خرور موسیٰ فویق الطور اذ نودی
سبت فوادی بفودیها فلیس له　　فادٍ و ان کان یفدی کل مصفود
هندیّه" هنّدتنی ثم هنّدت الا"　　سیاف ظلماً لقتلی ایّ تهنید
مالت علیّ بقدٍّ عادل وجنت　　وفترت بفتور الطرف مجلودی
لم انسها اذ المت بی بحیج وجنی　　کانّها بدر تمّ فوق املود
عنّت فعنّت فوادی واختفت وشفت　　منّت فمنّت با نجاز المواعید
عادت قلبی ثم عادت وهی عایدة　　فعاد عید سقامی موسم العید
ماست تجرز نشوی ذیلها مرحاً　　فقددت جیب صبری ای تقدید
شفت سقامی من خمر الشقاوة من　　عذب الرضاب بعنّاب وقندید
رشفتُ وارتشفت خمر الرضاب کما　　سقیتها وسقتنی ماء عنقود
ثم انتشینا فلا ندری أذلک من　　خمر المراشف ام من خمر راقود

وطبتُ روحاً بريّاها وناظرة　　بحسنها وسماعاً بالاناشيد
ثلثه" هى طيب العيش ما جمعت　　الا لمرء سعيد الجد محسود
وصل الغوانى وكاس البابلىّ ورنّا　　ت الاغانى بضرب الوتر والعود
ما أطيب العيش لولا ان مرجعه　　عمّا قريب الى قبر وملحود
صرّفتُ ريعان عمرى فى هوى ووُدّ　　وما لذلک من عذر وتمهيد
فلا ملاذ سوى خير الورى جمعاً　　فى الخَلق والخُلق والاحسان والجود
لُذيا نجيد بمغناه الرحيب تفز　　فكم بمغناه من جود لمنجود
جداه نقد لمن ياتيه معتفياً　　فكم هنا لک من قود لمنقود
ماضى الحدود مراعيها يجود على　　المحدود عفواً بعفو غير محدود
احمى الصناديد ماوى الناس مفزعهم　　اذ يفزعون لاهوال الصناديد
هو الشهيد عليهم والشفيع لهم　　فى يوم هولٍ شديد الهمّ مشهود
ان زاد آدمُ قدراً عند مولده　　فكم ابٌ يعتلى قدراً بمولود
اختاره الله محبوباً و ارسله　　لرحمه" والارشاد وتشديد
لامّه" قد تمنّى الرسل لو حسبوا　　منها على ما روى اهل المسانيد
فاق النبيين طرّاً فى الكمال وفى　　الجمال والعزم والاجمال والسود
فلا يدانيه موسىٰ فى العروج ولا　　فى اليمن عيسىٰ وفى الملک ابن داؤد
ولا ابن يعقوب حُسناً والخليل قرىً　　ونوح عزماً لدى نُصحٍ وتهديد

برّ المحاسن بل بحر وعترته　　سفينه" مستواها الجود لا الجودى
اصحابه بذّلوا فى نصر ملّته　　اذ جاهدوا فى المغازى كلّ مجهود
افديک يا خير مودأ ومختبطاً　　قد طرّدته الدعاصى اى تطريد
حرالشمس تدنو فى القيامه" ان　　تظلّه تحت ظلٍّ منک ممدود
وان تبوّأه تحت اللواء غداً　　ياذا لواء بعز النصر معقود
انشدتک فاقبل مدحتى كرماً　　حتىٰ افوز بانشادى بمنشودى
آهدى اليک مديحاً كلّه غرر　　ونَيل نّولک بالتقصيد مقصودى
لاشکّ انک غوث الحق اجمعهم　　ولاتبالىٰ اباطيل المناكيد

عليک ازكىٰ صلواة الله ما صدحت
فى سورقِ البان ورقاء بتغريد

قصیده

فؤادی هائم والدمع نام — و سُهدی دائم والجفن دام

فقلب ما فتی بجوی ولُوع — و لَوع فی اضطراب و اضطرام

و دمع بل دم صرف جری من — نیاطی ساجماً ای انسجام

وطرف ارمد یوذیه غمض — ولیل سرمد ساجی الظلام

طویل لایقاس به زمان — فساعته کشهر بل کعام

کانّ کواکب الجوزاء ابطت — باجفان دوامٍ بالدوام

حمامی حاضر والوجد باد — وجسمی ذابل والشوق نام

یرانی الصب حتی لن ترانی — فلولا اننی جهلوا مقام

اذاب الشوق احشائی واوری — لَظّی فی اضلعی وابلی عظامی

اتهضمنی هوی کشحٍ هضیم — ومال علی معدّلة القوام

سری فیّ الغرامُ فصار غرما — وذاک الغرم من اوهی الغرام

مرامی نظرة من ذات لحظ — مصیب لیس یخطی فی المرام

کلمت بعضبِ لحظٍ ماالجرحی — ظباه من التحام والتیام

فهل سقیت مضاربه بسمّ — فلا یلتام بالی من کلام

جروح السیف قد تلتام لکن — ظبا الالحاظ غیر ظبا الحُسام

فکم سیف له ثلمٌ ونبوٌ — وما لشبا اللحاظ من انثلام

جراحات الجوارح غیر جرح — یخدّ به قلوب قبل هام

مرضت لاجل الحاظ مراض — ولکنّ الشفاهَ شفت سقامی

فلحمة ناظر ثمل ثمال — وخمر الریق تریاق السمام

شفانی حین همّ الهمّ جسمی — بلیّ یفترّ عن برد همام

تحامانی لحالاتی حماقی — کماندم الندام علی ندامی

وصدّعنی الطبیب وصدّعنّی — حمیمی وابتغی صحی حمامی

یشقّعنی العداة ویزدرینی — اَوِدّائی ویشمت بی خصامی

فمن زار یری انی خلیع — ومن لاح رمانی باتهام

وما یسند هم الّای الّا — عماءٌ او عمیٌ او للتعامی

الا من مخبر عنّی عذولی — بانّ ملامه یُربی هیامی
وان جوی الهوی فی القلب نار — وقدحک فیه نفخ فی الضرام
وانّی قد اخذت العشق دیناً — وملّکت المحبة من زمامی
وانّی لست اعرف من دَبیر — قَبیلا او وراءً عن امام
وانک لست اوّل من لحانی — وانی لست اول مستهام
فکم جاف کمثلک ظن جدّال — هوی هزلا مجدّاً فی ملامی
فصاغوا لی مواعظ لقّفوها — بتبیین الحلال عن الحرام
ولو عدلوا لما عذلوا واعفوا — وما عنفوا بمضنی مستضام
ولو عنّت لهم عذراءُ عنّت — فؤادی من معاذیر اکتتام
لکشّف فی الهوی العذریّ عذری — لهم کشف البراقع واللثام
ولو طلعت من الاخدار لیلاً — طلوع الشمس من تحت الغمام
لما ارتابوا وتابوا عن تقاهم — وخرّوا للسجود وللسلام
واصمتهم بقوسی حاجبیها — بارشاق بلا رشق السهام
بغی الباغون صحوی عن هواها — وهل اصغی الی لوم اللئام
فکیف الصحو عن ثمل سکور — کانّ رضا به صفو المدام
رفیق عاتق عذب هنیّ — زکی النشو مسکّی الختام
یربّی فرعها فوق المُحیّا — دجی لیل علی بدر التمام
جمال ظاهر کالروض غضّ — ینوّر بالأقاح لدی ابتسام
بنفسی من تلافی طول هجری — فوافی باختیال واحتشام
تضمّن اصابی وجعاً فوافی — فعافی ما تضمّن بالتزام
شفی من کان قد اشفی لفرط ال — اسیٰ واسی کلامی بالکلام
وبات ید لقی برداً وبرداً — شفی لَوعی ویسرّلی منامی
تحاملنی وقد علقت یداها — ید بمقلّدی وید بحجام
وبات یدی لکشحیها وشاحا — وبتنا فی التزام واضطجام
بدأنا باعتناق واغتباق — وکان صبوحنا خیر اختتام
فبتنا ثم صلّینا ولُذنا — بجاه محمد خیر الانام
شفیع الخلق احمد هم جمیعا — حمید الخلق محمود الفئام

ملاذ الناس اذلاذوا خلال لفاد بهم ولا جان وحام
وخيّمهم ابوهم ثم نوح وابراهيم عن نيل المرام
وموسیٰ والمسيح ومن سوا هم اذ ارتاعوا باهوال عظام
فجاؤا لائذين به فآوى ونجّا هم من الداء العُقام
ابرّ الناس اندّهم يميناً واوفا هم جميعاً بالذمام
سما من فی السما والارض فخرا فليس له سمّی او مُسامی
مشاع الفضل منقسم العطايا وما للفضل فيه من انقسام
فليس له عديل فی اعتدال وعدل او قسيم فی قسام
محی وحمی اباطيلاً وحقّا فما اعلاه من ماح وحام
حمی وسما فما حام وسام يدانيه فی بنی حام وسام
تقدم آدماً خلقاً وموسیٰ بمعراج ونوحا باعتزام
وابراهيم اکراماً وعيسیٰ بمنّته ويوسف بالوسام
وداؤداً ووارثه بملک وحکم بين ارباب الخصام
واقدام علی الجلّی وجدّ وجدّ فی المغازی باقتحام
محی الاديان طرّاً اذ اتانا بدين کامل قيّمٍ مدام
کشمس اشرقت ضحواً فضلّ ال کواکب فی انطماس وانغمام
وبحر لجّه الجيّاش طام فطّم علی الکواکب بالتطام
همام يستغاث لکل همٍّ فيکشف کل همٍّ باهتمام
يلوذ به العصاة غداً فتنجی شفاعته الاثيم عن الاثام
اتی فهدی صراطا مستقيما عمن عودا حياری فی موامی
بشير منذر نور بشير حباه إلٰهه اسمی الاسامی
رحيم رحمةٌ للامّة رؤف هدی هادٍ صفوح ذو انتقام
شواهد صدقه حُجج رواها مسلسلةً امام عن امام
کلام بهائم وحنين جذع ونطق حصی وتسبيح الطعام
رمی ابطال کفار غزاهم بحصباء فولّوا بانهزام
وانجم کل منطيق بذکر حکيم لا يعارض فی النظام

بمولده دهی ایوان کسرے واشرف سابناه علی انهدام
فعاد بصدعه کسریٰ کسیرا والصق انف کسری بالرغام
بدا نور فبصّر دُور بُصریٰ لأعین قاطنی البلد الحرام
الا یا عاصمی من کل هولٍ ویا من حبل رافته عصا می
تصرّم جلّ عمری فی الملاهی وما لهوای بعد من انصرام
قد انفصمت عرای ورمّ عظمی وما لعری هوای من انفصام
فمالی غیر لطفک من ملاذ یکون به اعتضادی واعتصامی
فسل ربّی لیودینی شهیدا بطَیبہ عند عزیک الکرام
ویوزعنی بحجّ واعتمار فارغب فی الحطیم عن الحطام
ویدخلنی ازورک فی حیاتی مزارک مسکینا باستلام
وکن لی فی ثری قبری انیسا وکن لی شافعاً یوم القیام
انا الساوی فناولنی شرابا طهوراً سائغاً یُروی آوامی
الام احوم عطشاناً هیوماً وبحر نداک غمر اللجّ طامی
علیک صلواۃ ربّک ما تغنّت علی ورق الغضا ورق الحمام

جناب مولانا مولوی محمد نورالحسن سلمہ اللہ تعالیٰ | فضائل پناہ کمالات دستگاہ ، رنگ چہرۂ فضیلت آب روی شریعت ، دقائق آگاہ حقایق و معارف پناہ ، خازن گنجینۂ اسرار ازل جامع شرائف علم و عمل ، ارسطو فطرت فارابی فطنت ، بانی مبانی فضل و افضال و مؤسس اساسی تکمیل و اکمال ، قطب سماے ہدایت و ارشاد منطقۂ فلک راستی و سداد ، عضادۂ اضطرلاب دانش و حکم ، بہ نکتہ سنجی ہا معروف و بدقیقہ فہمی علم ، موشگاف دقائق علم و فن مولوی محمد نورالحسن ، سلمہ اللہ تعالیٰ ، شاگرد رشید مولانا محمد فضل حق زادت فضیلتہ ۔ کمالات علم اور فضائل خلق و علم میں یگانۂ روزگار ، حدت ذہن اور رسائی فہم میں یکتاے قرون و ادوار ، فاضل اجل سرگروہ فضلاے کمل ، خلق جبلی سے بہین فرد و افراد امت محمدی ، اور سعادات ذاتی سے سرگروہ نزدیکان بارگاہ صمدی ، اس جز و زمان میں معقول و منقول میں ایسی مہارت تامہ رکھتے کہ اگر موجودگی معدوم اور جائز کے ناجائز ہونے کا دعویٰ کریں تو خصم کو بدلیل عقلی و نقلی دل‌نشین کرسکتے ہیں۔

وجود ایسے فرد کامل کا ایسے روزگار ناپرسان میں دلیل قدرت پروردگار ہے۔ کمالات ظاہری تو آپ کی ذات بابرکات میں جس طرح مجتمع ہیں وہ نہایت ظہور اور غایت وضوح سے احتیاج بیان کی نہیں رکھتے ۔ جلائل باطنی اور شرایف معنی جس قدر ان کی طرف استعداد میں فراہم ہیں، اگر خامہٴ دو زبان آن کے بیان میں سرگرم ہو تو ایک قرن تک چاہیے کہ سوا اس ذکر کے اور کسی حرف کو زبان پر نہ لاوے ، تو شاید اس کے ایک حرف کے بیان سے عہدہ برآ ہو سکے۔ سبحان اللہ خلق مجسم، علم مصور، وقار مشکّل ۔ خلق ایسا کہ بندگان الٰہی کی دل شکنی آپ کے اعتقاد میں خانہٴ خدا کی بنیاد کے گرانے سے کم جرم نہیں رکھتی ۔ اور علم ایسا کہ اگر اس کو ایک جگہ فراہم لا کر فرق فلک نہم پر رکھدیں تو بہ سبب گرانی بار کے طبقات کرات کو اس طرح توڑتا ہوا پستی کو مائل ہو اور محیط کے دوسری طرف سے گذر جائے کہ اوج سے حضیض تک نگاہ کو ایک جادۂ مستقیم محسوس ہو، اور وقار اس درجہ میں کہ فلک دوّار کی ہزار گردشیں ان کی تمکین کی ایک نشست میں سرمو تفاوت پیدا نہیں کر سکتیں۔ اور ان کمالات پر مزید ہے تقوی دثاری و زہد شعاری، نقل کسی صحابی کی کہ وہ کہتے تھے: اگر مال تمام عالم کا مجھ کو دے کر چاہیں کہ ایک اذان نہ سنوں مجھ سے نہ ہو سکے گا، بے کم و کاست و بے اغراق مبالغہ ان کے حق میں صادق آتی ہے ۔ بمقتضاے اس کے کہ ۔

بدان را بہ نیکان بہ بخشد کریم

راقم آثم کے حال پر ان حضرت کی نگاہ توجہ کو اب معروف کردیا ہے کہ بدرجہٴ غایت نظر تربیت آستادانہ(۱) سے منظور فرماویں تاکہ شاید یہی نظر عنایت بارگاہ کریم میں اس احقر کی نجات کا سبب ہوجاوے۔ کوتاہ شب و فسانہ بسیار۔ زبان قلم قاصر ہے، کہاں تک کہے۔ اگر زمانہ مساعد ہوگا تو ایک دفتر علیحدہ ان سرگروہ کملاے دہر کے محامد میں لکھوں گا ۔

مولوی کرامت علی سلمہ اللہ تعالی(۲) | خلف الرشید ہیں مولوی حیات علی خوش‌نویس علیہ الرحمہ کے اور شاگرد رشید ہیں مولانا فضل امام صاحب کے۔ فضل و

---

(۱) سرسید نے ابتدائی دور میں ان بزرگوار سے بھی تحصیل علم کی تھی چنانچہ اپنے رسالہ تحفہٴ حسن میں انہوں نے اس کا ذکر کیا ہے جو ۱۸۴۴ء میں شایع ہوچکا ہے۔

(۲) المتوفی ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء

کمال ان کا حد تقریر اور حیطهٔ تحریر سے زیادہ ہے۔ استحضار مسائل اس مرتبہ کو پہنچا ہے کہ حصولی اُن کے ذہن میں حکم حضوری کا رکھتا ہے۔ عرصہ چند سال کا ہوا کہ شہر شاہجہاں آباد کو تلاش معاش کی تقریب سے چھوڑا اور حیدر آباد کی طرف راہی ہوے۔ چوں کہ ''السفر وسیلہ الظفر'' حدیث مشہور ہے، گردش فلک نے وہاں اُن سے موافقت کی اور بالفعل ہزار روپیہ ماہیانہ کے منصب سے سرفراز ہیں۔ اُس نواح میں معہ قبائل اور عشائر کے بسر کرتے ہیں۔ نظم و نثر ان کا(۱) کچھ راقم کو بہم نہیں پہونچا۔

جناب مولوی مملوک العلی سلمہ اللہ تعالی

شاگرد رشید مولوی رشید الدین خان صاحب۔ علم معقول و منقول میں استعداد کامل اور کتب درسیہ کا ایسا استحضار ہے کہ اگر فرض کرو کہ ان کتابوں سے گنجینهٔ عالم خالی ہو جاوے تو ان کی لوح حافظہ سے پھر نقل اُن کی ممکن ہے۔ ان سب کمال اور فضیلت پر خلق و علم احاطهٔ تقریر سے افزوں ہے۔ اگرچہ زی دنیا داروں کی ہے لیکن سیرت اور سریرت میں درویشانہ۔ اگرچہ چودہ پندرہ برس سے مدرسهٔ شاہجہاں آباد میں عہدۂ مدرسی رکھتے تھے لیکن اب کئی سال سے سرگروہ مدرسین ہیں کہ مدرسی اول اس سے عبارت ہے۔ انشاء نظم و نثر کی طرف(۲) کم توجہ ہے اگر ایسا فاضل اس طرف بھی متوجہ ہوتا تو یقین ہے کہ اس فن میں اپنے اقران و امثال سے ممتاز ہوتا۔

جناب مفتی سید رحمت علی خاں عرف میر لال سلمہ اللہ تعالی

جامع صفات پسندیدہ مستجمع اوصاف حمیدہ، زبدۂ ارباب فضل و افضال، حامی ہنر و کمال، سید رحمت علی خاں عرف میر لال کہ حضور سلطانی سے بخطاب سراج العلماء

---

(۱) سیرت نبوی ص میں ان کی عربی تصنیف السیرۃ المحمدیہ ۶۰۰ صفحے کی ایک ضخیم کتاب ہے جو غدر سے کچھ پہلے لکھی گئی ہے اور نظام حیدر آباد کے نام منسوب کی گئی ہے۔ یہ کتاب حیدر آباد میں چھپ گئی ہے اور کتبخانهٔ آصفیہ میں بھی اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔

(۲) ان کی ایک تصنیف تاریخ یمنی کا مخطوطہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانے میں موجود ہے (فہرست مخطوطات عربی و فارسی مرتبهٔ اشرف علی ص ۲۰)

ضیاء الفقہاء سید رحمت علی خان بہادر کے ممتاز ہیں۔ کمالات ظاہری و باطنی آپ کے حد تقریر اور احاطۂ تحریر سے متجاوز ہیں۔ علاوہ کمال توغل مشاغل علمی کی شایستگی اوضاع و پسندیدگی اطوار حسن خلق اور کمال بردباری و حلم اس مرتبہ پر ہے کہ بیان اس کا مجال خامہ و حوصلہ نامہ نہیں۔ قدیم الایام سے عہدہ استفتا کا سلاطین سلف کی طرف سے انہیں کے خاندان عالیشان میں مستمر ہے، اب یہ عہدہ آپ کی ذات برکت سمات سے مشرف و مفتخر ہے۔ آبا و اجداد راقم کو ان کے خاندان بلند مکان کے ساتھ رابطہ اتحاد قدیمی چلا آتا ہے اور یہی سبب ہے کہ نظر توجہ ان حضرت کی راقم آثم کے حال پر بکمال مبذول ہے۔ بسبب کثرت شرائف مشاغل یعنے توغل علمی کے نظم و نثر کی طرف مطلق توجہ نہیں۔

جناب آخون شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ(۱)

عالم با عمل وارستۂ آز و امل، مہبط فیض ازل و ابد آخون شیر محمد، طالب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ۔ مولد آپ کا افغانستان تھا لیکن ایک عرصۂ دراز سے بارادۂ تحصیل علم و فضل کے وارد ہندستان جنت نشان ہو کر اطراف و جوانب میں علماے کرام کی خدمت سے فیض علم و ادب حاصل کیا، اور جب شاہجہان آباد میں وارد ہوے مولانا شاہ عبد القادر قدس سرہ کی خدمت سراسر افادت میں علم حدیث کو تحصیل کیا اور مولانا و بالفضل مولانا مولوی محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق رہے۔ جو کہ قناعت اور توکل ایک جامہ تھا کہ خیاط قضا نے انہیں کے قامت استعداد پر سیا تھا۔ حکیم غلام حسن خان مرحوم کے مکان پر سکونت اختیار کی اور مدت العمر ہرگز اخوان زمان اور ابناے روزگار کی طرف روے التفات نہ لائے اور شب و روز شغل ظاہری تدریس علوم عقلی و نقلی رہتے اور مشغلہ باطن توجہ الی اللہ زبان خلق کے ساتھ گفتگو میں رہتی اور دل خدا کے ساتھ مشغول، یہ دو کام آن واحد میں اقوال سراسر اختلال حکیم فلسفی کے واسطے مبطل ہیں۔ سچ ہے۔

پاے استدلالیان چوبین بود پاے چوبین سخت بے تمکین بود

سواے علوم ظاہری کے کسب و فیض باطن خدمت حضرت با برکت شاہ غلام علی صاحب قدس سرہ سے کیا اور مرتبہ خلافت کا پایا۔ اگرچہ سلسلہ پیری مریدی کا آپ نے جاری نہیں کیا لیکن استحقاق اس امر کا ہزار در ہزار مرتبہ میں رکھتے تھے۔

---

(۱) حیات نذیر حسین ص ۴۳۔

اور آخر میں سکونت ہندستان سے دل برداشتہ ہو کر بارادۂ ہجرت اور ارادے حج کے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوے۔ اثنائے راہ میں آنتیسویں ماہ صفر ۱۲۵۷ ہجری میں نقد حیات کو متقاضیان اجل کے سپرد کیا۔ اس واقعہ کو چھ برس کا عرصہ ہوتا ہے۔

جناب مولوی امان علی سلمہ اللہ تعالیٰ

عامل اکمل فاضل اجل۔ صاحب اطوار صدق و صفا، زبدۂ کملا و اسوۂ اتقیا، مولوی امان علی۔ سادات صحیح النسب سے ہیں اور تحصیل علم خدمت فیض موہبت مولانا شاہ عبدالقادر قدس سرہ سے کی ہے۔ بہ سبب قناعت و استغنا کے کبھی اہل روزگار کی طرف رجوع نہیں کی اور ہمیشہ بے پروایانہ زیست کرتے ہیں اور جو کہ رزاق انس و جان کے خزانۂ تقدیر سے وظیفہ روز و شب ہے اسی پر قانع ہوکر اغراض دنیوی کو وسیلہ تملق و خوشامد اخوان زمان نہیں کیا۔ جو کہ علم و عمل و طب میں مہارت تامہ رکھتے ہیں اس بہانہ سے لطف رب جلیل نے شفاے اسقام ان کے خامۂ فیض علامہ کی زبان میں ودیعت رکھی ہے اور اس حیلہ سے نقود ثواب اخروی ان کے گنجینۂ اعمال میں تودہ تودہ جمع ہوتے جاتے ہیں۔ راقم کو ان کی خدمت میں نیاز و اعتقا بدرجۂ کمال حاصل ہے، اور ان کی طرف سے راقم پر بھی مراتب الطاف اندازہ سے زائد وقوع میں آتے ہیں۔ غرض کہ ان کی صفات حمیدہ حوصلۂ اندیشہ میں نہیں گنجائش رکھتے، لکھنے اور بیان کرنے کا تو کیا محل ہے۔

جناب مولوی محمد جان غفراللہ

کتب تحصیلی کو اچھی طرح سے پڑھا تھا اور مسائل علمی نہایت مستحضر تھے فاضل۔ اجل تھے اور عالم اکمل۔ طبیعت نظم و نثر فارسی کی طرف بہت مائل تھی۔ نثر متین اور نظم رنگین اُن سے یادگار ہیں اور اس کمال پر اخلاق ایسا کہ کسی میں اُس کا نمونہ نہیں دیکھا گیا اور متانت وضع اور پاس آشنائی اور لحاظ ایسا تھا کہ کسی اور میں اُس کا عشر عشیر مشاہدہ نہیں ہوا۔ مدت تک سرکار انگریزی میں عہدہ سررشتہ داری فوجداری پر مامور ہے اور امور مرجوعہ کو نہایت ہوشیاری اور دیانت کے ساتھ سر انجام دیا

چند سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ اس جہان فانی کو رخصت کیا۔ راقم سے بسبب قریب قرابت کے محبت مفرط رکھتے تھے اگرچہ نظم و نثر آن کے طبعزاد بہت ہیں، لیکن اختصاراً مخمس کے دو بند پر قناعت کرتا ہوں کہ غزل شفائی (۱) پر لکھا تھا۔ ناظرین کو بفحوائے مشتے نمونہ از بسیارے آن کی جودت طبع اور تیزی فکر پر دلیل ہوسکتا ہے۔

مخمس

درد عشق بیوفائی کے در آزارت کند اینہمہ آسودگیہا جملہ دشوارت کند
بے خبر از خویش و بر حالم خبردارت کند گو حریفی تا نگاہ تیز درکات کند
انتقام من کشد جای گرفتارت کند

ای بہ بیتابانہ داری ہر زمان گفتار عشق دانمت بیتاب و طاقت داشتہ آزار عشق
تا کجا آخر صبوری باید اندر کار عشق میری از حد شفائی پیش یار اظہار عشق
ترسم این بے طاقتی‌ہا عاقبت خوارت کند

مولوی نوازش علی سلمہ اللہ تعالی (۲) شاہجہان آباد کے علما کی خدمت میں کتب تحصیلی کو حاصل کیا اور حدیث نبوی کو حضرت بابرکت مولوی محمد اسحاق محدث دہلوی غفراللہ سے پڑھا۔ استعداد کامل رکھتے ہیں۔ ازبسکہ طبیعت ہدایت و ارشاد کی طرف مائل ہے۔ اکثر اوقات مجالس وعظ بھی ان کے ہاں منعقد ہوتی ہے اور ساکنین شہر شاہجہان آباد اکثر بشوق اہتداء و استرشاد وعظ کہنے کے واسطے اپنے اپنے گھر میں آن کو تکلیف دیتے ہیں۔ خُلق و حلم میں یگانۂ روزگار اور قناعت و توکل میں شہرۂ آفاق ہیں۔

مولوی محمد رستم علی خاں سلمہ اللہ تعالی تحصیل سے فارغ اور کتب ہیئت و ہندسہ کہ راقم کے نانا صاحب مرحوم نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خاں بہادر مصلح جنگ سے اچھی طرح

---

(۱) شرف الدین حسین شفائی اصفہانی فارسی شاعر المتوفی سنہ ۱۰۳۷ ھ (سرو آزاد ص ۴۷)۔

(۲) یہ سرسید کے استاد تھے جن سے انھوں نے درسی کتابیں پڑھی تھیں (دیکھو حیات جاوید جلد اول ص ۴۰۸)

پڑھا اور حدیث و فقہ جناب مولوی اسحاق علیہ الرحمہ سے اور طب میں مہارت معقول رکھتے ہیں اور مریض ان کے علاج سے شفا پاتے ہیں اور کتب فارسیہ کو بھی بہت تحقیق کے ساتھ پڑھاتے ہیں۔ غرض کہ عالم مستعد اور فاضل اجل ہیں۔ بالفعل خدمت وقائع نگاری پر حضرت بادشاہ جمجاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ کی سرکار میں مامور ہیں اور خطاب مصلح الدولہ حکیم محمد رستم علی خاں بہادر سے ممتاز۔ راقم سے بھی رابطہ محبت بکمال رکھتے ہیں۔ انشاے نظم و نثر کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں، مگر اخبار سلطانی (۱) ہر ہفتہ ان کی نثر طبع زاد کا نمونہ ہے۔

حاجی محمد سلمہ ربہ ساکن ہیں نواح جون پور کے اور بعد اداے حج بیت اللہ کے، شہر شاہجہان آباد میں وارد ہوئے اور مولانا محمد اسحاق صاحب سے کتب حدیث کو تحصیل کیا، اگرچہ اور فنون سے بھی آگاہ ہیں، لیکن فن حدیث کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ ورع و تقوے میں مستثنیٰ ہیں۔ راقم نے جناب مستطاب مولانا مخدومنا مولوی محمد صدرالدین خاں بہادر کی خدمت میں ان کو حاضر ہوتے دیکھا اور ان کے جوہر سے مطلع ہوا، اس واسطے کہ حاجی صاحب موصوف مولاناے ممدوح کی طرف سے مدرسہ دارالبقا میں مدرس ہیں۔

ملا سرفراز سلمہ یہ بھی بڑے مستعد شخص ہیں کتب معقول و منقول و حکمت و ہندسہ و ہئیت بہت تحقیق سے پڑھاتے ہیں۔ حدیث اور تفسیر جناب مولانا مولوی صدرالدین خاں بہادر سے پڑھی ہے اور اب جناب ممدوح کی طرف سے مدرسہ دارالبقا میں مدرس ہیں۔

---

(۱) اس اخبار کا اصل نام سراج الاخبار ہے جو ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ دہلی کا روزنامچہ تھا اور ہر ہفتہ مطبع سلطانی میں شائع ہوتا تھا۔ سنہ ۱۸۴۱ میں جاری ہوا تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھو پنڈت کیفی دہلوی کا مضمون ''اب سے آدھی صدی پہلے کے اردو اخبار،، (رسالہ اردو جلد ۱ ۱۹۳۵ ع ص ۲۰۱ تا ص ۲۰۹۔) اس میں صاحب تذکرہ کا نام مصطفی الدولہ سید ابوالقاسم خاں وقائع نگار لکھا ہے۔

ذکر قُرّاء و حُفاظ شکر اللہ سعیہم

اگرچہ اس شہر کرامت بہر میں فضل الٰہی سے حافظ اس کثرت سے ہیں کہ رمضان شریف میں باوصف کثرت مساجد کے کہ حد شمار سے باہر ہیں، کوئی مسجد ایسی نہیں ہوتی کہ اس میں دو دو تین تین شخص کلام اللہ تراویح میں ختم نہ کرتے ہوں اور مسجد جامع میں تو شمار سے باہر کلام اللہ تراویح میں ختم ہوتے ہیں، لیکن تیمّناً چند اشخاص نامی کا ذکر کرتا ہوں۔

قاری قادر بخش سلمہ اللہ تعالی حروف کو مخارج سے ادا کرنا جیسا کہ حق ہے اور بہر الحان داؤدی سے حق اسی حق رسیدہ خدا شناس کا ہے اور ورع و تقویٰ کا حال تو جیسا ہے اس کے بیان میں زبان قاصر ہے۔ کمال قناعت سے وجہ قلیل پر اکتفا کرکے گوشۂ مسکنت میں بسر کرتے ہیں۔ عمر شریف آپ کی قریب ستر برس کے پہنچی ہے۔

حافظ احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کہین برادر حقیقی قاری صاحب موصوف کے۔ اگرچہ قرأت میں وہ مرتبہ کمال کا نہیں، لیکن کلام اللہ کو اس صحت کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ مافوق اس کے متصور نہیں اور اوراد و وظائف میں اوقات شبانہ روزی صرف ہوتی اور صورت سے للّٰہیت ظاہر ہوتی ہے۔

قاری محمد بیگ غفراللہ لہ علم قرأت میں اقران و امثال سے گوے سبقت لے گئے تھے اور مخارج حروف کو اس خوبی سے ادا کرتے تھے کہ حروف کو خود اس امر پر ناز تھا۔ غرض کہ جامع علم و عمل تھے اور ازبسکہ قناعت و توکل سے ان حضرت کا خمیر تھا، تمام عمر اغنیا کے دروازہ کا نام نہیں لیا۔ دو تین برس کا عرصہ گذرتا ہے کہ دنیاے فانی سے رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاری احمد سلمہ اللہ تعالی ایسے عامل علم قرأت ہیں کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا اور زبان اس کی اوصاف سے قاصر ہے دین داری اور اتباع شریعت اور اکل حلال اور اکتساب خیرات اور اجتناب از نواہی سب ایک

ذات ستودہ صفات میں جمع ہیں ، اس جامعیت کے ساتھ افراد بشر سے کم نظر میں گذرا ہے ۔

حافظ عبدالرحیم سلمہ اللہ تعالی

اگرچہ علم قرأت حاصل نہیں اور تجوید حروف جس قدر چاہیے اور اس کا نام قرأت رکھا جاوے ان کے پڑھنے میں محسوس نہیں ہوتی ، لیکن فضل واہب العطیات سے آواز خوش اور طیب لہجہ اس طرح عطا ہوا ہے کہ طیور کو طیران اور پانی کو جریان سے باز رکھتا ہے ۔ اس کا ایک ادنیٰ وصف ہے ۔ جس مجلس میں اس مرد خدا نے قدم رکھا اور بارادۂ قرأت قرآن لب ہلایا ، اہل مجلس سراپا گوش اور گوش سراپا نیوش ہوکر متوجہ ہوجاتے ہیں ، بلکہ جس وقت خاص و عام کے گوش زدہ ہوتا ہے کہ آج فلاں مجلس میں اس صاحب کمال کا گذر ہوگا ۔ اجتماع خلایق سے وہ مجلس حکم کا میلہ بہم پہنچاتی ہے اور آن کے قرآن کے پڑھنے میں وہ اثر ہے کہ وقت استماع کے سامعین کو دنیا و مافیہا فراموش ہوجاتے ہیں ۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔

ذکر بلبل نوایان سواد جنت آباد حضرت شاہجہان آباد

بہر کجا کہ روم وصف دوستان گویم ۔۔۔۔۔ برای یار فروشی دکان نمی باید

جناب مرزا اسداللہ خان غالب
مدظلہ العالی

ہمای اوج مفاخر و معالی جاگزین سدرۃالمنتہیٰ مراتب بلند و مدارج عالی ، موسس اساس شیوا بیانی بانی بای الفاظ و معانی عندلیب ، بہارستان سخن گستری ، طوطی شکرستان معنی پروری ، اوج سمای برتری و والاتباری ، مہر سپہر بلند اختری و گردون اقتداری ، شاگرد رحمٰن استاد سبحان المعی زمان لوذعی بیان ، فرزدق دہر و لبید آوان ، سمّی وصی رسول اللہ جناب مستطاب مرزا اسد اللہ غالب تخلص ۔ دیوان حافظ آن کی لسان الغیبی کے عہد میں دلوں سے فراموش ، زبان خلاق المعانی آن کے معنی ایجاد کے زمانہ میں خاموش ۔ چراغ انوری انہیں کے شعلۂ فکر سے روشن اور

سینہ آذری ، انہیں کی آتش حسرت سے گلخن عنصری ، ان کے رشک افکار سے ایسا جل گیا کہ گویا اس کا پیکر فقط عنصر آتش سے متکون ہوا تھا، اور سحبانی آن کی حسرت کمال سے ایسا رویا کہ مگر اس کی بینائی چشم فقط عنصر آب سے بنی تھی ، زلالی آن کے چشمۂ ہنر کا تشنہ لب اور ابو اسحاق اطعمہ ان سے خوان استعداد سے نعمت طلب ۔ خاقانی اس خسرو معنی کی کمتر رعیت اور خسرو اس بادشاہ سخن کے آگے سر گرم خدمت ۔ ملاحت کلام سعدی ان کے خوان فیض کی نمک خوار اور شیرنی زبان حافظ ان کی نعمت مقال سے روزینہ دار ۔ رنگینی معنی سے صفحہ کو گلرنگ اور طراحی فکر سے کاغذ کو ارژنگ کرنا خاصہ اسی چمن طراز سخن دری اور نقاش صحیفہ ہنر پروری کا ہے ۔ اگر الفاظ ثقیل سے گرانی اٹھائے تو کوہ کاہ کا حکم پیدا کرے اور اگر سخن میں متانت صرف کرے تو ورق بیاض صدمۂ صرصر سے جگہ سے نہ ہلے ۔ قلم ان کا معنی روشن کی تراوش سے فوّارۂ نور اور عبادت پا کیزہ ان کی لطف کیفیت سے شراب انگور ۔ اگر اس سخن طراز کے کمال استعداد کو جو طرف حصر و شمار سے افزوں ہے ، خامہ دو زبان بیان کرے ، اول چاہیے کہ ملکۂ عقل فعال سے عاریت مانگے اور زبان قلم تقدیر سے مستعار لے ۔ میں ارادہ کرتا ہوں کہ اس حضرت کے اوصاف حمیدہ اور محامد پسندیدہ کو دفتر کتاب میں درج کروں اور عقل فریاد کرتی ہے کہ ہر گاہ میں نے اس تقدس جوہر اور امداد مبدأ فیاض کے ساتھ جب اس امر کا قصد کیا کارکنان بارگاہ ہلال سے کمی استعداد کا طعنہ سنا اور سوء ادب کی سرزنش کی تو باوجود اینہمہ نقصان عقل و ہوش کس شمار میں ہے ۔ فی الحقیقت اگر لنگ لنگان اپنے تئیں جادۂ مقصود میں ڈال دیا ہو تو ہوس حق السعی یعنی شاباش کی متوقع ہوئی اور حال یہ ہے کہ دشوار پسند ان بلند فکر بلکہ دقیقہ یابان انصاف، طینت کے آگے حصول صلۂ آفرین تو کیا خجلت نارسائی اور طعنۂ ناعاقبت بینی سے سر اٹھانے کو جگہ نہ رہے گی ۔ ظہوری نے سچ کہا ہے : '' کسی کہ عہدۂ ثنائے کسی بیرون نیاید چرا اول بعجز اعتراف نہ نماید '' ۔

بہتر یہ ہے کہ فکر کو اس اندیشۂ محال سے باز رکھے اور اپنی نارسائی کا پردہ فاش نہ کرے ۔ بیت

با می است بصد بلند و پستی   ہان پائے نہ لغزدت ز مستی

LIBRARY
Anjuman Taraqqi Urdu Hind

نام نامی اور اسم سامی ان کے والد ماجد کا عبداللہ بیگ خان تھا ۔ آپ اتراک سے هیں اور سلسلہ آپ کے نسب کا افراسیاب و پشنگ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے بزرگ سلجوقیوں کے عہد میں بسبب اس کے کہ ان کے همجنس و هم گهر تھے ، فرمان‌روائی رکھتے تھے ۔ جب سلجوقیوں کے عہد سلطنت کا دورہ تمام هوا ان کے آبا و اجداد نے سمرقند میں توطن اختیار کیا ۔ اس حضرت کے جد امجد اپنے پدر مشفق سے ایک امر سهل پر قدری شکر رنج بهم پہنچا کر هند میں تشریف لائے اور لاهور میں معین‌الملک کے رفیق هوئے اور اس کے تباہ هونے کے بعد وارد دهلی هوکر سلطان عہد کی سرکار میں سررشتۂ ملازمت کو هاتھ میں لاکر سلسلۂ چاکری کو استحکام دیا ۔ حضرت ممدوح کے والد ماجد دهلی میں متولد هوئے اور یہیں نشو و نما حاصل کی ۔ پھر کسی سبب سے بود و باش اکبر آباد میں اختیار کی اور حضرت ممدوح کو والدۂ مشفقہ کے کنار شفقت اور آغوش عاطفت میں پانچ برس کا چھوڑ کر جنات نعیم کے گلگشت کی طرف متوجہ هوئے ۔ آپ کے چچا حقیقی نصر اللہ بیگ خان کہ اس عہد میں میرٹھ کی طرف سے اکبر آباد کے صوبہ‌دار تھے ، آپ کی پرورش اور تربیت میں مصروف هوے۔ جب هندستان میں تصرف حکام انگریز کا هوا ، نصراللہ بیگ خاں لارڈ لیک بہادر کے رفیق هوکر چار سو سوار کے رسالہ سے اعادی بادپیما کے ساتھ سرگرم جنگ رہے ۔ جرنیل لیک صاحب نے اس کارنمایاں کے صلہ میں دو پرگنہ مضافات اکبرآباد سے ان کی عین حیات تک جاگیر میں عطا کیے ، پھر ان کے سانحۂ ناگزیر کے بعد جو سنہ ۱۸۰۱ ء میں پیش آیا اور جاگیر موافق قرار داد کے ضبط هوئی اور جاگیر کے عوض میں اس حضرت کے واسطے نقدی مقرر هوگئی۔ پھر وهاں سے بسبب انس طبیعت اور میل خاطر کے شاهجہان آباد میں تشریف لائے اور اس معاش پر قناعت کرکے گوشہ نشینی اختیار کی ہے اور بہترین شغل آپ کا اس عالم تنہائی میں سخن سنجی اور معنی پروری ہے ۔ حق یہ ہے کہ جان سخن پر منت اور سر معنی پر بار احسان رکھتے هیں ، هر دائرۂ الفاظ دهن شکر اور هر حرف زبان سپاس ہے ان کی نعمت تربیت کا ۔ راقم آثم کو جو اعتقاد ان کی خدمت میں ہے اس کا بیان نہ قدرت تقریر میں ہے اور نہ احاطۂ تحریر میں آسکتا ہے اور چوں کہ ”دلہا را بدلہا راہ باشد“ اس حضرت کو بھی وہ شفقت راقم کے حال پر ہے کہ شاید اپنے بزرگوں کی طرف سے کوئی مرتبہ اس کا مشاهدہ کیا هوگا ۔

میں اپنے اعتقاد میں اُن کے ایک حرف کو بہتر ایک کتاب سے اور اُن کے ایک گل کو بہتر ایک گلزار سے جانتا ہوں اور اگر دیکھا جائے تو حق بھی یہی ہے۔ خوشا حال ان لوگوں کا جو آپ کی خدمت با برکت سے مستفید ہوتے ہیں اور جوہر گرانمایہ کہ آپ سے حاصل کرتے ہیں اس کو مغتنم جان کر بھی جزو دان حافظہ میں محفوظ اور بھی صندوق بیاض میں امانت رکھتے ہیں۔ اس طرح کے مضامین عطائی پر مستفید کے پاس خروار خروار فراہم آگئے ہیں اور چوں کہ مثل مبداء فیاض کے آپ کی طبیعت فیض موہبت نسبت بخل سے مبرا ہے۔ آپ کو اُن جواہر بے بہا کے اعطا میں کچھ دریغ نہیں، آرے:

نطقش که بدست جان توانا چون باده خرد فزاے دانا

آپ کا جواہر خانہ نفائس سخن حد شمار سے افزوں اور ظرف حصر سے بیروں ہے۔ ایک دیوان قصائد و غزلیات کا تیس جزو سے زیادہ مرتب اور منطبع ہوا ہے اور اسی طرح سے نثر اور ایک کتاب پنج آہنگ نام نہایت فوائد جلیلہ پر مشتمل قریب چودہ پندرہ جزو کے آپ کے نتائج فکر سے ہے کہ منتہیان معنی رس کے واسطے مغتنمات عظمیٰ سے ہے۔ اور ایک مثنوی مشتمل اوپر غز ذات حضرت رسالت دستگاہی ختمی پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اگرچہ ہنوز ناتمام ہے، لیکن پھر بھی قریب پندرہ سولہ جزو کے ہوچکی ہے انشاء اللہ تعالیٰ جس وقت اتمام کو پہنچے گی گلدستۂ بزم احباب ہوگی۔ راقم تیمناً و تبرکاً کچھ نظم اور کچھ نثر اس کتاب میں لکھ کر ہدیۂ نظر ارباب شوق کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ نظم کس رتبہ کی ہے اور نثر کس شان کے ساتھ۔

آرایش گفتار در ظہور ہوا و نموداری صبح

دمیکه سرہنگ سیاستگاہ روزگار به باز خواست خاتم سلیمانی گوی اہرمن شب در ہم افشرد و آں رخشندہ گوہر یزدانی را بدان روشنی که تو پنداری آفتاب است از دہانش بدر آورد۔ گلزار زندگی را که بشکنجۂ خزان خواب برگ و بار فرو ریختہ بود ہنگام کشایشی نوبہار فراز آمد و قدح و شیشہ میخانہ آب رفتہ بجوی و خمارآلودگان شبانہ را رنگ پریدہ بروی باز آمد۔ تو بتو پردہہائے ظلمت که بر روے آفاق فروہشتہ بود از میان برداشتند و شاد روانی از نور بدان درازی که پہنای گیتی را فرو گیرد در جہان بر افراشتند:

سحر ز نور رقیبانه بر کشاد بساط شب از نہیب غریبانه در نوشت گلیم

خسرو زرین افسر زمردین اورنگ چون خواست که لوای جهان کشا به تسخیر هفت کشور افراز و نخست لشکریان را بچشم داشت، همواری راه بتاراج گنج گوهر پروین صلازد - بخو نگر می اوباش گرسنه چشم لوا مع سحری آتش فتنه بدانسان در گرفت که کالای ناروای تنک مایگان شبنم نیز دران دستبرد به یغمارفت - بسپاس فیروزی و شکرانهٔ بهروزی خمستان نور را درکشادند و ذره ذره را باندازه گنجای وقت ازان بادهٔ روشن در دادند - خاک زیر درختان آبروی صافی آشامی و طالع روشناسی شهر یارش بنود، هم بدان درد سایه که بحسب تقسیم دران صلای عام بوی رسید سیه مستی آغاز نمود، سایه بااینهمه که در آفرینش از روشنی دور است، هم از اسباب شوکت جهانگیری حضرت نور است - حقا که اگر اینمایه تیرگی باقی نمی گذاشتند، پروانه معزولی ظلمت شب بکدام مداد می نگاشتند -

مثنوی

با مدادان که شب روان سپهر — نقد جان باختند در ره مهر
دهشت دزد از میان برخاست — از سر کوچه پاسبان برخاست
بستگی روی تافت از ... در — رفت پیوند بالشش از سر
گرد از راه کاروانها جست — گونه گون مرغ ز آشیانها جست
در نهانخانهای سوز و گداز — دل ز اندوه رست و شمع از کار
سهر آنمایهٔ فروغ و فراغ — خون بهای هزار شمع و چراغ
کشت شمع و چراغ هر خانه — ذره سر کرد رقص پروانه
نو عروسان خویشتن آرای — گوهرین پارهٔ نگارین پای
پیش ازان دم که دست ورو شُستند — دست و پا از حنا فرو شستند
شاهد باغ را بجلوه گری — تازه گردید رسم پرده دری
تا دم صبح دم بگوشهٔ باغ — نفتد چشم نیمباز به زاغ
بر لب آب جوهر آئینه — دید روئے خود اندر آئینه
چرخ نیرنگ ساز شعبده زای — کرده از زاغ آشکار همای
تیرگی از میان کنار گرفت — کار بر روشنی قرار گرفت

صبح صادق برات نور آورد
روشنی مژدهٔ سرور آورد

سخن در هجوم ظلمت شب(۱)

هنگامی که روشنیٔ روز که جان جهانی زنده بادست از هنگامه روی برتافت، و تاریکیٔ شب که نموداری انجم رخشنده بادست بر آفاق دست یافت، آفتاب جهان‌تاب را روزگار یکه‌تازی سر آمد، وخیل خیل خفاش از هرگوشه و کنار به پرواز اندرآمد۔ شب باز سپهر پس از آن‌که دران سیاهی پرده بر افراخت، بازی چند از پس آن پرده نمودار ساخت: (رباعی)

شام آمد و رفت سر بپا بوس خیال — بر تخت شهی نشست کاؤس خیال
از گردش گونه گونه اشکال نجوم — گردید دماغ دهر فانوس خیال

بدل گشتن خرام تدرو و سایه سرو(بچراغ افروخته) ببال افشانی پروانه پرسوخته، و پرتو شمع افروخته۔ بینوا ماندن روشناسان باغ در آشیانه، و بچراغ رسیدن گمنامی چند ازدودمان پروانه، سپر انداختن خسرو روز در ستیزه، و خندهٔ دندان نمای زنگی شب برین آویزه، چیره دستی سپاه زنگبار بر لشکر روم و خموشی بلبل بمشاهدهٔ غوغای بوم، همچشمی شاه در خفتن به بخت دزدان گرفتار، و همطرحی دزد در بیداری بطالع شاهان کامگار، از پس پرده سر بر آوردن دوشیزگان شوی نادیده آسمانی، و فروخفتن کشاده رویان رسوا شیوهٔ چمن بپاکدامانی، بدرجستن ماهی و خرچنگ و برّه گاو از هر کرانه، و دم لابه کنان خرامیدن شیر اندران‌میانه، و شکسته شدن طلسم روز بره نمای لوح ماه، ورخ‌نمودن صد هزار پریزاد از یک پرند سیاه، بدان بوالعجبی با روزگار درمیان نهاد که چرخ پیر از کهکشان انگشت حیرت بدهان نهاد۔

مثنوی

شام مگو جادوی مشکین لباس — هم به هنر هم به اثر روشناس
تازگیٔ کسوت عباسیان — تیرگیٔ خاطر شماسیان
غالیه سای نفس مقبلان — پرده کشای هوس بے دلان
هم سبق پرده کشایان راز — هم نفس پرده نشینان ناز
نکته وران را بہ‌سخن جانفزای — راه روان را دم راحت کشای
رهبر دزدان به نهانخانها — قاسم مهتاب به ویرانها
سرمهٔ آواز خراباتیان — شهپر پروانه مناجاتیان

---

(۱) کلیات نثر غالب ص ۳۶-۳۵ (مطبوعه سنه ۱۸۶۸ع نول کشور) سے تصحیح کی گئی۔

رام کن شوخ عروسان بشوی غازه نه شمع شبستان بروی
بربط آوازهٔ شبگیر ها رشتهٔ شیرازهٔ زنجیر ها

خجستگی آئین شب را نازم که اگرچه تیره و ظلماتی است لیکن جمعیت بروزگارش بدان فراوانیست که هرچند دیده وران بجست و جوشتافتند جز طرهٔ مهوشان و خواب عاشقان، که آن ببالین پریشان است و این به بستر، هیچ جا از پراکندگی نشان نیافتند۔

رباعی

شب چیست سویدای دل اهل کمال سر مایه ده حسن بزلف و خط وخال
معراج نبی بشب ازان بود که نیست وقتی شایسته تر ز شب بهر وصال

عبارت در صنعت مقطع الحروف(۱)

روان را داد داور ورزش راز در آورد از روان دل را در آواز
روان در دل روش زان راز دارد درون دل روش آواز دارد
روان آوارهٔ وادی دردش ره آورد ره دل روی زردش
وداع روح دارد دل دران راه ز روح آوخ ز دل درد و زره آه

رازدار رب ودود و دوازده وارث آن دُرّ دری درج ورودرا درود۔ **وزن:**

ذات اورا وزارت دادار در او راز دان و دل زوّار

دی روز از راه ارادت روی دل زار زی داور روزی ده آوردم و درای دل دران راه آواز درآی دآری درداد او داور داوران درای آرای راز آوران۔ **وزن:**

روزی ده آدم و دد و دام دردش دل زار را دل آرام

در روز ازل آدم را دل داد و روان داد و ادراک را در روزن دل رو داد۔ آدم زاد از زای زرو رای رز آورد، و در دل زد، دل را دو داغ آرزو داد، آب رز دُرد درد آورد و آز زر وی زردآن داد از دل درووده، و آن ادراک از روان زدوده۔ زر و رز در درون دل ارّه، و دل ازان ارّه ذره ذره۔ آز در دل آب در دوغ، و آرام دل در آز و آرزو دروغ، دلدادهٔ آز و آرزو اژدردم اژدر رود آزاده رو را ازذوق آزادی در ارم در روی دل دادم۔ ودرم داروی درد دل و دل از درد دوری دام و

---

(۱) کلیات نثر غالب ص ۳۹-۳۸ -

درم در آزار- ار زرداری و روی در راه آری از درد دزد و ره زن در آزاری- (اوزان)

دوزخ آن از دود داغ آوازه اش ارزد آز و آرزو دروازه اش
راه رو دل آز زاغ و ذوق راغ راه رو آزرده از آواز زاغ

وه وه ای آدم زاد آز درد- ای از داد و آز آزرم و رای زر ورد وار از دوری زر زر دروی روا داری دل آزاده در دام آرزوی درم در آوردن و روان را از زاری دل آزردن- داور را رازق دان و داغ آز از دل زدای و دل را از زاری دور دار-

انتخاب غزلیات

آشنایانه کشد خار رهت دامن ما گوئی این بود ازین پیش به پیراهن ما
بے توچون باده که درشیشه هم ازشیشه جداست تو و آمیزش جان در تن ما با تن ما
سایه و چشمه بصحرا دم عیسیٰ دارد اگر اندیشهٔ منزل نشود رهزن ما
تارود شکوهٔ تیغ ستم آسان از دل بخیه بر زخم پریشان فتد از سوزن ما
دوست با کینهٔ ما مهر نهان می‌ورزد خود ز رشک است اگر دل‌برد ازدشمن‌ما
می پرد مور مگر جان بسلامت ببرد تاچه برق است که شد نامزد خرمن‌ما
دعوی عشق ز ما کیست که باور نه کند می جهد خون دل ما ز رگ گردن ما
سخن ما ز لطافت نپذیرد تحریر نشود گرد نمایان ز رم توسن ما
طوطیان را نبود هرزه جگر گون منقار خورده خون جگر از رشک سخن گفتن‌ما
ما نبودیم بدین مرتبه راضی غالب شعر خودخواهش آن کرد که گردد فن‌ما

نقشی ز خود به راه گزر بسته ایم ما بر دوست راه ذوق نظر بسته ایم ما
با بندهٔ خود این همه سختی نمی‌کند خود را بزور بر تو مگر بسته ایم ما
فرمان درد تاچه روائی گرفته است صد جا چونے به ناله کمر بسته‌ایم ما

نیرزم التفات دزد و رهزن بی نیازی بین متاعم را بغارت داده اند از ناروائی‌ها
کدوئی‌چون زمی یابم‌چنان‌برخویشتن‌نالم که پندارم سرآمد روزگار بی نوائی‌ها

سوزد ز بسکه تاب جمالش نقاب را دانم که درمیان نه پسندد حجاب را

رسیدنهای منقار هما بر استخوان غالب پس از عمرے بیادم داد رسم و راه پیکان را

طره درهم و پیراهن چاک‌ش نگرید اگر از ناز بخود هم نگراید چه عجب

بےخود بوقت ذبح تپیدن گناه من دانسته دشنه تیز نکردن گناه کیست

نازم به زود یابی نازد بگوش و گردن چندان که ابر نیسان درگوهر آفرینی است

گمان زیست بود بر منت زبے دردی بدا ست مرگ ولے بد تر از گمان تونیست

هرچه فلک نخواستست هیچ کس از فلک نه خواست ظرف فقیه می نجست باده ما گزک نخواست
جاه ز علم بےخبر علم زجاه بے نیاز هم محک تو زر نه دید هم زرمن محک نخواست
خرقه خوش است دربرم پرده چنیں خشن خوش است
عشق به خار خار غم پیرهنم تنک نخواست
رند هزار شیوه را طاعت حق گران نه بود لیک صنم بسجده در ناصیه مشترک نخواست
سهل شمرد و سرسری تا تو زعجز نشمری غالب اگر به داوری داد خود از فلک نخواست

می رنجد ار تحمل ما بر جفای خویش هان شکوه که خاطر دلدار نازک است

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن این که من نمی‌میرم هم ز ناتوانی هاست

از دوست میل قرب بکشتن غنیمت است گر تیغ در کمان به نشاط کمند نیست

لذت عشقم ز فیض بی‌نوائی حاصل است آن چنان تنگ است دست من که پنداری دل است

دوشینه به مستی که مکیدست لبش را کامروز به پیمانه می در شکر آب است

رسید تیغ توام بر سرو ز سینه گذشت — زهی شگفتگی دل که از جبین پیداست

دُرد روغن بچراغ و کدرسی به ایاغ — تا خوداز شب چه بجاماند که پنهان شده است
چشم بد دور چه خوش می تپم امشب که به روز — نفس سوخته در سینه پریشان شده است

اگر نه بهر من از بهر خود عزیزم دار — که بندهٔ خوبی او خوبی خداوند است

شد فگار از نازکی چندان که رفتارش نماند — نازنین پایش بکوی غیر بوسیدن نداشت

درازی شب و بیداری من این همه نیست — زبخت من خبر آرید تا کجا خفت است
غمت بشهر شبیخون زنان به بُنگه خلق — عسس بخانه و شه در حرم‌سرا خفت است

حاجت افتاد به روزم ز سیاهی به چراغ — دل به بی رونقی مهر درخشانم سوخت
نه بدرجسته شرار و نه بجا مانده رماد — سوختم لیک ندانم به چه عنوانم سوخت

رضوان چو شهد و شیر به غالب حواله کرد — بیچاره باز داد و مئی مشکبو گرفت

خود اولین قدح می بنوش و ساقی شو — که آخر از طرف تست گر حجابی هست

بروی صید تو از ذوق استخوان تنش — هما ز تیزی پرواز بسمل افتاد است

کهنه نخل تازه از صرصر ز پا افتاده ام — خاکم ارکاوی هنوزم ریشه در گلزار هست

نشاط جم طلب از آسمان نه شوکت جم — قدح مپاش زیاقوت باده گر عنبی است
میان غالب و واعظ نزاع شد ساقی — بیا به لابه که هیجان قوت غضبی است

جیحون و نیل نیست دلت از خدا بترس — گر نیست خون دیده بدامن درین چه بحث

آه از شرم تو و ناکامی ما زود باش — در تلافی پایهٔ مهر و وفای ما مسنج

حق آن گرمی هنگامه که دارم بشناس　　ای که در بزم تو مانم به‌چراغ دم صبح

قاصد من براه مرده و من　　همچناں در شمارهٔ فرسخ

کفیل هوش خودم وقت می به‌بزم حبیب　　بشرط آن که زیک قلزمم فزوں نه دهد

فغاں من دل او آب کرد ورنه هنوز　　نگفته ام که مرا کار با فلاں افتاد

مست عطاے خود کند ساقی مانه‌مست‌مے　　باده زیار می برد بسکه زیاد می دهد

نازم بامنیاز که بگزشتن از گناه　　با دیگراں زعفو بما از غرور بود
ای آنکه از غرور به هیچم نمی خرے　　زاں پایه باز گوی که پیش ازظهوربود

چه عیش از وعده چوں باور زعنوانم نمی‌آید　　بنوعی گفت می آیم که میدانم نمی‌آید

بسخن پیچم و اندوه گسارش گردم　　برم از غیر دلی را که حزین تو شود

در بغل دشنه نهاں ساخته غالب امروز　　بگزارید که ماتم زده تنها ماند

مارا نبود هنی داد را نبود صبر　　دستی که زما شست بخوں که فرو برد
یک گریه پس از ضبط دوصد گریه رضاده　　تا تلخی آن زهر توانم ز گلو برد

بوصل لطف باندازهٔ تحمل کن　　که مرگ تشنه بود آب چوں ز سرگزرد
دوری درد ز درماں نشناسی هش دار　　کز تپیدن دل افگار به مرهم نه رسد
می به زهاد مکن عرض که‌ایں‌جوهرناب　　پیش ایں قوم به شورابهٔ زمزم نه رسد

بر خویشتن ببخشای گفتم دگر تو دانی　　دارم دلی که دیگر تاب جفا ندارد

به التفات نگارم چه جای تهنیت است — دعا کنید که نوعی ز امتحان نبود

پی عتاب همانا بهانه می طلبد — شکایتی که زما نیست هم به ما دارد

نازم فریب صلح که غالب زکوی تو — ناکام رفت و خاطر امیدوار برد

سرت گردم اگر پای نازک درمیان نبود — تنم از لاغری صد خرده برموی کمر گیرد

دلم درکعبه از تنگی گرفت آوارهٔ خواهم — که بامن وسعت بتخانهای هندوچین گوید

بدین قدر که لبی تر کنی و من بمکم — ترا زبادهٔ نوشین چه مایه کم گردد

ساقی دگرم برد به میخانه ز مسجد — می یکدو قدح بود فریبم به سبو داد

ز بیتابی رقم سویش دودچون نامه بنویسم — بعنوانی کهدانی دود دل میخیزد از کاغذ

بی دوست ز بس خاک فشاندیم بسربر — صد چشمه ردانست بدان راهگزر بر
از خلد و سقر تاچه دهد دوست که دارم — عیشی بخیال اندر و داغی بجگر بر

بالد بخود آن مایه که در باغ نگنجد — سروی که کشندش به‌تمنای تو در بر
مطرب بغزلخوانی و غالب بسماع است — ساقی من و آلات می از حلقه بدر بر

درگریه از ازبس نازکی رخ مانده برخاک‌اش نگر — وان سینه سودن ازتپش برخاک نمناکش نگر

برقی که جانهاسوختی دل از جفاسرودش ببین — شوخی که‌خونها ریختی دست ازحنا پاکش نگر

رقیب یافته تقریب رخ بپا سودن — ترا که گفت که از بزم سرگران برخیز

نایافته بارم به نراندن چه شکیبم   گیرم که خود از تست دری را چه کند کس

پیچد بخود ز وحشت من پیش بین من   تشبیه من هنوز به مجنون نه کرده کس

مفت یاران وطن کز سادگیهای منست   در غریبی مردن و از جور باز آوردنش

فرسوده رسمهای عزیزان فروگزار   در سور نوحه خوان و به بزم عزا برقص

پاداش هر وفا بجفای دگر کنند   غالب به بین که دوست چنان میدهد عوض

همدم نمک به زخم دلم مشت مشت ریز   آخر نه پرسشی بسزا بوده هست شرط

هے هے چه خوش باشد به دی آتش به پیش و مرغ و مے   از بذله سنجان چند کس در یک نشیمن گشته جمع

زین دود وزین شراره که درسینهٔ من است   سازم سپهر گر نه بسامان خورم دریغ

گیرم امروز دهی کام دل آن حسن کجا   اجر ناکامی سی سالهٔ ما گشت تلف

حدیث تشنگی لب به پیر ره گفتم   ز پارهٔ جگرم در دهن نهاد عقیق

منهای رخ بما که بدعوی نشسته ایم   در خلوتی که ذوق تماشا شود هلاک

گیرم ز تو شرمنده آزرم نباشم   تا رفتن مهر تو ز دل چون رود از دل

غالب نام آورم نام و نشانم مپرس   هم اسداللهم و هم اسداللهیم

بخشش خداوندی گر فراخور ظرف است   هم بهوش بیشی ده هم بمی تونگر کن

آزادیم نخواهی و ترسم کزین نشاط   بالم بخود چنان که نگنجم به بند تو

خجلت نگر که درحسناتم نیافتند   جز روزهٔ درست بصهبا کشودهٔ

با هیچ کافر این همه سختی نمی رود   اے شب بمرگ من که تو فردای کیستی

رباعی

اے داده بباد عمر در لهو و فسوس   زنهار مشو ز رحمت حق مایوس
هش دار کز آتش جهنم حق را   تهذیب غرض بود نه تعذیب نفوس

چون درد ته پیاله باقی است هنوز   شادم که بهار لاله باقیست هنوز
در کیش توکل غم فردا کفر است   یک روزه می دو ساله باقیست هنوز

--:O:--

اشعار ریختہ

کاو کاو سخت جانی ہاے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوے شیر کا

تھی نو آموز فناھمت دشوار پسند
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ھاے اوس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

دوست غمخواری میں میری سعی فرماویں گے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاویں گے کیا

واے گر میرا ترا انصاف محشر میں نہ ہو
اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وہاں ہو جائے گا

دریاے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھ کر

جان ہے بہاے بوسہ ولے کیوں کہے ابھی
غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں

قاصد کے آتے آتے خط ایک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

میں اور حظ وصل خدا ساز بات ہے
جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں

بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خوں ہے
رکھوں کچھ اپنی بھی مژگاں خونفشاں کے لئے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی
اوٹھا اور اوٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لئے

ظالم مرے گماں سے مجھے منفعل نہ چاہ
ہے ہے خدا نکردہ تجھے بے وفا کہوں

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب
یار لائے مری بالیں پہ اسے پر کس وقت

شب کو کسو کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں
دکھتے ہیں آج اس بت نازک بدن کے پانو

کہتے ہیں جیتے ہیں امید پہ لوگ
ہم کو جینے کی بھی امید نہیں

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہئے

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

نقش کو اس کے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہے
کھینچتا ہے جسقدر اتنا ہی کھنچتا جاے ہے

گر چہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جاے ہے

یاں تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ اس
زلف گر بن جاؤں تو شانوں میں الجھا دے مجھے

:o:

نواب محمد ضیاء الدین احمد خاں بہادر نیر رخشاں تخلص سلمہ اللہ تعالے

بہار افروز دولت و اقبال بانی مبانی جاہ و جلال، مہر سپہر فلک پائگی و آسمان اقتداری محور چرخ والا ہمتی گردوں مداری، زبدۂ بلند پایگان آفاق نو بہار گلشن اخلاق، نخل بند حدیقۂ حشمت بلند چمن پیرائے مراتب ارجمند، مسند نشین دولت خداداد عظمت نہاد اقبال نژاد، یگانۂ عماید روزگار وحید اراکین شہر و دیار مرجع آمال عالم و مآب مآرب جہان نواب محمد ضیاءالدین خان بہادر نیر رخشاں تخلص دام اجلالہ ان کی رفعت شان کے سامنے بلندی آسمان کی کمتر ہے پستی زمین سے اور ان کی حشمت و اقبال کے آگے جاہ سکندر اور دستگاہ دارا ادنیٰ ہے مرتبۂ بندہ کہیں سے ذرے ان کے آستاں کے بسبب بلندی کے دور سے فروزاں ہیں، عوام کی نظر میں کواکب آسمان ہیں فلک نے داغ غلامی ان کا اپنے پیشانی پر جلایا اس نے عالم میں آفتاب نام پایا، ابر نیساں ان کی گہر باری سے عرق آلودانفعال اور دریا ان کی جود سے مالا مال، اگر ان کے بحر کف سے سمن کو آب دیویں مانند گل کے زر دار ہو جاوے، اور اگر ان کی سحاب عشرت سے لالہ کو سیراب کریں مانند یاسمن کے بیداغ نظر آوے، ان کی سخاوت نے صدف کو مٹھی بھچنے کے جرم سے دریا میں غرق کر دیا اور ان کی جود نے لعل و جواہر چھپانے کے گناہ سے کوہ بدخشاں کو سنگسار کیا ذرہ اگر ان کی رائے سے استعانت کرے ریگ زمین چشمۂ خورشید سے موج زن ہو صر صر اگر ان کے خُلق سے مدد چاہے موسم خزاں رشک گلشن ہو دولت ان کی بدولت بلند پایہ اور اقبال ان کے اقبال سے رفعت سرمایہ، ان کی کثرت جود سے قارون اپنی تہی‌دستی سے حیران اور ان کی افراط بخشش سے ابر نیساں اپنی بے مایگی پر گریاں۔ ان کی سخاوت کے دور میں حاتم کو سخی کہنا سخن استہزا ہے اور ان کی شجاعت کے سامنے رستم کو شجاع ٹھیرانا کلام ظرافت انتما۔ صبح ان کے خندۂ لطف سے نمایاں اور آفتاب ان کے ضمیر سے درخشاں۔ سخاوت اور ان کی طبیعت

جیسے موج اور دریا لطف اور انکا مزاج جیسے خضر اور آب بقا۔اُن کے صیت کرم نے حاتم کو سر گرم دریوزہ کیا اور ان کے انعام عام نے جعفر کو سرمایۂ جود و کرم دیا اُن کی گرمیٔ عزم کے آگے سرعت آسمان خاک سے افسردہ تر اور ان کے اخلاق کے سامنے بہار خزاں سے پژمردہ تر۔ ان کی شمشیر سے مصاف اعدا ارغوان کار اور ان کے لطف سے بزم احباب زعفران زار۔ سبحان اللہ ان کی رفعت مرتبۂ آسمان سے ہم پہلو اور ان کی رسائی تدبیر تقدیر کے ساتھ ہم بازو۔ لطف سخن سے نفس ان کا رشتۂ گوہر اور صفائی عبارت سے کلام انکا موج گوہر۔ سخن کو اس صاحب قدرت کی زبان سے وہ رتبہ حاصل ہوا ہے کہ اگر ہر حرف کو دعوی دو حرف کُن کا ہو تو لائق ہے اور کلام کو اس والا فطرت کی طبیعت سے وہ پایہ بہم پہونچا کہ ہر نکتہ اُس کا الہام سے اور ہر دقیقہ اُس کا کشف سے فائق ہے۔ مضامین غزل کی شوخی بعینہ خرام آہو اور عبارت کی متانت بلند وقاروں کی اوضاع سے مشابہ ہے۔ مو بمو بہار طبیعت کی گلفشاں اور نسیم نفس کی نہال نشاں۔ فکر ان کا مثل ملایک کے آسمان پیما اور اندیشہ ان کا مانند دعاے مستجاب کے تا عرش رسا۔ سبحان اللہ بے پایانی محیط فنا کی اس مرتبہ میں کہ اگر فکر رسا ہزار برس شنا کرے کنارہ پیدا نہ ہو، اور صحراے محمدت کی بے انتہائی اس درجہ کہ اگر اندیشۂ بلند تمام عمر سیاحت کرے منزل مقصود آشکارا نہ ہو اور ہوس نارسا اور طمع خام یہ چاہتی ہے کہ افتاں خیزاں اسی دریا میں دست و پا مارے اور اسی صحرا میں قدم رکھے۔ **شعر** مراست طبع رواں لیک نام تست بلند۔ چگونہ آب رواز نشیب سوے فراز بہتر یہ ہے کہ اس وادئی نا پیدا کنار میں قدم نہ رکھے اور کچھ احوال دولت اشتمال کو بر سبیل اجمال لکھے۔ آپ خلف الرشید ہیں نواب جہانیان مآب گردوں جناب معلی القاب فخرالدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر مرحوم والی فیروز پور جھرکہ کے۔ اور علاوہ قرابت قریبہ کے نسبت تلمذ کی مرزا اسداللہ خاں غالب تخلص کی خدمت میں رکھتے ہیں کمال توجہ اُستاد سے کلام انکا سخن قدما کے ہم پایہ ہے اور نہایت علوشان سے فکر ان کا رفعت سرمایہ کمالات اس قدر اور پھر وسعت خُلق کا یہ حال ہے کہ اگر اُس کو خلق محمدی سے تعبیر کریں تو بجا ہے راقم کو اس سر کردۂ اراکین روزگار کی خدمت میں بہت اخلاص اور کمال اختصاص ہے اور دعوی اتحاد پر نازاں اور اس قدوۂ اہل کمال کی طرف سے بھی کمترین عباد پر مراسم الطاف اور مدارج

اعطاف اس طرح سے مبذول ہیں کہ زبان تقریر کو نہ طاقت سخن ہے اور نہ یارائے بیان ۔ احقر اس کتاب میں کچھ نظم اور کچھ نثر ان کا مندرج کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ سخن کو ان کی طبع والا سے کس قدر اعتبار ہے اور کمال کو ان کے فکر بلند سے کتنا افتخار ۔

تقریظ دیوان ریختہ مرزا اسداللہ خاں غالب

بنامیزد سہی بالانا ظورہ ایست از قدسی خانوادۂ فکر سر برزدہ گرم جلوہ گری ۔ لاابالی خرام محجوبہ ایست مقنعہ از رخ برداشتہ و دامن بکمر برزدہ در انداز پردہ دری ۔ یوسفستانیست حورا نژادان معانی دردی دوش بدوش ۔ عبہر زاریست جلوہ گاہ حیرتیاں باختہ ہوش ۔ پہناور پرندیست مانند سپہر ثوابت گوہر آگیں ۔ خورنق رونق شارسا نیست بارنامہ شکن صدنگار خانۂ چیں ۔ فروغانی چراغیست پری پروانہ ۔ ساوی ہیکلے است حرز بازوی فرزانہ ۔ گوئی میکائیل نوال سوکلے فراخ ساطے نہادہ است ۔ و گرسنہ چشماں سخن را صلاے عام در دادہ ۔ بیت اللہ تقدس معبدیست کہ کلیدش بدست فہم درست دادہ اند ۔ و درش براحرام بندان مزدلفہ دل کشادہ ۔ و مناتیست یک صمنستان زنار بندان خیال و روی جبیں سائی ۔ ارتنگی است بہ نمائش نقشہائے بدیع پشت دست مانی وارژنگ بر زمیں سائے ۔ صفحہ ازیں اوراق برہمنے است بید خواں ۔ ہر ورق ازیں کتاب سو بدی است آستاداں ۔ آئینہ خانہ ایست گیتی نما ۔ صفوتکدہ ایست مصفاء پردگیا نند حجلہ نشیں سرادق مریم کرداری ۔ شوخ چشما نند پردہ درتر از شاہدان بازاری ۔ تہید ستانند تونگر دل ۔ آزاد گا نند پادر گل ۔ عشاق طینتانند بخویشتن مایل ۔ سادہ پیکرانند نگاریں دل ۔ ہاروت پیشگانند زہرہ فن ۔ برہنی گوہرانند بابل مسکن ۔ سمندرا نند قلزم کش ۔ نہنگانند سینہ پرآتش ۔ برشتگانند پختہ مغز ۔ ہم بمغز پختہ و ہم بپوست نغز ۔ بادہ آشنا مانند سیہ مست از خود رفتگانند با شکیبائی ہمدست ۔ ہندی صنمانند پارسی گرد ۔ دہلی نژادان اند صفاہاں پرورد ۔ ہاں وہاں ترسم کہ انچہ سر و دم زسختہ باشی ۔ ہانا منتخب دیوان آردو ز با نست ریختہ کلک مسیحی فرتاب خدام قسطاس دانش اسطرلاب بینش ۔ جوہر آئینۂ آفرینش ۔ معیار نقد گراں مایگی ۔ معراج

سلّم بلند پایگی ـ قہرمان قلمرو معنی پروری ـ فرمان فرمای گیہان سخنوری ـ گیتی خدا یگان نو آئیں نگارے ـ جہان سالار تازہ گفتارے ـ روان بخش کالبد سخن گسترے ـ بینائی فزائے چشم دیدہ ورے ـ فرازندۂ لوائے شوکت خامہ فروزندۂ چراغ دودۂ آمہ ـ آیۂ ناسخ شہرت ہمداستانان ـ سرخیل انجمن نکتہ دانان ـ

سخن را از خیالش ارجمندی ـ * معانی راز فکرش سر بلندی
صریر خامہ اش بس دلپزیر است * بہشتی عندلیبان را صفیر است
مہیں فرزند نُہ آبائے علوی * بہیں شاگرد روح القدس عالی
جہان را بیدریغ آموز گار است * کزیں معنی شناس روزگار است
سر و سر دفتر شیوا بیانان * دریں فن افتخار ہمزبانان
بجولانگاہ معنی یکہ تازی * فلاطون فطرتی حکمت طرازی
نہ کاکش ریزش گنج معانی * چو ابر آذری در دُرفشانی
زصہبائے سخن سر شار گشتہ * ورق از فکر او گلزار گشتہ

موحد کیش صافی منش ستودہ خوئی فروہیدہ کنش ، بزرگ نہاد پاکیزہ گوہر فرشتہ سرشت آزرم گستر ، کیں گزار مہر پرور خورشید فروغ کیوان فرنکوہش نکوہ ستایش ستائے کشور معنی زادہ خدائے ، سر تاسر وفا و فتوت دیدہ نادل حیا و مروت درک مصور روح مجسم عالم جان و جان عالم والاحسب عالی نسب سمی وصی واپسیں و خشوراداش حضرت چارمین دستور اعنی استاذی مرشدی مولائے اخی مرزا اسد اللہ خاں بہادر غالب اللہم کمل الکلام بدیمومہ بقاہٗ و حصل الحرام بحینونہ" لقاہٗ پوزش آئیں نیاز گستر محمد ضیاءالدین نیراز دیو بار والائے اندیشۂ پست دراں اندیشیدے و گرانی قدرسبک انداراں سنجیدی کہ این گرامی برادر زادہ ما را کہ یگاں یگاں خلف الصدق دود مان ضمیربل ابو الآبای مضامین دلپزیر است بہ تعلیم نو آموزان نکواز بدنشناس برانگیزد واین ارزندہ جواہر پارہارا کہ ہریک ازان سیمین ساعد شخص خردرا یارہ و نازنین پیکر ہوش راگو شوارہ است برشسمہ پیش طاق شناسای برآویزد باری کار سازایزد بزرگ را ہزار ان سپاس کہ دریں زماں کہ سنہ مقدسہ ہجریہ نبویہ علی صاحبہا افضل التحیات واکمل الصلوۃ بہ یکہزارو دو بست وپنجہ و چار رسیدہ آن دیرین بسیچ و دلنشین آرزو بمساعدت روزگار است ہنجار و قلاوری بخت بیدار خوشترازان

که میخواستم روا ے گرفت شادکامی دردل جا گزید و اندوه تردد گرد آوری بدر رفت چوں باحصاے افرادایں همایوں صحیفه شتافتم همگی اشعار شعری شعار غزل و قصیده و قطعه و رباعی یک هزار و هفتاد دو اند یافتم الا با توانا هوشاں هوشی و شنوا گوشاں گوشی برشاهراه شناخت فراوانی نیکو معانی باید رفت نه در پیغوله بیغاره زنی خرده بر قلت ابیات گرفت چناں که خود آں والا آموزگر درگزارش ایں هنجار بهپارسی نامه خویشتن در پرده سخن گفتار خود می‌سراید آری راست میفرماید ـ شعر نگویم تانباشد نغز غالب * چه غم گرهست اشعار من اندک ـ ازمن یادگاری و براے دیگراں تذکارے باد ـ

اشعار فارسی

بس است طول خدایا شبان تار مرا	بیاض صبح مده چشم انتظار مرا
مکن هلاک که شادم به ناروائی خویش	بروئے من بکشا چشم اعتبار مرا
نمود تیره چو شب روی روشنان سپهر	بخاک سائی سر نخوت غبار مرا
دلش بسوخت چو برکارهاے بیمزدم	وفا نتیجه به از مزد داد کار مرا
کنی نه گر قدم رنجه خنجرے بفرست	مخواه در شب هجراں تهی کنار مرا
بوجه زردئے رویم شمرد از عشق	رواج داد زر کامل العیار مرا
نموده سعی به بی برگئے من و خجلم	بکیسه نیست چو پا مزدرو زگار مرا
فرشته خوش نبود عیب جوے شرم آید	زر سم و راه تواے کاتب یسار مرا
زتیره روزے و آشفتگی و رنجوری	بسنج خال رخ و زلف و چشم یار مرا
کشود گر خم زلفی دلے دراں بستم	که داده اندریں جبر اختیار مرا
اگر نیا مدن دوست ماتمے دارد	سفید بهر چه شد چشم انتظار مرا
سری و شور و نشور و لبے و نفخهٔ صور	فلک ز پهلوے تیر نگه‌دار مرا

وعده فرمود بآبادی ویرانهٔ ما * چشم ما حلقهٔ زنجیر در خانهٔ ما
وعدهٔ روز بما عیش شبا نگاه بغیر * آه از تیرگی نالهٔ روزانهٔ ما
اشک زوموج بود زادهٔ دریا گوهر * طرفه کا بستن دریا شده دردانهٔ ما
نیّرامشب بفروغ مه خورشید لقا * خاورستاں شده هر ذرهٔ کاشانهٔ ما
خوش می برد بخواب عدم قصه مختصر * افسانهٔ درازی شبهاے تار ما
اسرار غنچهٔ دل مضطربروں فتاد * افتاد جام می زکف رعشه‌دار ما

پیمانه در کفے و دل شاه در کفے — بهر خدائے لغزش پا اے ایاس چیست
جام شراب بر کف و نوشین لبےِ ببر — دیگر ز حق بگو که ترا التماس چیست
نیّر نقاب گر نفگند از رخش نسیم — وجه بیاد دادن هوش و حواس چیست

می نترسی زآه نیم‌شبی — اے فلک تیر در کمان منست
دیدهٔ اشکریز دریا بار — بر سرم ابر دُر فشان منست
در شبستان سینه از تپ غم — شمع روشن هراستخوان منست
گر ستم در کرشمه افزون باد — هرچه بر من زد لستان منست

بنشاند ز سوز جگرم دوش برخود — خواهم که بخنجر بشگافم جگر خود
پیچیده غبارم بهوا در گزر دوست — آن به که زنم آب هم ازچشم تر خود
چون آمده ایم ازعدم آسان بودا کنون — پیمودن راهے که بود بے سپر خود
خواهم که برم نام تو در نزع وابم خشک — دریاب بیک بوسهٔ گل برگ تر خود
رد خشم مکن هرزه‌چه بندی پئے قتلم — بردیده وران عرض کن اول کمر خود
دل میشکنی کج‌کلهان راشکن‌هاے — طرف کله کج بسر خود بسر خود
نیر گزر از رشک و ببر نامهٔ دشمن — تا دوست بدین وجه نراند ز در خود

که وا نمود خم و پیچ جَعد مشکین را — که بوی نافهٔ مشک تتار مے آید
شکسته طرف کلاه و کشوده بند قبا — چه بیخودانه بت میگسار مے آید
مگر بروی گل امروز تیز دیده کسے — که بوی خون زفغان هزار مے آید

گاهی از رخصت‌خوابی بکمانم دادند — بالشی از پر سیمرغ نشانم دادند
بعد دعوی ورع بادهٔ ناب آور دند — تاسبک‌قدر شدم رطل گرانم دادند
کنش آنگونه کزوسود توان بردنبود — دانش آنمایهٔ که در باغ نوانم دادند
تا شکستم قفس تن بجناح ارواح — در فضای ملکوتی طیرانم دادند
دجله دجله گهر اشک ز چشمم‌ستدند — تا در افشانئے نیسان بز بانم دادند
دست درغارت کا لای خودم بکشودند — بهر این گرمئے بازار دکانم دادند
رشک بردامن من تانبرد صفحهٔ دهر — خامه همچون مژه خونتابه‌چکانم‌دادند
نیر اندر شب تاریک بجسم عریان — ماه از دشنه و از سینه کتانم دادند

رفت دوری کہ پیا پے زد ہے جام صبوح مہلت از دھر سیہ کاسہ نہ آنست کہ بود
بر عرق ریزئے بےفائدہ بخیہ گراں ہمچناں زخم جگر خندہ زنانست کہ بود
گو رسیدم بحرم لیک سپاس اصنام ہمچناں شکر خدا ورد زبانست کہ بود
روش دھر بیک گو نہ نباشد نیر نہ چنیں بود کہ ھست و نہ چنانست کہ بود

تا نقاب از روئے چوں خورشید اوبر داشتم دیدم آندولت کہ چشم ازچرخ واختر داشتم
رستن نرگس ز اطراف مزارم بعد مرگ آگہی می بخشداز چشمے کہ بر درداشتم
ایں سر شوریدہ برخشت لحد خوش آرمید شد فرو درد سرے کز بالش بر داشتم
بعدازیں برخودشدم مفتوں صفاے سینہ بیں نادمی دلرا بدلبر در برابر داشتم
کرد خاکستر سراپاے مرا سوز دروں شد غلط چشمے کہ من از دیدہ تر داشتم

آندم کہ بخشں چشم و دھاں کرد روزگار خندیدن از تو بودہ واز ما گریستن
در نظم گربہ جائزہ کزاک دھی بچشم زیں بعد ما و از ھمہ اعضا گریستن
ناخواندہ ترسم افگند اے اشک باز ماں تر کرد نامہ را دم انشا گریستن
من ماندہ محو روی وی و گریہ کردہ کم او ماندہ محو روئے من از نا گریستن
ھاں ابر چشم قیس نہ خارج از حیاست بر مرقد مطہر لیلی گریستن
زیں پس بضبط کوشم و سوزم بسوز دوست فرسودہ شیوہ ایست ھما نا گریستن

وہنگاراں و خوش آمیختہ باجاں غم شاں نوش داروی جہانست بکامم شم شاں
داد از پرسش خوباں دم تودیع حیات کہ نمک پاش جراحات بود مرھم شاں
فرخا بادہ کشائے کہ ز صاحب نظرے ساتگین مئے ناب آمدہ جام جم شاں
گوش کن نالۂ عشاق پریشاں آھنگ کہ سپہر آمدہ در رقص ز زیروبم شاں

تازنم آتشے بچرخ آہ مرا شرار کو تادھم ایں جہاں باآب دیدہ اشکبار کو
راہ رو گسستہ دم خفتہ بدشت برمغیل مرد فراغ جوی راکاوش خار خار کو
تاتوستیزہ آوری من رہ عجز بسپرم جور ترا کراں کجا شوق مرا کنار کو
بر لحدم نبرد کس شمع وچراغ بعدمرگ سوخت تنم ز سوز عشق سوختہ رامزار کو
شیوۂ شرم بر نتافت کشمکش نیازوناز شوق زیادہ جوی را حسن ستیزہ کار کو
ارھمہ دشت روزگار داشتہ نیزنوک خار پاے پر آبلہ کجا رھرو پا فگار کو
نیر خستہ پاےرا از عرفات سوی دیر تاببردبدوش خویش ھمرہ حق گزار کو

پای در قطع رہ شوق ز سر بایستے — بگزر از پای ز سر قطع نظر بایستے
پنبہ از زخم جگر پیش کہ بردا شتمے — جگر دیدن ایں زخم جگر بایستے
داد ازاں رشک کہ بر پرسش داور دارم — ریخت ہر خون کہ بیداد ھدر بایستے
دید چوں مردہ بنا چاریؑ من رحم آورد — صورت زندگی از مرگ بتر بایستے
ہست آویختہؑ زلف کسے می شنوم — از دل زارم ازیں بیش خبر بایستے

پردہؑ دل گر کشود می چہ غمستے — لالہ ستانی نمود می چہ غمستے
راہ غلط کردم و بہ کعبہ فتادم
گر بدرت جبہ سود مے چہ غمستے

رباعی

از کوریؑ خود بروز انور عقرب — نیشی زدہؑ بپای نیر عقرب
برمہ رسد از تو چشم زخمے نہ بمہر — من نیر اعظمم نہ اصغر عقرب

نیر امشب طلوع بدرین بودہ — شمع کاشانہ روی صدرین بودہ
از مقدم ہر دو محتشم در یک شب
فرخندگیؑ شبان قدرین بودہ

اشعار ریختہ

ممنون نہیں ہے برق و سموم شرار کا — رکھتا ہے حکم جلنے میں عاشق چنار کا
جب اپنے شغل سے دل خونیں نہ باز آے — پھر کیا گناہ دیدہؑ خونابہ بار کا
آنکھوں میں بوالہوس کے کھٹکتا ہوں مثل خار — احسان ہے یہ مجھ پہ مرے جسم زار کا
ہے طی ارض ہم کو یہ ضعف تواں نہیں — کل اوسکے گھر گئے پہ قدم کا نشاں نہیں
جب چاہو آو دل میں کہ ہے آپ کا مکاں — یہاں خوف شحنہ و خطر پاسباں نہیں
گر انتہا نہیں ستم و جور یار کو — شوق زیادہ جو کو سری بھی کراں نہیں
حیرت میں ہوں کہ نوک مژہ نیشتر مثال — گھستی ہیں گرجگر میں تو کیوں خونچکاں نہیں
ہے دوست صدق دشمن و دشمن دروغ دوست — کیا رشک صلح جس میں صفا درمیاں نہیں
پاس ہے رجعت ایام گزشتہ سے ہمیں — گردش دہر ہے یہ گردش دولاب نہیں

نکلے آنکھوں سے وہیں جذب ہوئے دامن میں
بجز اشکوں کے کوئی گوہر نایاب نہیں

جتنے ہو نغمہ سرا اتنے ہی خونریز بھی ہو
چھیڑ نشتر کی چلی جائے جو مضراب نہیں

کعبہ کو دیر سے چلے نشۂ شراب میں
مستوں کو کیا تمیز خطاؤ صواب میں

دارالقضا کہاں رہی میخانہ بن گیا
ہیں مست جمع محکمۂ احتساب میں

پیری و مفلسی میں نہ لو نام مے کہ اب
لطف ارتکاب میں ہے نہ اجر اجتناب میں

لے سادہ نامہ دوسرے سے کاتب یسار
پاتا نہیں بیاض گر اپنی کتاب میں

آتی ہے بو تراب لحد سے عبیر کی
رخشاں ہوئے جو خاک غم بو تراب میں

مے کے گرنے کا ہے خیال ہمیں
ساقیا لیجیو سنبھال ہمیں

شب نہ آئے جو اپنے وعدہ پر
گزرے کیا کیا نہ احتمال ہمیں

تیرے غصہ نے ایک دم میں کیا
مردۂ صد ہزار سال ہمیں

دل میں مضمر ہیں معنی باقی
کسی صورت نہیں زوال ہمیں

طالع بد سے نیر رخشاں
اپنے ہی گھر میں ہے وبال ہمیں

کیا پہونچے تو فرشتہ کا جس جا گزر نہ ہو
بیت الصنم ہے شیخ خدا کا یہ گھر نہ ہو

چلکر خرام ناز سے برپا کرے وہ حشر
گر باز پرس کا اسے خوف و خطر نہ ہو

آنسو اگرچہ رکھتے نہیں لیکن آہ گرم
ہے تجھ سے چشمداشت کہ یہ نامہ بر نہو

رخشاں جو آتے آتے ابھی رک گئے ہیں اشک
آنکھوں میں آگیا کوئی لخت جگر نہ ہو

چاک یکسر مرا گریباں ہے
دل کا محضر مرا گریباں ہے

لاغری میں دریدہ ناخن سے
مختصر تر مرا گریباں ہے

رات سینہ سے سینہ کس کا ملا
کہ معطر مرا گریباں ہے

سینہ کا چاک کرنا سکھلایا
میرا رہبر مرا گریباں ہے

کر کے نومید ہمیں قتل سے پہلے یکسر
خون رلوا چکے کیا خون کا دعوا کیجے

بعد ایک عمر جو آئے تو خجل ہوں کیونکر
آنکھیں پتھرائی ہوئیں اونکے تہ پا کیجے

ہے تصور مرا اس خاطر نازک پہ گراں
جتنا ہو اپنے کو ہر غم سے گھلایا کیجے

نقش بر سنگ ہے دھیان اپنا تمہارے دل پر
خوش ہوں مٹنے کا نہیں لاکھ مٹایا کیجے

تلخکامی سے مذاق اپنے میں یکساں ہے تو پھر
عوض زہر نہ کیوں قند ہی کھایا کیجے

بوالہوس اور بھی مرنے کی کرینگے خواہش
لے کے گل قبر پہ رخشاں کی نہ آیا کیجے

نواب زین العابدین خاں بہادر عارف تخلص(۱)

نہال حدیقہ دولت بانی مبانی حشمت بلبل چمنستان سخنوری طوطی شکرستان معنی پروری مہر سپہر کمال روشنگر آینہ' اقبال سخن سنج معنی پناہ ہنر پرور کمال دستگاہ بلند پایہ رفعت سرمایہ رکن بنای جاہ وثروت معراج عروج ابہت وزبدہ' اراکین روزگار قدوہ' ارباب دولت ملک ودیا راقبل جہان مقبول جہانیان نواب زین العابدین خاں بہادر عارف تخلص خلف رشید نواب غلام حسین خاں بہادر ابن شرف الدولہ نواب فیض اللہ بیگ خان بہادر سہراب جنگ مرزا اسداللہ خاں غالب کی خدمت میں مشق سخن پہنچائی ہے (۲) اور تحقیق دقائق علمی اور تفتیش محاورات پارسی انہیں کی خدمت فیض منقبت میں کی ہے باوجود ناز و نعم ثروت کے اس فن میں محنت و مشقت کو اس درجہ تک پہونچایا کہ عرق سعی سے دامن گرداب ہوگیا اور آستین محیط اور فی الحقیقت اس فن میں وہ کمال حاصل کیا کہ شعرائے زمانہ' قدیم میر و سودا و قائم و کلیم اگر اس زمانہ میں ہوتے بیشک اس زبدہ' اہل کمال کے سامنے زانوی شاگردی تہ کرتے غزل وہ کہ ناز و انداز معشوقوں کا ہر نکتہ پر جان فدا کرتا ہے اور قصائد وہ کہ جاہ و جلال سلاطین کا ہر لفظ پر نثار ہوتا ہے جب مضامین عاشقانہ غزل میں خرچ ہوتے ہیں ہر دائرہ کے دہن سے آہ و نالہ آسمان تک پہونچتا ہے اور جب وصف معشوق اوسمیں ادا ہوتا ہے تو مدات حروف سے اشارہ' ابرو اور چشم صاد سے غمزہ' دل جو ٹپکتا ہے مضمون سوز غم سے کشش ہر حرف کی شعلہ' جوالہ اور معنی رنگین سے ہر لفظ رشک گل و لالہ بہار زمین میں سخن سبز و اوراق بیاض رنگیں اور رزمیہ میں زبان قلم سناں اور خط ژوبین اگر بزم کا حال لکھا ہر دائرہ زمزمہ سنج ہوا اور اگر غم کا ذکر کیا ہر شکن کاغذ کا شانہ دردورنج بن گیا بیت۔ گر خارنوشت دردل خصم خلید * ور گل بنگاشت بررخ دوست شگفت * فی الحقیقت کمال کی علامت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ شاگرد پر اوستاد کو ناز ہے اور کیوں نہ ہو کہ ان کی وضع جدید نے اسلاف کی کہنہ طرزوں کو آب عرق سے دھو دیا اور مضامین بیگانہ

---

(۱) یہ نواب غلام حسن خاں متخلص بہ محو کے بھائی اور نواب غلام حسین خاں کے بیٹے تھے جن کا تذکرہ آگے آیا ہے۔

(۲) نساخ نے لکھا ہے کہ شاہ نصیر سے بھی ان کو تلمذ تھا سنہ ۱۳۰۸ ہجری میں وفات پائی (سخن شعرا ص ۳۱۳)

نے طبیعت اہل علم کو ان طرزوں سے مطلقاً ناآشنا کردیا اب وہ روزگار ہے کہ ہر سمت میں علم کمال و ہنر اس صاحب سخن کا بلند ہے بلبل اگر چمن میں کچھ بولتی ہے یا غزلہاے عاشقانہ اس زبدۂ کمال کی پڑھ کر چاہتی ہے کہ اس کے اثر کے وسیلہ سے گل کو مہربان کرے یا زمزمہ اسی قدوۂ ارباب معنی کی ثنا کا وقف زبان رکھتی ہے قمری کو زمزمۂ کوکو سے اسی سخن سنج کی تلاش مطلوب ہے اور نرگس کو چشم باز رکھنے سے اسی صاحب کمال کا انتظار طبیعت کے مرغوب ہے نغمۂ منقبت بے نہایت ہے اب انہیں دو کلمہ پر اکتفا کر کر چند شعر لکھتا ہوں تاکہ حقیقت ان کے کمال و ہنر کی اہل ہنر پر واضح ہو جاوے —

این نامۂ صد جلال بکشا
دیباچۂ صد خیال بکشا

اشعار ریختہ

سخت شرمائے میں اتنا نہ سمجھتا تھا اونہیں
چھیڑنا تھا تو کوئی شکوۂ بیجا کرتا

دل میں اوتر گئی پہ نہیں دل کو کچھ گزند
کیا یہ نیام ہے تری تیغ نگاہ کا

ہم نے اس تدبیر سے اوس کو کیا شب بے حجاب
کچھ کہا ایسا کہ وہ جامہ سے باہر ہوگیا

نہ آئے سامنے میرے اگر نہیں آتا
مجھے تو اوس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا

لکھیں وہ ہمیں نامہ سمجھ میں نہیں آتا
کیا اور ہمارا کوئی ہمنام نہ ہوگا

گر ازل میں مجھکو دیتے مانگنے کا اختیار
خضر کی عمر اور میخانہ کی خدمت مانگتا

دیوانگی میں غیر کو دوں خاک گالیاں
اب مانتا ہے کون برا میری بات کا

عارف شراب بہر صبوحی نہیں نصیب
مقبول ہو تو کیا ہو ہماری دعائے صبح

وفور شوق سے جاتا ہوں آگے آگے میں
مجھے سمجھیو نہ اے پیر رہنما گستاخ

اسی انداز پہ ٹھہری جو قیامت آئی
ہے خدا کو بھی کہیں کیا تری رفتار پسند

دی ہم کو جان اور کیا ہم سے زر عزیز
زر جان سے زیادہ ہے وہاں بھی مگر عزیز

اون کے آنے کی جنازہ پہ توقع کس کو
وہم کرتے ہیں جو آتے ہوئے بیمار کے پاس

بند ہوجاتے ہیں شیرینی سے لب قاصد کے
بھیجنا کیجیے پیغام زبانی موقوف

ہوئیں جو چرخ کی بھی برابر تمہیں کہو
کوئی ستم اوٹھائے تمہارے کہاں تلک

جان ٹھہرایا ہے تمکو ہائے کیا کہتے ہیں لوگ
ہم مرے جاتے ہیں تمکو بیوفا کہتے ہیں لوگ

جسکے طالع میں ہو جو کچھ وہی ملتا ہے اوسے
عقل حیران ہے میسر مجھے کیوں خواب نہیں

خوف ہے حبس نفس سی کہیں بڑھجائے نہ عمر
سانس لینے کی جو فرقت میں مجھے تاب نہیں
کنج لحد میں رکھتے ہو راحت کی تم امید
عارف مگر زمین کے تلے آسماں نہیں
تا ایک وضع پر رہوں دائم عذاب نہیں
ضد سے مری زمانہ نہیں انقلاب نہیں
غصہ میں اونکو کچھ نرہا تن بدن کا ہوش
کیا لطف ہم نے شب کو اوٹھائے عتاب میں
شوخی ہے اون کا شیوہ تو کھلتا نہیں ہے راز
گو وہ کسی کے واسطے ہوں اضطراب میں
نازک ہے بس کہ عہد او سے مشکل ہے توڑنا
ہوں شاد دل لگا کے بت نازنیں کے ساتھ
میں ہوں بیتاب و تواں کیونکر نہ وہ بیباک ہو
صبر اب دل میں کہاں ہے میرے جو اوس پر آئے
نہ تو روزن کوئی سینہ میں نہ پہلو میں شگاف
دل سے ارمان مرے نکلے بھی تو کیونکر نکلے
نہ قتل کر مجھے جب تک کروں نہ غیر کو قتل
کہ شرع میں تجھے دینا نہ خون بہا پہونچے

نواب غلام حسن خان بہادر (۱) متخلص بہ محو

سلمہ اللہ تعالیٰ

محی مراسم سخنوری بانی بنائے ہنر پروری نخلبند حدیقۂ معنی پیرائے صورت گر لفظ طرازی و عبارت آرائے بلبل خوش لہجہ گلزار کمال طوطی خوش سخن نیشکر زار جلال زبدۂ ارباب دولت و اہالی حشمت قدوۂ اصحاب ثروت و خداوندان مکنت یگانہ جہاں و فرید آواں نواب غلام حسن خاں بہادر متخلص بہ محو خلف رشید نواب غلام حسین خان بہادر بن شرف الدولہ نواب فیض اللہ بیگ خان سہراب جنگ طبع معنی آفرین اور فکر دشوار گزین رکھتے ہیں، ان کے اشعار گوہر نثار سے فکر بلند اور اندیشہ عالی پر پے لے جاسکتے ہیں۔ الفاظ ترتیب اور نکتہ ہائے باریک اور تشبیہات لطیف اور استعارات غریب اور تلمیحات دور آہنگ اس انداز سے ان کے کلام پاکیزہ و عبارات شستہ میں دیکھی گئیں کہ اگر سامع بے اختیار وجد کریں تو کچھ بعید نہیں۔ طبع ان کی خوی دلیران سے نازکتر اور فکران کا بالای خوش قدان سے بلندتر اس کمالات ظاہری و معنوی پر خلق و حلم کا مرتبہ ایسا بلند ہے کہ اس کا کچھ بیان نہیں ہوسکتا۔ اس یکتائے روزگار کی ذات اقبال آیات کو جامع ضدین کیا چاہیے کہ باعتبار سال کے جوان اور باعتبار کمال کے پیر ہے۔ سبحان اللہ زبان کو بار آور

(۱) یہ ذوق اور غالب کے شاگرد تھے۔ نساخ نے ان کے ۵ شعر نقل کیے ہیں۔ جو خود انھوں نے تذکرہ کے لیے دیے تھے۔ (سخن شعرا ص ۴۲۳-۴۲۲)

اور قلم کو تاب نہیں کہ دفتر اوصاف حمیدہ سے ایک حرف لکھ سکے ۔ چند اشعار ان کی نتائج طبع سے درج کتاب ہوتی ہیں تاکہ بلندی افکار پر دلیل ہوں ۔

اشعار ریختہ(۱)

قید ہستی سے رہائی غیر ممکن تھی ہمیں آج دم دیکر اجل کو ہوگئے آزاد ہم
بیٹھتا ہے کھینچنے جب محو وہ تصویر یار مسکرا کر دیکھتے ہیں صورت بہزاد ہم
گھر سے نکالنا ہے اگر ہاں نکالیے ناحق کی حجتیں نہ میری جاں نکالیے
موجود ہوں میں سامنے تیغ و کفن لیے جو جو تمہارے دل میں ہیں ارمان نکالیے
سخت جاں صحبت سے تیری اے ستمگر ہو گیا بت پرستی کرتے کرتے میں بھی پتھر ہو گیا
گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں اب بام پہ وہ بھی اتنا تو ہوا ہے مرے نالوں کے اثر سے

نواب ذوالفقار علی متخلص بآذر

سخنور شیریں زبان نواب ذوالفقارعلی خاں متخلص باوز بیٹے نواب حیات علی خاں کے پوتے معتمد الدولہ نواب احمد علی خاں کے پروتے نواب یعقوب علی خاں کے جو بھائی تھے شاہ ولی خاں وزیر احمد شاہ بادشاہ کے اور بادشاہ دہلی کی جانب سے منصب قلعہ داری شاہجہان آباد سے سرافراز تھے چونکہ بسبب گرمی فکر و تیزی طبع کے آتش زبان واقع ہوئے ہیں اور تخلص بہت مناسب پڑا ہے الحق اسم بامسمیٰ ہیں حضرت اسد اللہ خاں غالب کے ارشد تلامذہ سے ہیں اور فکر رسا رکھتے ہیں یہ چند شعراونکی عالی فکری پر دال ہیں:

اشعار ریختہ (۲)

مرے ستانے نے کام اوس سے ایک جہان کے لیے جو میں نہوں تونہو گردش آسمان کے لیے
شکر پر وہاں زبان کٹتی ہے شکوہ کرنے کی کیا مجال ہمیں
ہوئے نا خوش تپاں دیکھا جو مجھکو خدنگ غمزہ نے گویا خطا کی

(۱) شعر نمبر ۳ کے سوا باقی ۵ اشعار نساخ نے بھی نقل کیے ہیں - سخن شعرا ص ۳۳م)
(۲) نساخ نے بھی دو شعر نقل کیے ہیں - (سخن شعرا ص ۹۱)

جناب مولوی عبداللہ خاں(۱) متخلص بہ غفر اللہ لہ

زنگ زدئے آینۂ معنی نمائی سخن رنگ افروز معانی تازہ و الفاظ کہن جلوہ دہ عرائس افکار بلند آرایش گرانکار معانی ارجمند ہم آغوش شاہد مضامین دور ہمکنار نگار لطائف حضور ساقی خمکدہ اسرار ابدوازل واقف سرائر علم و عمل نظر بازحسن صافی نہادی جلوہ طراز محفل پاک نزادی آئینہ‌دار کمالات صوری و معنوی مولوی عبداللہ خان متخلص بعلوی سن شریف آپ کا چالیس سے اور کمال ظاہری و باطنی ہزار سے متجاوز تھا اگرچہ اصل وطن مولد شمس آباد تھا لیکن چونکہ ایام طفلی سے بود و باش حضرت شاہجہان آباد میں رہی تھی گویا یہ ہی وطن ہوگیا تھا بہ سبب استعداد خداداد کے ہر فن میں یدطولیٰ رکھتے تھے خصوصاً نظم و نثر تازی ودری میں اور چونکہ فن فارسی میں خواہ باعتبار انشاء نظم و نثر کے خواہ بہ‌اعتبار درس و تدریس کے مزاولت بکمال اور مشغولی اوقات بہت رہی تھی اسی فن کے نسبت سے شہرت پائی تھی اگر اعتساف و کجی سے دور اور حسد و رشک سے خالی ہوکر اس زبدۂ ارباب کمال کا حال دیکھا جاوے اور رتبۂ سخن پر نظر کی جاوے تو معلوم ہو کہ ذات تقدس آیات اس صاحب استعداد خداداد کی کیا جوہر قدسی تھی کہ پر کار دور فلکی بعد ہزار گردش کے بھی ایسا نقش پیدا نہیں کرسکتی اگر نظم ہے رنگین تراز گل ہے اور اگر نثر ہے مطبوع ترازمل ہے کاغذ ان کی بیاض کا بسبب شگفتگی معانی کے گل سے خنداں تر اور قلم بسبب رفتار دل‌کش کے سرو سے خراماں تر سطور تازگی مضامین سے موج سبزہ سیراب اور نقاط بسبب کیفیت معنی کے قطرات شراب زبان قلم ترانہ ہائے شیریں سے بلبل اور اوراق سفینہ مضامین رنگین سے برگ گل بلبل اگر ان سے تعلیم نہ پاتی شیوا بیان نہ ہوتی اور قمری اگر ان سے فیض نہ لیتی سجع خواں نہ ہوتی ان کے معنی نازک سے خوی دلبراں خجل اور ان کے مضامین پاکیزہ سے مزاج لطیف طبعاں

---

(۱) اصل میں یہ خورجہ کے رہنے والے تھے اور بچپن سے دلی میں رہتے تھے مولوی امام بخش صہبائی کے استاد تھے (ریاض‌الفردوس از مولوی محمد حسین خاں شاہجہانپوری ص ۱۱۸) کبھی کبھی اردو میں بھی شعر کہتے تھے۔ نساخ نے ان کے ۳ شعر اپنے تذکرے میں نقل کیے ہیں ان کی تصنیف سے انشاے صفیر بلبل اور صحبت نامہ وغیرہ کئی کتابیں ہیں (سخن شعرا ص ۳۳۴) اس کتاب میں جس تفصیل سے ان کے حالات دیے گئے ہیں وہ کہیں نہیں ملتے۔

منفعل زبان جس کمال کو بیان کرے چاهیے که دفتر دفتر کہے اور فکر جس من میں تامل کرے غالب ہے که ایک عمر تک اوس میں اولجها رہے اور حال یه ہے که حیله سازی سے زمانه بخیل مزاج روا نہیں رکھتا که ایک دم بهی ایسے کار شریف میں مصروف هوکر تدارک مافات کرے ایک مدت گذرتی ہے که شاهجهان آباد سے بامید تلاش معاش دل برداسته هوکر پورب کی طرف تشریف لے گئے اور وهاں کسی انگریز جلیل القدر نے کمال قدردانی سے ان کی صحبت فیض موهبت کو نعتنمات عظمیٰ سے جان کر التزام کیا که چندے اوقات کو اس صحبت میں صرف کرے اتفاقاً کئی مهینے کے بعد ان کو اوس سے مفارقت کا اتفاق پڑا اور چونکه فن طبابت میں معجزه مسیحا اور ید بیضا رکھتے تھے اوس نواح میں اکثر آدمیوں نے اون کے علاج کی برکت سے امراض صعب سے نجات پائی اور وهاں کے باشندوں نے ان کی بود و باش کو غنیمت سمجها اور چاها که کسی طرح یه نعمت غیر مترقبات سے نه جاوے اوسی طرف کے ایک رئیس نے ان کی خدمت میں رجوع کی اور بعد امتحان کے جب دیکها که بهانه جوئی لطف شافی حقیقی یه چاهتی ہے که مرضاے جان باب انہیں کے انفاس فیض اقتباس کی برکت سے جان تازه پاویں اصرار کیا که نظر بمروت ذاتی اگر اور جگه نان توقع روغن میں پڑے یہاں کی نان جویں پر فضل نه دیا جاوے چونکه خلق طبعی اور کرم جبلی ان کی طبیعت فیض موهبت میں مستقر تها اوس رئیس کی رفاقت اختیار کی اور غربا و مساکین کو ان کی ذات کمالات سمات سے ایسا فیض هوا که نفس عیسوی کو اگر اوس پر رشک هو تو کچھ عجب نہیں جو که فلک دوار نہیں چاهتا که ایسے فرد کامل صفحهٔ روزگار پر چندے موجود رہ کر موجب استفادهٔ خاص و عام رهیں سنه ۱۲۶۲ هجری (۱) میں عالم بقی کے طرف راهی هوئے اور ان کی تاریخ وفات بعضے اذکیا نے یه پائی تاریخ -

عاوی که چو او نداد کس داد سخن چوں او نرسیده کس بفریاد سخن
ناگه ز جهاں رخت اقامت بر بست هاتف گفتا فتاد بنیاد سخن

نظم و نثر ان سے صفحهٔ عالم پر بهت یادگر ہے تفریحاً للناظرین کچھ نثر عربی اورکچھ نثر فارسی اس کتاب میں مندرج کرتا هوں تاکه ارباب انصاف کو معلوم هو که نظم عبارت اسی نظم سے ہے اور نثر اشارت اسی نثر سے -

---

(۱) اساخ نے لکها ہے که سنه ۱۲۶۳ھ میں شمس آباد میں انتقال کیا (سخن شعرا ص ۳۳۴)

رقعہ عربی

یا اهل نجد اصغو لقصتی نشرت منازل حتے النعائم
عذلت نفسی فی ما تضیّعت نقد الحیواة بکسب الذمائم
نا و لتها بطواف لکعبۃ ارجو بذلک عفو الجرائم
ھی اٰم رحم وداعی عکوفها بلغت لهم رحمۃ من کرائم
ببیت عتیق وصاوی نخیلها احسی بسیع من ذکر صائم
قالت صدقتَ ولکنّ طالما عاد المحب بفتح الغرائم
واللہ کیف اجازوا لواجد ان یترک الحب من لوم لائم
کلب الحبیب حبیب لعاشق ام ظبی بیت وصوت الحمائم

قصّر فضلی و براعتی و کلّت لسان براعتی لیلاً حضائت النبراس ، واخذت القرطاس لاشرّح هیمانی و آنمق نوقانی الی البارع الکامل البدٗ الحلاحل واماء العلو سماٗ السمو ، عقوب احرار الرجال یعقوب کنعان الجمال ، یعسوب میدان الکمال ، باسط الیدین عطاءً غامض العینین حیاءً ، ابیّ النفس رضی الشمائل، شدید الباس سدیدالخصائل، رائض العاوات بالاحسان والسماحۃ، راکض العادیات فی رهان اشجاعۃ، لہ سابقۃ فی الکیاسۃ وحادقۃ فی الریاسۃ ، بهر الاتراب نُکراً ودهاءً ، وفاق الآفاق ذکراً وثناء۔

قطعہ

لا زال عذبۃ سوطہ متحر کا یوم العطاء ویوم حرب القعصب
ولہ سنان اللحظ دون کماتہ لو اٰلقیت لتری الحسود مقرعب
قام البرایا حولہ مستدانیاً لجنوبهم کالصائمین لمشرب
و سعی کباش التوم حین رکوبہ ملقی الایادی فی موخر فیقب
للہ درّ الواصفین لہ باٗن قد فقتُ معناً بالجواد العشرب
والقائلین بانہ لما سری فالشمس لا تتمیز عن کوکب

شبع الجیاع من مائدة نواله، وسعی النساع من معین عونه وینابیع افضاله، علی الجد فی الاعصار، ولی المجد فی الآثار، احدّ سنانا ولسان واکدّ موثقاً وضمان، وجود مثله فی الجود اغر من نیفته افوق۔ واما الحاتم فما هو الافخار بوّابک النوق۔ نجیب الطرفین سعیدالکونین، حاجی الحرمین الشریفین، صاحب السطوة والصولة والتجبر، نواب محمد مصطفی خان بهادر، رفع الله کعبه وسهل صعبه، واذهب هیئه وبصرجیشه، نصرنعیمه وارغد عیشه مادام تملأ کئوس السما من صبوح الصبح وغبوق الما، واوصل الکلام الی ان ایها الامیر المنعام، حیاک السلام بالسلام، ونصرک علی نیل المرام، انک مد تحریت زیارت الحرام، ورمت الی السمت المحترم وتراکضت خیول الارادة، وانهضت الیها بالخیر والسعادة، حشی الفراق علی المنیته واحببت الهلاک الامنیة فانست، بسدنته بابها والقیت اسحات الدنیا الی وجوه اصحابها، فانت دسیر النیاق الرافلات فی البطحا، کان فی محاملها الایلیا، وانا فی صقع هذا الصحرا کالغریب الضال فی الظلما، تجافی جنبی عن الضجوع وبلت عینی من الدموع، ولایر من هذه الوصب ولا راحة من تلک النصب، وذروة سنام ماجری من الآلام، خسران صفقتی بما ساقنی المقدود من محارب الادما، وبعدنی من مجالس الاربا، فانی بعد تودیع الخدام الامجاد مکثت مدة ایام فی شاه جهان آباد، ثم لما اصابنی من الدهر کابته وکربه فسنمت سنام الغربة وترکت رباع الدهلی ودیارها ونجویت الارض انجادها واغوارها، حین یبکی السما علی حالی ویضحک البرق علی بلبالی، فجرحت من اکل الجواد وانضوت مراکب الاجهاد حتی نزلت فرخ آباد، تعززونی اهل هذا البلاد، وجاءنی کل قارو بار اشرآبت الی احابیشها وحفت علی تالیها ومجثیها، واکرموا مثوای حتی نزعت حفی والقیت عصای، فلبثت بلتاً وتحبسست مکاناً علیا، وبعد زمان یسیر تقربت الی الامیر الکبیر الطالب للخیر والثواب الراغب الی الحق والصواب، المعروف بالدولة والشهامة، الموصوف بالصولة والصرامة، حسن الظهار والبطان رفیع المحل والمکان انفاسه مسک سحیق اخلاقه خمر عتیق صعد علی ذری العلامند استنزل من حجرامه وافاح السما والغبرا بفوائح مافی جیبه وکمه، قد خلق علی فترة من الابرار فکان راساً علی العبید والاحرار، الزهرة النضرة فی الریاض المرتضوی السید الامجد محمد علیخان الصفوی الموسوی، لازال دوحة فضله متفرعاً بالاجلال وینعة جوده دنیاً سائغاً فی مذاق اهل الکمال، فاستبقت البدری علی جنابه۔ وکنت الی هذه الایام عاکفاً علی سدة بابه هی

معرفة النعم ، ولكن لا احظ منها الا بالامم۔ وهولى انفع لان الرشف انقع ، ازاح على معاناة الزمان الا معونة هجران الاحباب والاقارب والاقران ۔ فانها تزيد يوماً بعد يوم وتشغلنى عن الاكل والنوم ، وملاءك ذلك الصعاب وراس كل كلال وانعاب بعدى عن عتبتك الشريفة التى هى ميقات اهل الفضل والنباهة۔ ميعاد اصحاب المجد والوجاهة، فلوة قلبى بتذكرها وعمد عينى تصورها۔ واغوثاه ثم اغوثاه، طالت مقالتى ولم تنفذ ملالتى الآن ابين مالا يدور حوله شوائب التكلف وغوائل التصلف، لان الناس عبد العين والاغراق يتحمل الكذب والمين۔ وهو انى عبدالمفتقر متر واردت نقيعة عودك من سفر۔ فشادرت العلب وتفحصت الامكان والطاقة قال حسبك هذه البطاقة ۔ فقط اعجل السفير حتى يلجلج اللسان فى التقرير وتحير القلم فى التحرير۔ فالعفو مسؤل من مثلك الحبر النحرير فقط ۔ وانا ارجو من فضلك العميم ان تسلم منى على المولى المفضال السيد المتعال البارع الباهر الحاذق الماهر۔ صعد على مدارج العلوم صعود اسعاد النجوم ونزل فى فقار الحكم نزول المطر من الغيم۔ بدرالملة صدر الشريعة بحرالبر ور الامتنان نهرالفضل وينبوع الاحسان ، مفتى محمد صدر الدين خان حرر فى العشرين من الجمادى الاولى۔

نثر فارسی از صبحت نامہ

در روز غسلش حامی چرخ بفروختن گرمابه صبح دوید ، و آفتابچی دوران آفتابه زرین خورشید باچلاچی دایرهٔ افق در پیش کشید، پیشکاران عرق خانهٔ گلشن دست به تهیهٔ اسباب غسل برآوردند ، ارغوان غسول شبنم در پیاله گذاشت و گل پیاله سرخاب بدست برداشت ۔ شمشاد شانه در آب کرد و چنار به دلا کی دست برآورد، پنجهٔ لاله کیسه از دست کشید و بهار آفتابی ابر بدوش رسید ۔ تجلی باصلاح خط عارضش سوسی طلبید و موسی به شوق نوره مالیدن دست از بغل برکشید ۔ خنک ازین شادی که بادای خدمت آب کشی آب خودرا روشن ساخته آب پیوست انداخته ۔ غنچهٔ آب از رائحه بدنش ببوسید و سنگ پاشرف پابوسش لعل را هم سنگ خویش ندید پاخرامان و دامن کشان بجامه خانه در آمد ، این رباعی از زبان ملهم غیب برآمد ۔

رباعی

ای جود توخلعت ده عریانی یاس — زودآوبرون کن از برخویش لباس
از مهر تو آتش بدل حمام است — ذشوق تو آب گشته دردیدهٔ طاس

آرایش‌گر بهار بقبا گردانی سهی قامتان گلزار دوید و خیاط نامیه قبای محرمات را بر قامت سرو آزاد برید، نسیم بهاری بقرطق دوزی اطفال چمن دوزن بنفشه از بقچهٔ زمین برآورد و ابرآذری بشبستان بامهای چرک تاب نورسیدگان گلشن از گل کوزه صد کایزه پر آب کرد، آزاده دلان قید تقطیع و فارغبالان تغییر لباس از همه بریده برخلاف باران لباسی از ته دل بساط نشاط انداختند، و مرغان خوش الحان در هرگوشه غلغل نوروزی بلند ساختند، عندلیب ره جامه در تن برنگی سر نکرده که گل جامه برتن دریده سراپای خود را گوش نسازد، و قمری بادول فاخته نشیدے بلند نساخته که صنوبر بانداز نثارش صد لخت دل از سینه بیرون نه اندازد - ساربان لحنے غم‌گسار فقرات این زمزمه سیر رنگ را بآهنگ راست بگوش بنوایان دایرهٔ عشرت انداخت -

باز برآتش‌گل باد صبا زد دامن — باز برخاک چمن ریخت هوا در عدن
نامیه کرد دگر جامهٔ خورشید رفو — دوخت مه برتن اشجار دگر پیراهن
آب بکشاد چو از خدمت گلزار کمر — باد بشتافت ز جنت که پرستارش من
صبح برخاست‌که گلهاے چمن خنداند — ابر بنشست که بارد بهوای گلشن
صبح آن قابله کانگشت زند برلب طفل — ابرآن دایه که بترا ودش از مهر بهن
وقت‌آن‌شدکه‌کنون نامیه‌چون رنگ رزان — که بقم برسرکارآرد گاهے روین
گر نه ازفرط طرب تن بفزاید برخویش — ورنه از فیض هوا روح ببالد درتن
چیست آخرکه بآن لاغری ورنجوری — بید گردید چنین فربه و نرگس بهکن
ای حریفان چمن عهد شباب است بلے — بوسه از ماو لب از جام وزمطرب تن‌تن
از پیٔ تهینت عیش خرامان دوزان — بلبله سوره سبو رفت و سبو جانب دن
شیشه بندی کندش ساق شیرین حرکات — بگذرد گر بچمن زاهد شیشه گردن

بلبلان رنگ صدا به که بود بسته نگار | غنچه دیگر بچمن آمده انگشتک زن
خوش خوش آن آتش سیال که ازتاثیرش | خشک دامن شده رندی وورع تردامن
بخ بخ آن دلبر رقاص کزا فشاندن دست | پشت دستی بزند بررخ اندوه ومحن

وخامه طاؤس رفتار طوطی منقار بصریر دلپذیر این ترانه تازه را آویزهٔ گوش عرب و عجم ساخت ۔

اشعار فارسی

نخواست غارت دست زمانه باغ مرا | درون سینه نهان داشت عشق داغ مرا
وفاپرست سر کاکل توام مگذار | که بوی مشک پریشان کند دماغ مرا
فلک ز اختر پروین سپند برد و بسوخت | شبے که آتش هجران فروخت داغ مرا
ولے زگردش چشمش خدا نگهدارد | که گردباد بود آهنین چراغ مرا
اسیر عهد غمم ای خزان عیش برو | که نیست رنگ شکستن بهار باغ مرا
دلم ز کم نگهی‌های اوپر است مگر | خمار چشم تو خالی کند ایاغ مرا
اسیر قافلهٔ دشت وحشتم علوی | نمود ز رنگ رخم میکند سراغ مرا

اسیر تلخیٔ نزعست جان بسمل ما | که زهر چشم بتان می ترا ود ازدل ما
هزار قلزم خون می کشیم و تشنه لبیم | ز آب تیغ تو گویا سرشته شد گل ما
گزشت عمر درآمد شد وجود و عدم | قضا به گردش چشمم که بست محمل ما
نصیب حاصل مانیست گر همیں جز برق | نصیب برق شود کاش جمله حاصل ما
به فتنه گرمیٔ هنگامهٔ طرب دارم | فروزد از نفس صبح شمع محفل ما
دلم شکست ستمهاے زلف او یارب | شکسته تر شود آنکس که بشکند دل ما
نم سرشک قرارم دهد چو ریگ رواں | بروی آب مگر ساخت عشق منزل ما
ستم ظریفی و علوی مزاج دان تو بود | وگرنه ننگ طپیدن نخواست بسمل ما

اشکم رود از دیده و مقدار نداند | این نو قدم اندازهٔ رفتار نداند
گر جیب نماند است بزنجیر در آویز | آن کن که کسی بیند و بیکار نداند
داغم زدل ساده که خوش کرده بهر خوب | ارباب تماشا ز خریدار نداند

یا قصۂ زنجیر بگو یا سخن زلف | واعظ دل من سبحہ و زنار نداند
گہ بر رخ وگہ بر مژۂ خوب تو افتد | دیوانہ نگاہم کہ گل از خار نداند
بی ہمرہی غیر نیاید بگلستان | این سادہ تو گوئی رہ گلزار نداند
غیر آید و صد راز بپرسد ز نگاہت | پس با منت این حیلہ کہ گفتار نداند
جان میطلبد ور بدل نیم نگاہے | نقصان خود و سود خریدار نداند
دشوار کہ آئی تو بہ نعش وی و علوی | مردن بسر کوے تو دشوار نداند

جناب مولانا مولوی امام بخش صہبائی تخلص سلمہ اللہ تعالے

رنگ زدائے آئینۂ سخنوری مصقل مرآت معنی پروری نخلبند حدیقۂ کمالات صوری، پردہ کشائے حسن جلائل معنوی معجزہ طراز طرز تازہ بزم افروز محامد بے اندازہ، ساقیٔ خمکدۂ سخن سرائی مولوی امام بخش متخلص بہ صہبائی۔ نسب آپ کا والد ماجد کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک اور والدۂ مشفقہ کی جانب سے حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے کمالات ظاہری اور جلائل باطنی اور حسن خلق اور محامد اطوار بہین پسندیدۂ خالق و مقبول خلائق ہیں۔ خلق نوش آپ کا آئینہ بہار اور اوضاع حمیدہ آپ کے محمود روزگار۔ اس جز و زمان میں ایسی جامعیت کے ساتھ کم کوئی نظر سے گزرا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ فنون متعارفۂ سخنوری، مثل تحقیق لغت و اصطلاحات زبان دری اور تدقیق مقامات کتابی اور تکمیل عروض و قافیہ و استکمال فن معما وغیرہا میں ایسا کمال بہم پہنچایا ہے کہ ہر فن میں یک فنی کہنا چاہیے۔ **بیت** پذیرفتہ از ہرفنے روشنی۔ جداگانہ در ہر فنے یک فنی (۱)۔ شروح کتب اور رسائل قواعد زبان فارسی اور رسائل علم عروض و قافیہ اور معما جو جو آپ کے ریختۂ قلم نزاکت رقم ہیں ایسے نفائس مقاصد اور جلائل مطالب پر مشتمل ہیں کہ متبعان فنون مذکور کو ان فوائد جلیلہ کا حصول بعد ایک عمر دراز کے بھی متعسر ہے، خصوصاً رسالۂ گنجینۂ رموز کہ صنعت معما میں آپ کے خامۂ معنی طراز سے جلوہ پرداز ہوا ہے ہر چند رسائل متعددہ اس فن

(۱) - یہ شعر نظامی گنجوی کا ہے

میں اساتذۂ سلف سے یادگار ہیں لیکن جوکہ ع ہرکار رہین روزگارے است ۔ حسن اس کمال کا اب تک گنجینۂ تقدیر میں سر بمہر امانت تھا اور آن پیشوایان فن دقیقہ یابی کو اس طرزو انداز سے سوائے آرائش سہل کے نصیب نہیں ہوا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ وہ رسالہ مشتمل ہے ایک معما کی شرح پر کہ شرح و متن دونوں آپ ہی کی نتائج طبع فیاض سے ہیں۔ وہ بیت باعتبار ظاہر کے۔ سوائے چند کلمات معدود جو ظرف بحور متعارف میں گنجائش پذیر ہوسکتی ہیں 'ور کیا رکھتی ہے، لیکن اگر چشم بصیرت سے دیکھا جاوے وہ بیت ایک عالم ہے کہ جلوہ ہائے ہزار در ہزار سے دیدہ فریب اہل کمال ہے۔ ارباب دانش و اہل خرد پر ظاہر ہے کہ فن معما اگرچہ اصول شانزدہ گانہ سے زائد نہیں رکھتا، لیکن فروع متکثرہ اور شعب متوافرہ اس سے اس قدر متفرع اور منشعب ہیں کہ ظرف حصر و شمار اس کی گنجائش سے عاجزو زبوں ہے۔ اس بیت نے باوجود ایسی تنگ ظرفی کے اس دریائے ذخار کو اپنے آغوش میں چھپایا ہے، یعنی ذیل بیان اعمال میں یہ ہی ایک بیت مثال ہے اور اس سے تین سو ساٹھ مختلف اسامی مستخرج ہوتے ہیں۔ اور طرفہ تر یہ ہے کہ استخراج اس کا نہایت سہولت و بےتکلفی کے ساتھ ہے۔ اگر انصاف یاران سخن فہم کی طبیعت سے گوشہ گیر نہ ہو تو ارشاد کریں کہ اس کیفیت کے ساتھ کوئی رسالہ عہد آدم سے اس دم تک کس صاحب استعداد کی پردۂ فکر سے جلوہ گر ہوا ہے؟ اور ایک رسالہ جواہر منظوم نام مشتمل رباعیات پر کہ ہر رباعی سے ایک نام نامہائے باری عزشانہ کا مستخرج ہوتا ہے باوجود لطافت اعمال معمائی کے معنی شعری اس لطف کے ساتھ ہے کہ نازو انداز خوبان خلخ و نوشاد اس کے آگے طبائع عشاق سے ہزار کوس پرے رہتا ہے۔ سوائے اس کمال کے نثر و نظم زبان دری سے خرد گبرہائے متعدد مملو ہیں۔ نثر ایسی کہ نثر ثریا اس پر نثار ہے، اور نظم ایسا کہ نظم جواہر اس پر فدا۔ ایک نثر چارپانچ جزو کی مسمیٰ بریزۂ جواہر سلطان‌عہد والی عصر محمد سراج‌الدین بہادر شاہ خلداللہ ملکہ و سلطانہ کی مدح میں اس آب و تاب کے ساتھ ریختۂ قلم نزاکت رقم کی ہے کہ اگر رشک وحسد ہم عہدی چشم پوش نہ ہو تو اس کی جلوہ‌گاہ میں سہ نثر ملا نورالدین ظہوری کو ہرگز پردۂ خفا سے جلوہ گر نہ کریں، اور ظہوری کو اس کے عہد میں خفائی بنادیں۔ اور ایک انشائے مکاتیب نہایت متانت عبارت اور لطافت معانیٔ کے ساتھ ہے کہ اکثر اس کا بطرز نثر مرزا بیدل علیہ‌الرحمہ ہے اور نظم میں غزلیات کثیرہ اور قصائد متعددہ بعضے

بطرز متقدمین اور بعض بطرز متاٗخرین نہایت لطف عبارت و کمال حسن معانی کے ساتھ موجود هیں۔ الغرض احاطه آپ کے محاسن و محامد کا اندازہٗ تقریر اور احاطهٗ تحریر سے افزوں هے۔ ان کے نظم و نثر کے الفاظ لآلی شاهوار اور معانی یا قوت آبدار کی برابری کرتے هیں۔ قلم کو انهیں کی عبارت انتساخ سے نستعلیق گوئی میسر اور صفحه انهیں کے معنی رنگین کے فیض سے بساط کل کا همسر۔ هر دائرہ طراوت معانی رنگین سے ساغر مل اورهر سطر رنگینی مضامین سے شاخ گل۔ ان کمالات پر حلم ایسا هی خلق ویسا هی۔ زبان ان کی ورق نسخهٗ اخلاق اور سینه ان کا صندوق خزائن وفاق۔ هر چند اس گروہ ارباب وفاق اور اس سر جمله نیکوکاران آفاق اور راقم میں سر رشته محبت و اخلاص ایسا مستحکم هے که گویا دو قالب میں ایک جان جاری وساری هے۔ اور یه امر دال هے اس بات پر که ذکر اوصاف حمیدہ اس یگانهٗ روزگار کا شاید نتیجه افراط محبت کا هو، لیکن راقم نے مراتب دوستی و مدارج اتحاد کو اس امر میں کچھ مدخل نہیں دیا اور جو کچھ بیان واقعی تھا اسی کو لکھا، وگر نه محبت کا اقتضایه تھا که جس وقت ان کی محامد و اوصاف میں زبان کھولتا اور تحریر مناقب میں قلم کو هاتھ میں لیتا شاید سوالات محشر کے جواب کی تقریب هی ایک دو لمحه کے واسطے زبان کو اس ذکر سے باز رکھتی، اور صدمهٗ زلزله قیامت قلم کو ایک دو دفعه هاتھ سے گرا دیتا۔ جوکه اوصاف نفس الامری بھی غیر متناهی هیں اور ان کا حصه ظرف اعداد نامتناهی میں بھی محال هے، بالفرض اگر همت ان کے بیان سے عاجز نه هو زبان کوشتیں کا درماندہ اور قلم چوبیں کافرسودہ هونا ممکن هے۔ ناگزیر انهیں ایک دو کلمه پر قناعت کر کر قدرے ان کے کلام بلاغت نظام سے بطریق یادگار کے درج کتاب کرتا هوں۔

نثر از ریزۂ جواهر

تواضع رابا نهادش چون موج و دریا هم آغوشی و بزرگی رابا سرش چون رفعت آسمان گرم جوشی۔ فیض در طبیعتش چوں ریزش در سحاب و صفا در ضمیرش چوں پرتو در آفتاب۔ اوامر قضا را بامشایعت امرش اندیشه پا برتر نیفتادن و اندازهٗ قدرا در مقابلهٗ تخمینش سر رشته حساب از دست دادن۔ رفعت از سر بلندیش بافلک

همدوش ، و فروغ از ضمیرش بآفتاب هم آغوش ، مهابت را از پشتیبانی جلالش جرأت شیر افگنی و سیاست را از دستیاری قهرش اقدام در گردن زنی، حیا در پیشانیش چون صفا در آئینه، و مروت در دلش چون می در آبگینه، دریا را از کرمش گوهر در گنجینه و معادن را از جودش زر در خزینه ، از ریزش بے فاصله اش موج دریا دست دراز کرده در فراهم آوردن گوهر ناصبور است ، و از انعام متواترش محیط فراخ دامن در تنگی حوصله آرزو مجبور ، صبح از خورشید آتش در دل افروخته ، غیرت ضمیر انوار دفینه اش ، و شام از شفق خون در جگر انداخته ، رشک رازداریهائے سینهٔ اسرار گنجینه‌اش گل باشگفتگی خاطرش جگر خوار تراز بلبل و گلشن با رنگینی طبعش افسرده تر از بزم بے دل، ظفر با آوازهٔ موکب سعادت کوکبش دو سه منزل پیشتر در انداز استقبال ، و نصرت بتوجه رایات شرف آیاتش مهیای پیشکشی تحائف اقبال ـ مجملات خوبی گل را در مصحف رخسارهٔ شاهدان مفصل تفسیر نموده ، و مبهمات موزونی سرو را در مصرع قامت خوبان مصرح تقریر فرموده ، وقت فکرش دریافته که کوری چشم نرگس از پاس عصمت ابکار چمن جائز داشته اند ، و گرفتگی زبان سوزن بلحاظ بے دماغیهاے بلبل ناتوان واجب پنداشته، نے قلم در کفش فواره معنیهاے رنگیں ، و سادگی کاغذ در پیش چشمش عینک دوربیں ، با لطف کلامش سجع بلبل نالهٔ زاغ ، و با خوبی رقمش خط خوبان پاے کلاغ ، نظم انصاف را حرف شمشیرش مقطع، و قصیدهٔ عدل را سخن تدبیرش مطلع ، تیرارش در برابر خدنگش چون سهم نگاه اعمی از ترکش بر نیاید ، و کمان رستم در جنب کباده اش چون حلقهٔ قامت ضعیفان زورین نه نماید ، تیغ ابرو را پیش شمشیرش در نیام بیکاریها ز نگار خورده ، و سلسلهٔ زلف را در عهد کمندش از بیقدری باد برده ، جنگ آزمائے که تهمتن قواعد رزم را از کمترین چاکرش یاد کرده و بختیارے که سکندر کوس فتح را چرم از نعلینش برده ، شبستانش از ساغر طرب غیرت گلشن ، و ایوانش از مینای عشرت رشک چمن ، اهل وفاق را چهره از زعفران زار عهدش ارغوانی ، و ارباب نفاق را رخ از ارغوان کار تیغش زعفرانی ، لمعهٔ تیغش بر خرمن هستی اعدا برق ، و نالهٔ رعد با طنطنهٔ کوسش زرق، در هواے عرصهٔ جنگش از رنگ پریده ، دشمنان صد شهاب ثاقب جلوه گر ، و در فضای رزمش از جان رمیده ، اسدا عالم ارواح در نظر ، از صدمهٔ گرزش گاو آسمان را اندیشه جستن شیر مضطرب

میگرداند، و از احاطهٔ کمندش ماهی نوبین را بیم گزاشتن شست برخود می جنباند، خدنگش آنسوی فلک گذرآن تر از تیر آه، و کمندش پیچان تر از مد نگاه، بلندی مراتبش قفه منار جلال، و رفعت مدارجش سلم بام کہان، فلک را از مرتبهٔ بخشش معراج بلند پایگی، و محیط را از دستگاه جودش اعتبار گران مایگی، وصف عموم فیضش ذکر طوبیٰ، و سخن سر بلندیش حرف سدرة المنتہیٰ، از رفعت‌سده بارگاهش فرق کمترین چاکر فلک سا، و از بلندی پایهٔ آستانش پاے ادنیٰ خادم عرش پیما، بصلاے غریب نوازیش معنیہاے نادر اہل سخن در تردد جادهٔ نفس بیتاب، و از آوازه تعمیم‌سخایش مضامین بیگانه شعرا در کافر منشیہای شارع قلم سراپا اضطراب، توانائی را از نسبت سرپنجه اش در بردن نام شیر رو درهم کشیدن و خجستگی‌را از انتساب ذاتش در تصور بال هما برخود پیچیدن۔

شہنشاهی که از بس ارجمندی — گزارد پاے بر فرق بلندی
فلک جاهی که از والائی قدر — تگاور رانده بر پیشانی بدر
ملک قدری که ازوی‌دوش‌شاهی — طرازش جسته از فضل الہی
نہیبش گرزند بر سنگ خاره — رگش در جنبش‌آید چون‌شراره
شرر را قہر او گر بر فروزد — چو کاغذ سنگ خارا را بسوزد
چوشیراز صیت عزمش رفته‌ازهوش — گریز آورد در سوراخ خرگوش
فلک گفتی سپر خود را عدویش — هلال از نعل توسن‌زدبرویش
بسطر تیغ بہر زینت حرف — ز خون دشمنانش رنگ شنجرف
ز تیرش زخم اعدا تا دم صور — برنگ چشم عاشق گشته ناسور

هنوزش تیغ برکف نا رسیده
بفرق دشمنش عمداً رسیده

اشعار فارسی

یا رب آن کن بجنون دل دیوانهٔ ما — که شود بال پری نالهٔ مستانهٔ ما
حسن برخود غلط، و عشق‌نظرباز غیور — شمع داغ است‌زخودداری پروانهٔ ما
هستی اهل فنا وقف شتاب دگر است — رفتن رنگ بود شمع بکاشانهٔ ما

طرفه کان بت برخ کعبه روان هم‌خندد — دست در گردن غیراست زجانانهٔ ما

کن آشنای لب دوسه حرف عتاب را — از بهر ما دو آتشه ساز این شراب را
رنگ رخم چو گل پر پرواز میزند — دارم خزان رسیده بهار شباب را
دارد اثر زچین جبین موج خنده ات — یک‌رنگ کرده ناز تو لطف و عتاب را
امروز تا کرشمهٔ لطفش چه‌می کند — رحمت فگنده است بفردا حساب را
چون شمع آرمیدن عمراست اضطراب — دارد بهردرنگ بهارم شباب را
وحدت هزار جلوه فتاده‌است دیده ام — در دیر و کعبه رنگ‌عذاب و ثواب را
صهبائیا به وسعت رحمت نگاه کن — یکسو بنه شمار گناه و ثواب را

آرامهاز طبع جهان شد ز درد ما — خیزد خزان عالمی از رنگ زرد ما
مشق جنون نکرده بوادی قدم مزن — ای گرد باد بادل صحرا نورد ما
صبحم ضعف ما منگر و از اثر بترس — آتش نهفته زیر بغل آه سرد ما
چون صبح بار خاطر عالم نبوده ایم — تمکین نداشت جز نفسی زنگ گرد ما
صهبائی از جفای فلک دم نمی زنیم — ای کاش پر حذر شدی از آه سرد ما
چه گل که درکف‌پانشکند زخار مرا — جنون بفصل خزان می کند بهار مرا
چنانکه باده در انگورونیست باده بنام — بهر کجا که توئی نیست اعتبار مرا
برنگ لاله در آغوش نوبهارنه هشت — زدست داغ دل آسوده روزگار مرا
قبول خاطر کونین را نمی ارزم — زبیکسی لحد آورد در کنار مرا
هر آنکه دید مرا دید خویش را درس — بحیرتم که بدل نیست غیر یار مرا
فلک بماتم یاران رفته صهبای — سپرد داغ دل و چشم اشکبار مرا
شددلم جلوه گه حسن قدو جانم سوخت — آتش از خانهٔ من سرزده سامانم سوخت
آتشے بود که جز کعبه نباشد سنگش — برق آن کفر که در خرمن ایمانم سوخت
بوئی پیراهن اگرچاره گرآید وقت است — دل به بیتابی غمدیدهٔ کنعانم سوخت
همچو شبنم خویش را فارغ زعالم ساختم — محرم خورشید گشتم باخسان کم ساختم
مردم و درچشم مردم عالمے تاریک شد — من مگر شمعم چورفتم بزم برهم ساختم
عیش عالم نیست باب من درماتم زدم — در خورم نبود نشاط دهر باغم ساختم
رنج و راحت هردو بے درد سرمنت نمود — نے نمک بردم بزخم و نی بمرهم ساختم

کفر در کیشم سپاس نعمت دیدار اوست — جلوه در هر رنگ دیدم گردنے خم ساختم
نیست صهبائی چو جام جم نسیم گو مباد — می زخون دل کشیدم خویش را جم ساختم
دارم دلے دیوانهٔ صد داغ هجران در بغل — چشمی و چند بی نسخهٔ خواب پریشان در بغل
نازم به کارکیشی زلف سیه کارش که او — هم راه ایمان میزند هم کرده قرآن در بغل
در سینه آتش مشتعل در دیده دریا موج زن — هر شعله دوزخ آفرین هر موج طوفان در بغل
بحیرتم که چو از من بمرگ راضی نیست — بزندگانی دشمن چه گونه خرسند است
بکفر من منگر عذر اضطرارم نه — که شوق در طلب و بت بدوست مانند است
یاد آنروز که کس محرم اسرار نبود — حسن را جلوه گه و جوش خریدار نبود
پرده برداشت گه از یوسف و گاهے ز رخت — عشق آن خانه خراب است که بیکار نبود
عشق و حسن اند غیور اینقدر افزود نزاع . — در نه رنج من و او آن همه بسیار نبود

غفلت از جلوهٔ مطلوب نسازد محروم
دیدهٔ آئینه یوسف شد و بیدار نبود

معمیات از جواهر منظوم عزیز

خورشید بخویش داشت زین پیش گمان — کاین چرخ نیاورده بطنزش بجهان
چون قصهٔ آفتاب رویش گفتم — خورؓ بافت رخ چو خویش را نام و نشان

خور عبارت از ع است و خویش کنایه از آفتاب که درین مقام مراد ازان زراست و مثل آن زر بمعنی انگور و رخ آن رائے مهمله و چون رائے مهمله را نام یابند ری شود و نشان یابند زی بزائے معجمه گردد و زائے معجمه که در زر بود باقی است پس ریز سه و باغ عزیز گردید ـ

ایضاً

بیگانه زمن نگار جادو فن من . — از حیله خصم دوست شد دشمن من
چون دیده غیر اشک بر دامن ریخت — دامن دیگر زد از پی کشتن من

دیده ع مهمله است و چون دیده ع معجمه چون غ معجمه غیر اشک یعنی نقطه مد دامن که رای مهمله باشد بریزد زائے معجمه گردد و غ معجمه عین مهمله شود و چون اکنون

دامن زاے معجمه باشد دامن دیگر عبارت از زاے معجمه دیگر خواهد بود و چون زاے معجمه دیگر در اول یاے تحتانی در آید عزیز صورت نماید و اول یاے تحتانی در آمدن زاے معجمه از بهر آنست که دامان زدن عبارت است از پیچیدن دامن بر کمر ـ

خافض

حسنش که برنگ ماه انور بینی چون خور بینی اگر مکرر بینی
آخر زان شوخ بین تمام اندازش زانگونه که هر دمش فزون‌تر بینی

آخر از شوخ حرف خ است وان تمام بود خا گردد ازان گونه یعنی مثل آن ح مهمله است و واو ازان عدد آنست که هشت است و هندسه آن ۸ چون آنرا هردم فزون تر بینند اول آنرا هشتاد بینند که حرف ف باشد و دیگر بار آن را هشت صد بیند پس فض شود با اول خافض گردد ـ

رافع

چون رفت زخلوتم سحرگه آن یار بنمود خور از منظر مشرق دیدار
دیدم از شوق تا بدل گردد ازو گردید چو اژدر آفتاب آخر کار

اژدر را دو جزو است ازد در و بمثل از ار است و چون بگردد را شود و در بمعنی فی است رافی شد و آفتاب که عین مکتوبی باشد اخو است یعنی یاے آن بدل با ع است رافع شد ـ

غفور

یارب گنهم زبسکه از حد افزود گفتی لا تقنطو و یاسم نزدود
آرے ناجی شد آنکسے کش ازشرم با عفو تو راز دیده جز اشک نبود

راز تحلیل یافته و حرف زے بمعنی از حاصل شده یعنی با لفظ عفو حرف را است عفور شد و از آن دیده که عین عفور است اشک شود غفور گردد ـ

مجیب

آن لعل اگرچه جان‌فزا و دلجوست   اما ز نفس سیه دل واقعی‌خوست
گر زلف دهد دهن نهادن بلبش   گیرم ز لب آن همه که آن زلف بر واست

زلف جیم است و دهن اندران میم و لب ان حرف جیم است چون میم برج بیامد مجی بهمرسیدو و از لفظ لب انچه زلف بر اوست حرف ب است چه لام که تشبیه بزلف دارد بر حرف ب است آن گرفته شود مجیب ظاهر گردد۔

حق

عالم چو بعشق آن ستمگر آشفت   او خواست که جنس دل ازو گیرد مفت
چون دیدهٔ خصم آن تمام عیاری   درها ز میان نمود و آخر بنهفت

دیده خصم صاد است و مثل آن ضاد است یعنی مکتوبی و تمام آن ضاد است ملفوظی و در هاے آن باعتبار هندسه آن که هشتصد است دو است بدین صورت ۸۰۰ و این نقطهٔ ها از میان ضاد که الف است که دو پس هرگاه دو نقطه بر الف آید صد گردد که قاف است و هشتصد هشت ماند و آن حرف ح است و آخر که دال است هفت اسم حق بمنصهٔ ظهور پیوست۔

باطن

گردر شب ماه آن شه حسن و جمال   از پرده نماید رخ خورشید مثال
از بسکه زخود تهی شود از شرمش   از بام رباط مه نماید چو هلال

از بام رباط مه نماید چو هلال گفته و تبدیل حرف را که در اول رباط است بنون خواهسته و از عبارت نماید چو هلال مراد آنست که آن نون در آخر رباط باشد چه هرگاه از بام به‌بیند هلال در مغرب نماید پس لفظ باطن صورت بندد۔

مالک الملک

آنرا که زداغ عشق نقدی اندوخت   در مکتب عقل نسخه‌ها باید سوخت
شد باعر لا ولم دلی اندر صد بحث   آخر زکتاب عشق حرفی آموخت

با قلب شد اب گردید مراد ازاں ما است دھر یعنی کل قلب شد لک گشت و لا قلب شد ال گردید دلم قلب شد مل گردید و آخر این همه حروف حرفے ازکتاب که کاف باشد از مجموع مالک‌الملک صورت بست -

ذو الجلال والاکرام

آں دل که چو خورشید مصفا دیدے — از روشنی باده ؤ صهبا دیدے
برگیر کدو نه دل جلا گیرد اگر — در دورهٔ ما نه کار دل را دیدے

برگیر کدو یعنی مثل دو که ذو است و نه که لا هست دل پس ال باشد ذوال شدو لفظ جلاگر را گیرد یعنی نورا ذوالجلال و شد و دره ما ام است در آں نه یعنی لا و کارکه دل ان حرف راست که کرا باشد پس الاکرام شده -

امام بخش اسم مصنف

در دوره حسنت اے هلالیں غبغب — خورشید و قمر کشوده در دعوی لب
بر بام نو نیز جلوه کن وقت سحر — یا آں رخ خود نما میان دل شب

یا آں تیه یا است و ازاں تکرار ام مراد است پس امام شود و درمیان مقلوب شب که بش است حرف خاے معجمه که رخ لفظ خود است درآید بخش گردد -

صہبائی تخلص مصنف

داغ دل تست لاله گوں صہبائی — چاک جگرت گل جنوں صہبائی
دل به دردیده تا بهاری شگفد — آخر گوی دل است خون صہبائی

چوں به قلب شود هب گردد و آں دردیده یعنی صاد آید صہباد گردد و آخر را که دال مسمیٰ است نی بگوی به ئی بدل کن که صہبائی شود -

مولوی محمد حسین هجر

بلبل شاخسار سخنوری طوطیٔ شکرستان معنی پروری مولوی محمد حسین هجر شاگرد رشید مولوی امام بخش صہبائی تمام کتب منثور و منظوم فارسی انہیں کی خدمت میں

تحصیل کیں اور مشق سخنوری بھی انہیں کے التفات سے بہم پہنچائی تحقیق مقامات اور تدقیق رموز مکتومہ کتب متداولہ خوب طرح سے کی ہے لغت و اصطلاح فارسی پر نظر اور زبان دری کا تتبع بکمال ہے انشاے نظم و نثر میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ یہ چند شعر بطریق یادگار لکھکر ہدیۂ ارباب شوق کرتا ہوں۔

اشعار

در جواب شکوہ ہای کم نگاہیہاے ناز
سرمہ گویا میکند چشم ترا نازم حیا

ندارد تاب بینش دیدہ حسن بیحجابش را
کہ باشد حیرت چشمم نقاب آفتابش را

ز شوقش صد تپش فرسودہ دل اندر بغل دارم
رم آہو عنان در کف سپارد اضطرابش را

بروی ماہ تابان زنگ در پرواز می آید
نمیدانم کہ از رخ برکشید امشب نقابش را

نگہ دزدیدہ نرگس میدمد از خاک تا محشر
شہید ناز چشم سحر ساز نیمخوابش را

کنم گر عرض حال این دل صد پارہ در پیشش
بخاموشی سپارد ہجر آن بدخو جوابش را

چنان ضعیف شد از غم تن نزار مرا
کہ بار خاطر من میکند غبار مرا

تو نیز چارۂ حرمان نمیتوانی کرد
بجلوہ آئی ز حیرت بروزگار مرا

بباد روی او خلوت در انجمن دارم
من و خیال تو با دیگرے چہ کار مرا

چنان زخویش نفورم کہ خاکم از پس مرگ
دہی بباد نیاید بدل غبار مرا

میر نثار علی نثار

ابن مولوی عبداللہ یہ بڑے خاندانی اور آبا و اجداد ان کے ہمیشہ صاحب اعتبار رہے چنانچہ مولوی رحمت اللہ کہ ان کے جد اعلیٰ تھے استاد تھے محمد شاہ بادشاہ کے اور ان کے پرنانا مولوی اشرف صاحب استاد عالمگیر کے تھے انہوں نے تحصیل کتب فارسی اور مشق سخن مولوی امام بخش صہبائی سے کی ہے فکر خوش اور سلیقہ کتب دانی کا اچھا رکھتے ہیں علاوہ اس کے خط نستعلیق ایسا خوب لکھتے ہیں کہ آن کی کشش مدات سے ابروے شاہدان چین و چگل پر اشارت اور ان کے سرعین سے نرگس شمشاد قدوں پر کتابت ہے، الف کی راستی کے آگے سرو کا قد خمیدہ اور ب کی خوبی کے سامنے لب خوبان دندان حسرت سے گزیدہ۔ چشمہ ہ کا آب حیات سے لبریز

صفحہ تحریر کا رنگینی رقم سے گل‌خیز۔ دندان سمن رویاں دندانۂ سین سے شرمندہ، اور کاکل سنبل رویاں دنبالۂ میم کا بندہ۔ یہ کمال ان کا مقتضی تھا اس امر کا کہ ان کو خوش نویسوں کے ذیل میں لکھتا، لیکن سخنوری کی مناسبت سے شعرا کی ذیل میں انسب معلوم ہوا۔ یہ چند شعر ان کی خوش فکری پر گواہ عادل ہیں۔

اشعار

مانع گریہ شود حوصلۂ عشق ار نہ ہست در دیدۂ من مایۂ طوفانے چند

چساں بندم بمژگاں تند سیل چشم گریاں را کہ سدراہ نتواند شدن خس جوش طوفاں را

دراں وادی کہ رفتم کس نشان من نمی داند صبا خود کیست عنقا آشیاں من نمی داند

بز نعش گفتم آخر بند واکن سخت پیچیدش چہ دشوار است کاں ہندو زباں من نمیداند

داغہا برسینہ دارم لالہ زار کیستم
خون دل از چشم می ریزم بہار کیستم

جناب محمد مومن خاں مومن سلمہ اللہ تعالیٰ

زنگ زدائے آئینۂ سخندانی مصقل مرات نکتہ رانی، محی مراسم کمال ماحی کساد فضل و افضال، جلوہ دہ عرائس مضامین تازہ زیب و سادۂ کمالات بے اندازہ، سر مست نشۂ سخنوری نظرباز شاہد معنی پروری، غواص محیط تدقیق آشنائے بحر تحقیق، پیرایہ پیرائے محامد پسندیدہ حلیہ طراز اطوار گزیدہ، غازہ پرداز چہرۂ خلق محمدی مظہر آثار سعادت ازلی و ابدی، یگانۂ جہاں محمد مومن خاں مومن تخلص۔ ان کے کمالات کا اندازہ ظرف شمار سے افزوں اور حیطۂ تعداد سے بیروں ہے۔ معنی تازہ سے قالب الفاظ میں جان ڈالنا اور انفاس عیسوی سے معنی پژمردہ کو تازہ تراز گل اور سیراب ترازمل کرنا ایک شیوہ ہے خاصہ اسی سخن سنج معانی پناہ کا۔ ان کے فروغ ضمیر سے دری کوکب دری اور ان کی متانت طبع سے سخن ریختہ ایوان ریختہ۔ اگر یہ کہا جاوے کہ شیرینی زبان حافظ اور نمک سخن سعدی اور متانت تراکیب انوری اور نشست الفاظ خاقانی اور آیانی عبارات ابوالفضل ہندی اور تازگی معانی کمال‌الدین اصفہانی اور سوا اس کے جو خوبی صنف شعرا سے کسی کے ساتھ مختص ہے سب ان کے کلام معجز نظام میں صرف ہے، حق شناسی اور مرتبہ سے بہت بعید اور نہایت دور از کار ہے۔ حق یہ ہے کہ قسام

ازل نے سب کو انہیں کے خوان استعداد سے منصب ریزہ چینی اور انہیں کے دیگ کہال سے وظیفۂ چاشنی گیری عطا کیا ہے ۔ زبان ریختہ میں وہ کہال مبدء فیاض سے حاصل ہوا ہے کہ سودا کو اُن کے سخن کے رشک سے جنون اور میر ان کے کلام کی خجلت سے مرقد میں سرنگوں ۔ سخن گوئی کو بحد اعجاز پہنچایا اور شعر نے ان سے مرتبہ حکمت کا پایا ۔ نکات سخن اور دقائق فن ان کی قلم سے اس طرح گرتے ہیں جیسے ابر سے باران لطافت ۔ اُن کی طبیعت اور فروغ ان کے ضمیر میں ایسی ہے جیسے آئینہ میں صفا اور مشرق میں خورشید رخشاں ۔ ابیات ان کی مثل بیت ابرو سراپا انتخاب اور اشعار اُن کے مانند مصرع زلف مجموعۂ آب و تاب ۔ سخن اُن کا با وصف پرگوئی کے رکاکت سے خالی اور فکر اُن کا باوجود غور کے عالی ۔ دیوان ریختہ کا مشتمل ہے اصناف سخن اور شعب فن پر ۔ غزلیات سے لیکر تا مخمسات و مسدسات اور فرد سے لیکر تا رباعیات و قطعات جس پر نظر پڑے اگر وہ عاشقانہ ہے ہر حرف اُس کا گردۂ تصویر آہ ہے اور اگر انداز معشوقانہ کا بیان ہے تو ہر دائرہ اُس کا ایک چشم سرما سا ہے مستعد نگاہ ۔ الحاصل کلام بلاغت نظام ان کا حصر و شمار سے افزوں ہے ۔ چھہ مثنوی اور قصاید متعدد اور انشاے نثر با عبارات متین و با مضامین رنگین ۔ اگر سب کو بتفصیل لکھا جائے ایک دفتر ہو جائے ۔ اسی قدر پر کفایت کرکر کچھ نثر اور کچھ نظم لکھتا ہوں تا کہ ارباب شوق کو اُس سے استفادہ ہو ۔

رقعۂ فارسی بخدمت حکیم

اے مرگ بدور چارہ ات در آزار — جز چشم بتاں کسے ندیدم بیمار
دانم کہ شفاخانہ شود گورستان — گر رنجہ کنی قدم پے استغفار

حال برادر نزار شنیدہ و تعلل اسباب رسیدہ ۔ لبے بہ پرسش نکشادن ایں عقد کشاد ، وگاہی بطریق عبادت نہادن رو براہ تفہیم نہاد ۔ چوں راز پنہاں پنہاں نہاند و باسر مکتوم سزاے کتماں ، اگر نالۂ بیمارانہ سر کنم زباں بوم است اگر چنیں وصایا بر لب آرم نفس واپسین صواب انجام ، ورنہ مداواے مریض عشق بہ نسخۂ معجزالیسر منقول نیست ، دعوی بیمار دردمند محبت از لقمان مقبول نہ ۔ گیرم کہ راے اصابت قرین بجان داروے وصال پے برد ، جانانۂ عاشق کش را بغم خانہ کہ تواند آورد ، دریں حال ہم‌شرح

احوال و تفصیل ملال بیصرفه نخواهد بود - شغل دم شماری مفت نیست ، بعد مرگ هم
بآ گاهیدن دوست غمگساری توان نمود - فی الجمله گردن کشی اخلاط ستهٔ ضروریه را ضمان ،
قارورهٔ تبنی و رنگ کاهی دلیل گدازش تن بعذاب جرجیس است و نبض نملی از یاد
آمدن حکایت سلیمان و بلقیس - افسانه فصد لیلی باعث غلیان دم است و حکایت
جوے شیر شیرین سبب هیجان رطوبت و بلغم - شعله زدن آتش شوق را حمی
لثغه نام برده ام و جگرسوزی حرارت عشق را به تشخیص تپ محرقه غلط کرده ام - صداع
دراندیشهٔ سرگرانی است و شقیقه بفکر روگردانی - عصابه آنکه سر از اطاعت بخت
نگون نتوان برداشت و قرانیطس از آنکه روزگارے فارغ از حیص و بیص غمخواران باید
گذاشت - نسیان از ژاژ خائی طبیبان ست و آفه التخییل چنان - تقرب رقیبان دوار همه
دم بیم گردش سپهر ناهنجار است و سدهٔ برهان حزن روز سیاه و شب تار - از یاران
میگریزم قطرب همین باشد ، کمتر بر طالع دون میخندم داءالکلب چنین بود - سهر خواب
بر عاشق حرام است ، ثبات هماں بیخودی مدام ، خیال طول امل ایلیمیا باشد و بجوش
آمدن خون مورث ابو بلقیسیا - کابوس در بیخودیهاے غیرت ملبوس ، نعاس در مستی
رسیدن عسس - امیتهٔ چشم جلوه گاه و فراست سکته به ثبوت رسیده و گردن از فرمان
اطبا پیچیدن مثبت تشنج و کزاز گردیده - لقوه بزبان کج از خم زلف سخن گفتن ،
حذر روح حساس و از صحبت اعضا بر آشفتن - رعشه بے اختیاریهاے اشتیاق خیالات
بحسرت نگریستن ، صحبت نبان و عشاق گمان یرقان از رنگ زرد ، برد اطراف از ضبط
دم سرد - سیل از نظارهٔ غیرپرده برچشم گذاشتن ، شعرالمنقلب تصور برگشته مژگان نگهداشتن -
ظفره تخیل ناخن نگار بسته یار ، سلاق تراوش پاره هاے دل از دیدهٔ خونبار - نزول الماء
پیهم گریستن ، ضیق النفس مزدے یار زیستن - طنین از مکالمت با تصور ناهید سرائیست
جوش عطاس از سرگرمی یاد شمع لقائے - زکام به تهیهٔ گلگشت بهشت آفرین گوئی ،
خرس لب گزیدن از دست ترش ابروئی - ثبورالشفه از گرمی تقریر ، شقاق اللسان از
ناله هاے الماس تاثیر - بطلان الذوق از غم و غصه خوردن - خناق راز دل بر زبان
نیاوردن - سوال بہانهٔ جواب نصیحت گر ، نفث الدم مغازیهاےدشنه اثر - عسرالبلع در فرو
بردن جرعهٔ تبرید ، و قروح المری از ناگواری لقمه هاے ثرید - علامت شوصه برهیئتے نمیتوان
خفت ، جفاف اللسان باین ترزبانیهاے هیچ نتوان گفت - خارخار دشت گردیها باعث خفقان ، تشنه

کامیہاے وصال با عطش مفرط توامان - غشی از ضعف دل است ، و ضعف دل از کشمکش شوق تاب گسل - سوءالهضم از کباب جگر بجوع کاذب خوردن ، و جشاء حامض گلهٔ ترش روئی برلب آوردن - تہوع و غثیان از بے مزگی رشک اعداست ، و اختلاج معده در خواهش نیم خوردهٔ دلربا - لذع زهراب هجران است ، و دفع آن از کثرت حسرت خوردن - می ترسم که تنگ ظرفی ماماریقا برداشت کیموس نکشد ، و از تخالف مذهب اندیشه ناکم که سر اثنا عشری بایلاؤس نه انجامد - قولنج است که در هواے دل پهلو به پهلو می طپم ، استسقات است که بصد سبوے آب همان تشنه لبم - از شکایت کدورت نفس برنیاورده ام - ریگ درمثانه فراهم گردیده ، و بامتلاے جنون اگر سنگ طفلان نخورده ام حصاة کلیتین از کجا بهم رسیده - سرکشی فریسموس یضرر حکتهالرحم یار است ، و برخود بالیدن فتق باراده‌ٔ کون دریدن اغیار - و جع المفاصل از جریان ملاقات و عرق النسا پابرپازدن از التفات - اورام نوبت تا بدست و پا کشیده باقرار سلامت اعضاء رئیسه رئیس الحمقا پندارم ، حرارت غریبی قلب تا مغز استخوان رسیده انکار دق آخریں درجهٔ جهل مرکب افکارم - مادهٔ بحران هر روز رنج جلوه هاے بے هنگام است ، و علت غائی هذیان آهنگ خواب ادا هاے بیمحل و بے مقام ، در چنیں وقت که ملک‌الموت نشتر برگ جان سپرده ، و مسیحا فریاد ان تعذبهم فانهم عبادک از عرش بریں بالاتر برده ، غسال کافور بگلاب آلوده و نجار تخت و تابوت درووده ، خیاط گریبان کفن درید چاره فرما به هاے هاے نالید ، گور آغوش تمنا باز کرد ، و نوحه گر زبان واویلا در از - صلوٰة جنازه ازجواب غفلت دلکشا تر است و دعاے مغفرت از صفیر نوم جانفزا تر- حاشاثم حاشا زینهار زینهار مباد ، لب به تلقین و استغفار بکشاد ، غفرالله لمن قال :

ز تاب رشک ملائک بدوزخ اندازند
تو بر جنازهٔ مومن اگر نماز کنی

والسلام

اشعار فارسی

چساں بر ناله ام گوشے نهد بیدرد میداند محبت هاے پنهاں را شکایت هاے پیدا را
خوش نیست دوره چرخ و مه‌و آفتاب را از سر بنا نهید جهاں خراب را
امشب عسس زکوی توام چوں برد که دوش فریاد من زدیده شد و برد خواب را

هم تاب وصل نیست من بے نصیب را خود دشمن خودم نشناسم رقیب را

خنده چه خوش شیوه ایست از پس خشم و عتاب لذت دیگر بود زخم نمک سود را

گریه بر حال خودم آمد و طوفان آورد کرده آئینه خراب اینهمه کاشانهٔ ما

از کف دشمن گرفتم جام را می شناسم گردش ایام را

سر بخشش اگر ای داور محشر داری مومنم مومنم از گبر و مسلمان در یاب

وصل است اگر شمع کشم چهره میفروز از سایهٔ خود نیز حذر می کنم امشب

فزون ز زلف کشد خط سبز تو دل را بدیده بیش خلد سبزهٔ که نو خیز است

دشمن فغان نکرده و آهم اثر نداشت این نیلگون لباس فلک داد خواه کیست

با کفر و آستان کلیسا ترا چه کار مومن بدین بهانه نشستن برای کیست

کار همت نه باندازهٔ طاقت باشد مرغ بسمل شده را هم سر پروازی هست
دم جان پرور تو هر چه که دارد دانیم از ادب گر چه نگوئیم که اعجازی هست
خواجه را شوق نظر بازی و من می ترسم که درین جمع حریفی قدر اندازی هست

سخن آمد و آورد تفاوت دارد صور را گرمی هنگامهٔ افغانم سوخت

بر طرهٔ پر شکن چه نازی آخر ز دلم شکسته تر نیست
آغاز محبت است ای، چشم هنگام تراوش جگر نیست

دی شب که گوش در پس دیوار داشتم گفتی حکایتی و شنیدم درین چه بحث

خواهم شب وصال تو خندیدن آنقدر کاندر زمانه خنده نماند برای صبح

فریب لطف نهانی نخورده کس چون من ز بزم راند و نشستم بر آستان گستاخ

مومن آهنگ حرم کرد ز بیداد بتان بس بجان آمده شاید دو سه منزل برود

با ناتوانئے که کف از دست رفته بود چاکی زدم بجیب که از کس رفو نشد

کو دست که یکبار زنم بر دل دشمن آن دشنه که صد بار زدم بر جگر خود

پامال ندامت شدم از طعنهٔ بلبل دیگر نزنی گل بسر خود بسر خود

صد پرده بروی دوست بستند زانجمله یکے جمال باشد

شیوهٔ ناز تو انباز نمی داشت روا لاجرم از ستم دهر امانم دادند

سالها باز بکفاره ستم می ورزد دل من شاد اگر یکدو زمانے دارد

واعظ اینگونه صنم را نگذارد مومن یا بخلدم به بر و یا بجهان حور بیار

جانم بلب رسیده و چشمم براه تست دارم ز عمر رفته امید وفا هنوز

آه از تیغ رشک و تیزی او آرزوے بریده ام که مپرس

توخوش که دل بردی زمن من خوش که ازروزازل جان دشمنے درخانه بود ازخانه بیرون کردمش

یا فلک آدم نداند غیر را یا حدیث مردم آزاری غلط

از خدا خواری دشمن خواهم داند از حسرت شداد چه حظ

اگر به پیش تو نالم ز جور معذورم نگنجدم بدل آشتی شعار نزع

مشتری کو مایهٔ بیداد کو سر فروشم بر سر بازار عشق

عمر کوتاه داده اند مرا گو شب غم بود دراز چه باک

بپاے آن صنم آخر چه کرده ام مومن که پیش کعبه ام از طوف و از نماز خجل

مردم و مشکلش آسان کردم رحم بر بازوی جانان کردم

عصمتم طعنه بتقدیس ملائک میزد بتمناے قبولت همه تقصیر شدم

فردا حذر ز نالهٔ محشر گداز کن امروز فکر کار من ای کارساز کن
گر پاے نازنین تو رنجد میا میا از دور بر جنازهٔ مومن نماز کن

جذبهٔ شوق الفتم یار مرا بتربتم میکشد و بخجلتم جان ز پی نثار کو

جوش رحمت کار بر ما تنگ کرد توبه بر لب رفت باران آمده

ای چشم چه دیدی از نگاهش بی وعده در انتظار چونی

اشعار ریختہ

خو ہو گئی ہجران میں تڑپنے کی شب وصل
گو چین ہو دل کو مجھے آرام نہوگا

منقوش دل خلق ہے پرہیز کی خوبی
کتنا ہی کرے ظلم وہ بدنام نہوگا

عشق کیوں درپے جاں شوق ہے کیوں سینہ شگاف
دشمنی دل شکنی شیوۂ احباب نہیں

گلۂ چرخ عبث شکوۂ جاناں بے جا
یاس و حرماں کو میری حاجت اسباب نہیں

گذرے ہیں میری خاک پہ غیروں کے ساتھ وہ
فتنہ اوٹھا ہے گرد پس کارواں نہیں

لگ جاے شاید آنکھ کوئی دم شب فراق
ناصح ہی کہولے آؤ گر افسانہ خواں نہیں

اوس بت کی ابتداے جوانی مراد ہے
مومن کچھ اور فتنۂ آخر زماں نہیں

تاثیر صبر میں نہ اثر اضطراب میں
بیچارگی سے جان پڑی کس عذاب میں

کھولا جو دفتر گلہ اپنا زباں کیا
گذری شب وصال ستم کے حساب میں

کہتے ہیں تم کو ہوش نہیں اضطراب میں
سارے گلے تمام ہوئے اک جواب میں

دونو کا ایک حال ہے یہ مدعا ہو کاش
وہ ہی خط اوسنے بھیج دیا کیوں جواب میں

پیہم سجود پاے صنم پر دم وداع
مومن خدا کو بھول گئے اضطراب میں

ای آہ آسماں میں عبث رخنہ گر نہو
ڈرتا ہوں میں نزول بلا بیشتر نہو

لبوں پہ جان ہے ایسی بھی کیا ہے بیدردی
نہ قرض دیتے ہو بوسہ نہ مستعار مجھے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

کہا اوس بت سے مرتا ہوں تو مومن
کہا میں کیا کروں مرضی خدا کی

جناب نواب محمد مصطفی خان بہادر حسرتی و شیفتہ(۱) سلمہ اللہ تعالی

مسند آرائے جاہ و جلال، زیب وسادۂ مکنت و اقبال ۔ عمدۂ اراکین دولت، اسوۂ اساطین حشمت ۔ بانی ایوان رفیع البنیان ایوان خانی، مؤسس اساس بلند پایۂ والا مکانی ۔

۱ نواب صاحب نے اپنا کچھ حال اپنے تذکرۂ گلشن بیخار میں لکھا ہے اور کلام کا انتخاب بھی دیا ہے (ص ۱۱۶ و ۱۳۳) ۔

چمن آرائے طالع بلند، حدیقہ طراز مدارج ارجمند۔ شراب زلال سر چشمۂ بلند اقبالی، خدیو درجۂ والا و صاحب مرتبۂ عالی۔ مہبط انوار سعادت ازلی، مورد انظار مراحم لم یزلی۔ نبض شناس شخص سخن فہمی و سخن دانی، قانون دان، پردۂ نکتہ سنجی و نکتہ دانی۔ حاتم کرم عطارد رقم، رستم توان نواب محمد مصطفیٰ خان بہادر۔ ریختہ میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے ہیں۔ اگر ان کے جاہ و جلال و حشمت و اقبال کی مدح لکھوں کرپاس بارگاہ کے اندیشہ کو مانع بار ہے، اور اگر ان کی شجاعت ذاتی اور جرأت جبلی کے اوصاف ذکر کروں اس تہمتن توان کی ہیبت شیری سے فکر لرزۂ دہشت میں بے اختیار۔ اور اگر بالفرض ان سب چیزوں سے ہاتھ اوٹھاکر چاہوں کہ مناسبت مقام سے ذکر سخن وری و معنی پروری کا کروں تاکہ بسبب فی الجملہ ممارست کے خامۂ قاصر البیان کچھ طی لسان کرسکے۔ جب اس جگہ قدم رکھا ہر مضمون پست کو اوس درجۂ بلند پر دیکھا کہ کنگرۂ عرش بایں ہمہ سر بلندی اوس ذروہ سے ہزار پایہ نیچے تھا، اور طائر بلند پرواز سدرہ سو برس کی پرواز کے بعد وہاں تک پہونچ نہ سکتا تھا۔ اندیشۂ کوتاہ اس بلند پروازی سے عاجز اور اس بالا روی سے زبون ہوکر ایک سیدھے رستہ پر پڑ لیا، یعنی کچھ احوال سعادت اشتمالؑ اس حضرت کا لکھ کر چاہتا ہے کہ اپنے تئیں رو شناس اہل سخن کرے۔ یہ زبدۂ اراکین روزگار خلف الرشید ہیں اعظم الدولہ سرفراز الملک نواب مرتضیٰ خان بہادر مظفر جنگ مرحوم کے، اور باعتبار کمالات ظاہری اور جلالات باطنی کے فخر خاندان اور شرف دودمان ہیں۔ خاک اون کے دروازہ کی معدن زر اور سنگ اون کے آستان کا کان گہر۔ اگر ابر نیساں کو اون کے بحر کف سے ایک نم حاصل نہ ہوتی گوہر بار نہ ہوتا، اور اگر آفتاب کو اون کے چہرۂ شگفتہ کا فیض نہ ملتا عالم اوس کے اثر سے گلزار نہ ہوتا، بہار اون کے خلق سے نگہت آمیز اور موج گوہر ان کے بحر عطا سے طوفان خیز۔ زہے شجاعت کہ اگر مصور طراحی کے وقت ان کا نام لے تصویر رستم میں لرزہ پڑ جاے، اور عجب عدالت کہ اگر ان کی مدح کے وقت نوشیرواں کے نام لینے کا ارادہ کریں زبان کو اس حرف سے ننگ آوے۔ بلند پایگی حشمت و جاہ کا وہ عالم کہ عماید روزگار ان کے خاک آستان کو بہ از تاج دارا جانتے ہیں، اور ہزار سلام بیجواب کو بہتر خلعت دارائی سے سمجھتے ہیں۔ اور خلق و حلم کا وہ حال کہ احوال ہر خاکسار جب تک نظر شفقت سے نہ گذرے

نسخۂ مراحم کو ناتمام اور دفتر تلطف کو ابتر تصور کرتے ہیں ۔ سبحان اللہ انک لعلیٰ خلق عظیم کا مظہر اس سے زیادہ ہونا محال ہے و تخلق باخلاق اللہ اس سے بڑھ کر ہونا وہم و خیال ۔ باوجود ناز و نعم ثروت کے مشق سخن کو اس مرتبہ پر پہونچایا ہے کہ قلم تردد سے نہیں آسودہ ہوتا ، اور فکر تلاش سے بلبل کی سجع خوانی اور قمری کی فصیح بیانی انہیں کی نستعلیق گوئی سے مستفاد ہے ۔ الحق یہ پایہ فصاحت کا اور یہ سرمایہ بلاغت کا خدا داد ہے ۔ اگر رنگینی مضامین کے گل کو رنگ اور عبارت کی لطافت گوہر کو آب نہ دے ، بلبل کا عشق کامل اور تاج سلاطین کی زیب تمام نہ ہو ۔ مصرع غزل شعلۂ آہ عشاق ، اور بیت مثنوی ابروی خوبان آفاق ۔ انتخاب اون کے کلام بلاغت نظام کا اس مقام پر سرمایۂ فرحت ارباب نظر ہے اور مشغلۂ اہل ہنر ۔

رقعه بنام جناب مرزا اسد الله خان غالب

اے از نفس خامۂ مشکین رقم تو
نسرین کده در جیب و بغل باد صبا را

بورود والا نامۂ ولا آمود با نثر نثره نثار و اشعار شعریٰ شعار ، اندازۂ اعتبار خویش بر گرفتم حد مرتبه نظم و نثر دانستم ، آن سینه را بیک ایمن نور انپاشت ، و این دل را بیک سحر فروغ شیدکی ساخت ۔ آن بیخود شوق نمود و این مستی دانش افزود ۔ بران سرم که پارۂ از وصف همایون نظم و خجسته نثر رقم کنم که عرصۂ سخن فراخ است و طبع من چالاک ۔ یک دو سه جولان شوخ را وقت است ولے ترسم که یکیش اغراق گوید و دیگریش غلو خواند ، و نداند که اگر مهر را مهر و ماه ر ماه گفته شود چه غلو و کدام اغراق تواند بود ۔ گل را رنگینی و بوئی هست و مل را اثرے و ذوقی ۔ اگر انچه در آنست بر لب آید چرا شگفت نماید ۔ باالجمله از طرز شاعرانه میگزرم که چنیں نیرنگی احتمالها بااوست ، سخن ساده و بے رنگ میگزارم که دربار نامۂ راستان نخستین بنام او تو شیح یافته ۔ وهان وهان طرفه ارج وجاهے در بارگاه مبدۂ فیاض نصیب بخت بلند حضرت است که نه همیں یک ره که صد ره دیده ام تشریف تان دیگر است و تشریف دیگران دیگر ، عرفی مطالب را درین زمین نظمی است و هم شما را نظمی ، این دیگر است و آن دیگر ۔ سیرابی معنی در سخن

عرفی مسلم است ولی لفظ شگفته کو ، شادابی الفاظ در گفتار طالب بجا ست اما معانی تازه کجا ، همانا چنین نغز گوئی و نادره سنجی در بخش صاحب افتاده است و بس خوش گفته آنکه گفته

کم افتد چنین نکته پرداز کم که نازند ازو لفظ و معنی بهم

نازم بدم گیرا و نفس با اثر که افسردهٔ طبع مرا گرم گفتار ساخت ، تا این خورش انگیز سخن از دیده بدل رفت ، دل چنان نعل در آتش گشت که تا دیده هنگامهٔ گریستن بلند آوازه نکرد و مژه راه و رسم ابر بهاری تازه نکرد ، از بیقراری نه نشست و از بر نخاست ۔ بیخبران چشمک می زنند میدانم در مجلس اعجاز دم از افسون باطل زدن نه رواست ، اما چه کنم چکیدهٔ دل است و ترا و دیدهٔ جگر ۔ نهفتنش نیز نوعی از جفاست ، لاجرم عنان ادب رها میکنم و لب به تکلم آشنا میکنم ۔

رقعهٔ دیگر

خورشید پایه صاحبا ! شبی اندیشهٔ جهان پیما فراز فلک خرامید تا نظری بر خوب و زشت گیتی تواند افگند ، از ذره تا مهر و از خار تا گل همه را سر بسر در نگریست ، نه نگریستنی بے حضور بلکه بدیهی را در لباس نظری جلوه گر ساختند ، نظارگی آمد ۔ هرچند اگر برعکس رفتنی هم به نیروی حدس خدا داد بیراهه نشتافتی و بیجا و حرام نیفتادی ، اما پاس زبان بندی کوته نگاهان و بجا آورد فرمان حزم باینطریق چالش فرسود ، خشکیده ورق درختی نماند که برنگ سبزه خرم مطرح صد نظر نشد ، و در ته دریا نهفته خزفی نبود که گوهر یک دانهٔ نمط هوایٔ دیدنش بدل دور بین نه پیچید ، چون امیر خسایس این پایه در یافتی که دیو دژم هیکل بکرشمهٔ شاهد نازنین و آتشیزه بلمعهٔ اسپندار بود ، چه پرسی از شرائف و جلائل که هر یکے ازان بنگاه غنج و دلال یوسفی داشت ، و هر کدام بنظر فریبی و دل آرائے حوری بود ، از فردوس فرود آمده ، یا پری نقاب از رخ برگرفته ۔ ولی ازیں میانه متاعی که با دوستی هم ارزش و کالائے که با محبت هم بها باشد مشهود نشد ۔ گوهری باین تابانی و اختری باین رخشانی منظور نگشت ، خورشید پیش قره نور شب تیره شناس و از ماه کمتر بریں محیط در جنب جزر و مد طغیانش شبنم گیر و از عمان کمتر ۔ گونی که اگر پرتوی از فروغش

دریا بدهد شعلهٔ آذر گمان دود جیم برد ، و بلبل اگر لمعهٔ ازان تجلی کسب کند آتش گل را هم جلوهٔ انگشت شناسد ، تا از این نافه شمیمی مشکین نه با تست ، اگر همه مجنونستی خود را در چشم لیلی نوفل شمار۔ و تا ازان شکرستان ذوق بکام تو نیست ، گو همه پرویزستی شیرین را ازان حریف پندار۔ فذلکهٔ سخن چون نگاه بخود افگند ، دریافت پیش ازان که روزنه از سیدستان آگهی کشاده گردد ، مهبط این نور و مورد این تجلی بود۔ بسجده افتاد و بسپاس رفت و ترانهٔ شادمانی بر کرد و زمزمهٔ نشاط بلند آوازه گردانید و افزونی ورزش این فرخ شیوه از خداے درخواست و پیش آورد ضوابط و رسوم آن را بحدی تمامتر خواهند آمد روشنی پذیرفت که علاوه علاقهٔ معنوی مراسم صوری را در افزایش مدارج اتحاد و دستگاهے دیگر است ، لاجرم بنگارشنامهٔ گستاخ گشت ، میداند که مراتب عطوفت را سرمایهٔ والا ست ، حضرت مخدوم باینگونه زلت خواهد بخشود۔ دل آزور و طبع حریص است که لختی گاه از درد دوری سر دهد و دلی خالی کند ، اما بسی بی نسبت است چه آنجا که مجرد رقم سنجی در بیم و امید دارد این مایه جرأت را نبرد از کجا خیزد ۔ بیت

حسرتی تو نامه آرائی و من پاسخ طلب
زود بر بال کبوتر بند مکتوب مرا والسلام

اشعار فارسی

خوش آندم کز هجوم شکوه تلخی زیرلب گویان تو برخیزی ز نازو حسرتی در دامن آویزد

پهلوی غیر به بزمش نکنم جای که نیست چشم آنم که نگاه غلط انداز کند

جای رحم است بران بسمل مسکیں که هنوز نیم جانی به تنش باشد و قاتل برود
بیقراری اگر اینست چه قاصد چه ندیم آسمان از پی آوردن محمل برود

بستان تو هوسناک فرستد پیغام بکمند تو سلام از دل آزاد رسد

خاکم بسر که عاشق کار اوفتاده ام دانم که با رقیب بخلوت چها رود

بیاد طاعت مقبول را بیغما بر خلل بکار دعاهاے مستجاب انداز

شب فراق بمہتاب و گل ستیزہ کنم   بروز وعدہ بہاران و بادزیں(۱) دارم
جواب طعنۂ حرمان و طنز ناکامی   ہمیں بس است کہ معشوقہ نازنیں دارم

———

نی سجودم را قبول و نی سلامم را جواب   رایگان بود اینکہ عمرے جا بران در داشتم
ظلمت شب برقرار و صبح نا پیدا ہنوز   حسرتی بیجا سر از خواب عدم برداشتم

———

مرا بخشید و گاہی جز بدی، نیکی ندیداز من   نمیدانم کدامین جرم ایزد برگزید از من
سخن بے ربط گوئی حسرتی لیکن نمیگیرم   ہمیں روداد من ہم بود چون یارم برید ازمن

———

ای کہ تلخ از سخن تلخ تو شد عیش مرا   میتوانی کہ تلافی بشکر خند کنی
حسرتی مرد اگر فایدۂ ات چیست جز این   کہ دل غیر باین واقعہ خورسند کنی

———

کونین رو نمائے خجالت نمی شود   مارا چہ دادۂ کہ خریدار می کنی

اشعار ریختہ

ای مرگ آ کہ میری بھی رہ جائے آبرو   رکھا ہے اوس نے سوگ عدو کی وفات کا
ہائے اوس برق جہان سوز پر آنا دل کا   سمجھے جو گرمی ہنگامہ جلانا دل کا
شکل مانند پری اور یہ افسون وفا   آدمی کا نہیں مقدور بچانا دل کا

———

نقش تسخیر غیر کو اوس نے   خون لیا تو میرے کبوتر کا
میری ناکامی سے فلک کو حصول   کام ہے یہ اوسی ستمگر کا

———

خوبیٔ بخت کہ پیمان عدو   اوس کو ہنگام قسم یاد آیا

———

اوس سے میں شکوہ کی جا شکر ستم کر آیا   کیا کرون تھا میرے دل میں سو زبان پر آیا
آپ مرتے تو بھی پر جیتے ہی بن آئیگی(۲)   شیفتہ ضد پہ جو اپنی وہ ستمگر آیا

———

کوئی بیجان جہان میں نہیں جیتا لیکن   تیرے مہجور کو جیتے ہوے بیجان دیکھا
اس طرف کو بھی نگہ تاسر مژگان آئی   بارے کچھ کچھ اثر گریۂ پنہان دیکھا

———

نہ لکھنا تھا غم ناکامیٔ عشق   جواب نامۂ بے مدعا کیا

———

کب طالع خفتہ نے دیا خواب میں آنے   وعدہ بھی کیا وہ کہ وفا ہو نہیں سکتا

---

۱ نسیم   ۲ شوق مردن ہے تو پھر جینے سے بن آئیگی (گلشن بیخار ص ۱۱۷)

گور میں یاد قد یار نے سونے نہ دیا فتنۂ حشر کو رفتار نے دھونے نہ دیا
شب ھجران نے کہا قصہ گیسوئے دراز شیفتہ کو بھی دل زار نے سونے نہ دیا

بسکہ آغاز محبت میں ھوا کام اپنا پوچھتے ھیں ملک الموت سے انجام اپنا
تاب بوسہ کی کسے شیفتہ وہ دیں بھی اگر کرچکی کام یہاں لذت دشنام اپنا

سودا زدہ کہتے ھیں ھوا شیفتہ افسوس تھا دوست ھمارا بھی سنبھل جاے تو اچھا

دل زار کا ماجرا کیا کہوں فسانہ ھے مشہور سیماب کا
نکیجو غل ای خوشنوایان صبح یہ ھے وقت اون کے شکر خواب کا
محبت نہ ھرگز جتائی گئی رھا ذکر کل اور ھر باب کا
پڑے صبر آرام کی جان پر مری جان بے صبر و بے تاب کا

کیا حال تمہارا ھے ھمیں بھی تو بتاؤ بیوجہ کوئی شیفتہ اف اف نہیں کرتا

تم لوگ بھی غضب ھوکہ دل پریہ اختیار شب موم کرلیا سحر آھن بنا دیا
مشاطہ کا قصور سہی سب بناؤ میں اوسنے ھی کیا نگہ کو بھی پرفن بنا دیا

شکایت کو اوس نے سنا بھی نہیں کھلا غیر پر راز پنہاں عبث
نہ سمجھا کسی نے مجھے گل نہ صبح ھوا ٹکڑے ٹکڑے گریباں عبث

جاتے ھیں اور منع کی طاقت نہیں مگر رہ جائیں آپ وہ مجھے ناچار دیکھکر

خیر جو گذری سو گذری پر یہی اچھا ھوا خط دیا تھا نامہ برنے اوسکو تنہا دیکھکر

کیا ھوسکے کسی سے علاج اپنا شیفتہ اوس گل پہ غش ھیں جسمیں محبت کی بو نہیں

دشمن کہیں گیا نہو آنکھوں سے شیفتہ اوس کی گلی میں آج نشان قدم نہیں

نواب محمد اکبر خان بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ

نخلبند حدیقۂ بخت مندی نونہال گلشن طالع بلندی ، عارج معارج اقبال صاعد مصاعد جاہ و جلال ، بہین نتیجۂ ادوار فلک ، کار فرماے ملک و ملک ، یگانۂ دوراں نواب محمد اکبر خان اکبر تخلص ، کہین برادر نواب محمد مصطفیٰ خان بہادر کی

طبیعت نہایت رسا اور ذہن نہایت جودت کے ساتھ رکھتے ہیں ہرچند فکر سخن کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں لیکن بہت خوش فکر ہیں۔ مشق سخن مومن خان مومن سے کی ہے۔ ہر بیت اون کی مضموں رنگین سے دکان گل فروش، مصرع اون کا نازکی کیفیت سے مینائے بادہ سرجوش، لطف سخن سے خط خوباں خجل اور خوبی سطور سے سنبل جنت منفعل۔ یہ چند شعر اون کے بطریق یادگار نذر احباب ہوتے ہیں:-

اشعار ریختہ

نہ تھا سارا جہاں دشمن عبث تونے جہاں پھونکا
جہاں کو تونے کیوں ای نالۂ آتش فشاں پھونکا
اثر لیلی کو کیا ہو جب تیری فریاد نے مجنوں
جلایا پائے ناقہ کو نہ دست سارباں پھونکا

———

جا کر فلک پہ نالۂ شور آفریں کے ساتھ
سیر بہشت کرتے ہیں ہم حور عین کے ساتھ
اللہ رے سوز سینہ کہ داماں چرخ میں
شعلہ لپٹ گیا نفس آتشیں کے ساتھ
ہم مر گئے اور اوس نے نہ جانا کہ مر گئے
ہر زخم پر جو ہلتے تھے لب آفریں کے ساتھ
وہاں رسم اختلاط سے انکار و عذر تھا
یہاں جاں ہی نکل گئی اپنی نہیں کے ساتھ
طوفان نوح و گریۂ اکبر میں فرق ہے
یعنی کہ آسماں کو ڈبویا زمیں کے ساتھ

پنڈت نراین داس ضمیر

سخن شناس معنی اساس، محو جلوہ شاہد نکتہ دانی، نظر باز عرائس معانی، صاحب طبع روشن و افکار منیر، پنڈت نراین داس متخلص بضمیر۔ دقائق سخن سے کماھی آگاہ، اور فنون شتی میں صاحب دستگاہ۔ لوازم سخنوری مثل بیان معنی بدیع عروض و قوافی سے ماہر، اور خفایای رموز ہنر بتمامہ اس صاحب کمال کے سامنے ظاہر۔ زبان فارسی

میں هم نظم متین و هم نثر دل نشین ان کے خامهٔ معنی طراز سے جلوہ گر ہے۔ اگر نظم ہے مثل نظم جواہر کے مقبول طبائع اهل ہنر، اور اگر نثر ہے مانند نثر نژہ کے منظور اهل نظر۔ هر مصرع ان کا رشک مصرع زلف خوباں، اور هر بیت غیرت بیت ابروی محبوباں۔ رنگینی عبارت کی رنگینی گل سے بالا تر، اور صفائی الفاظ صفائی گوهر سے والا تر۔ یہ چند شعر اون کی بلندی فکر اور رسائی طبع پر دال هیں۔

اشعار فارسی

تو و شوخی و تبسم بهزار ناز کردن — من و عجز و جانفشانی ز سر نیاز کردن
شب تیرهٔ فراقت چه غم ار بسر نیاید — بیک آه میتوانم در صبح باز کردن
چو خمار زور آرد چه‌خوش است سوی ساقی — پی جام باده دستی بهوس دراز کردن
به محبتش ندارم خبری ز کفر و ایماں — نه خیال بت پرستی نه سر نماز کردن
تواگر بجور سوزی ز جفا کشاں نیاید — بجز از دعای جانت ز سر نیاز کردن
چه دوا ضمیر جویم بکه درد خویش گویم — که نمیتواں علاج غم جاں گداز کردن

میر نظام الدین مرحوم متخلص به ممنون (۱)

فرید عصر وحید آوان مصداق الشعراءُ تلامیذ الرحمان۔ جلوہ طراز معانی بکر، زنگ زدائے آئینهٔ فکر، نخابند حدائق افکار بلند، بزم افروز شبستان مضامین ارجمند۔ محک امتحان طبائع موزوں، میر نظام الدین متخلص بممنون۔ خلف ملک الشعرا میر قمر الدین منت۔ پیش گاہ خلافت و بارگاہ سلطنت، دارائے هند سے مخاطب بخطاب فخر الشعرا۔ سخن میں ایک طرز تازہ کو ایجاد اور ابیات بلند کو معانی ارجمند سے آباد کیا۔ متانت کلام صفائی عبارت اور تازگی مضمون اور غرائب تشبیه اور نوی استعارات جیسے اس سر گروہ اهل کمال کے سخن میں موجود ہے، کسی اهل فن کے سخن میں متصور نہیں ہے۔ الحق ریخته کو فارسی اور اردو کو دری کردیا۔ نہ ان کے قصیدہ کے سامنے قصائد قدما کو رتبہ ہے اور نہ ان کی غزل کے آگے غزلیات متاخرین کو مرتبہ۔ هر نقطه اون کے سخن کا گوهر آبدار اور هر لفظ اوکے کلام کا لولوی شاهوار۔ طبع بلند اونکی دریاے ذخار ہے اور خامهٔ معنی طراز ابر گوهر بار۔ موهبت فیض حقیقی سے مرتبہ اس یگانهٔ روزگار

---

۱ گلشن بیخار ص ۱۸۲ اور سخن شعراءُ نساخ ص ۴۵۵ میں ان کا تذکرہ اور انتخاب کلام دیا گیا ہے۔

کا مستغنی هے اس سے که قلم اونکی تعریف میں کچھ لکھے یا زبان اونکی توصیف میں کچھ کہے - بے تکلف تشریح بدن اشعار کے باب میں جالینوس اور نگہبانی چراغ معنی کے واسطے طبیعت اونکی فانوس - عرصه تین برس کا هوتا هے که اس جہان ناپایدار سے رخت سفر کو باندھ کر راهی جنت هوئے - کسی شاعر نے یه دو شعر اونکی تاریخ وفات میں پائے -

میر ممنون از جہان بگذشت و نزد عالمی
زندگی را از ممات او بود حکم ممات
سر بجیب فکر بردم گفت نا گه پیر عقل
" شاعر شیرین زبان هند " تاریخ وفات

۱۲۶۰ھ

یه چند شعر ان سے بطریق یادگار لکھتا هوں تاکه معلوم هو متانت عبارت اوسی سے هے جو ان اشعار میں هے اور صفا وه هی هے جو اون لآلی آبدار میں هے -

اشعار

برا مانیے مت مرے دیکھنے سے   تمھیں حق نے ایسا بنایا تو دیکھا

اوڑی سوشور محشر گرد هو یہاں ایک جنبش میں   کیا تونے غبار ای چرخ هم کو کس کے داماں کا

قربان ناز نعش میری دیکھه کر کہا   گردن پہ کسکی خون هے اس بے گناه کا

هاتھ میں جنبش محمل کے عنان هے اپنی   ورنه یہاں کس کو هے سر آبله فرسائی کا

غموں کی گر یہی بالیدگی هے تو آخر   دل گرفته نہیں سینه میں سمانے کا

صبح تک کیا کیا نه مجھکو تھی سماجتہای شوق   رات رکھکر رو برو صفحه تری تصویر کا
لے لیا بوسه تو اوس نے دیں نه کیا کیا گالیاں   یہاں گنه سے بھی زیاده هے مزا تعزیر کا

بیتابی دل تیرے شہیدوں کی کہاں جاے   کچھ کم رگ بسمل سے نہیں تار کفن کا

بدگمانی سے ڈرا اور نه لیا تیرا جو نام   دیکھنا بوسه کی خاطر میں لب لاله بنا

ممنون قضا نے ہم کو دیا کیا بغیر دل سو وہ بھی نذر کاہش و تشویش ہوگیا

نہیں دیتی دکھائی صورت زیست غضب صورت ہوں آیا دیکھکر آج

یوں تو ہے وہ فرشتہ خو لیکن ہے ذرا آدمی کشی کا شوق

بس حنا زور آزمائی ہو چکی دلبروں سے ہاتھا پائی ہو چکی

رات تھوڑی حسرتیں دل میں بہت صلح کیجے بس لڑائی ہو چکی

تفاوت قامت یار اورقیامت میں ہے کیاممنوں وہی فتنہ ہے لیکن یہاں ذرا سانچے میں ڈھلتا ہے

شاہ نصیر رحمۃ اللہ علیہ

یگانۂ سخن سنجان روزگار فرید عصر وحید قرون و ادوار، پاک نہاد وصافی ضمیر میاں شاہ نصیر رحمۃ اللہ علیہ ۔ شعرائے قدیم شاہجہان آباد سے تھے ۔ شعر ریختہ کو بطرز صائب مدعا مثل اکثر فرماتے تھے ۔ مشکل زمینوں کی طرف جس میں سخن طرازوں کو قدم رکھنا دشوار ہوتا، بیشتر توجہ کرتے اور حق یہ ہے کہ اون زمینوں میں سیر غزل قریب بقصیدہ بل دو غزلہ فکر کرتے اور اکثر ابیات غزل بیت الغزل ہوتی ۔ باوجود اس کے کہ علم شعر سے بہرہ کم تھا لیکن جن زمینوں میں وہ قدم رکھتے اور اون کو بزور طبع خدا داد سرانجام دیتے مدعیان کمال کو مجال نہ ہوتی کہ اوس میں جرأت کریں ۔ اکثر ریختہ گویان شاہجہان آباد نے کہ اپنے زعم میں کوس لمن الملکی کو بلند آوازہ کرتے ہیں، اوائل سال میں اونہیں سے تلمذ کیا تھا گو بعد مدت مشق کمال کو پہونچا کر کبھی مباحثہ اور کبھی طنز و تشنیع پر مستعد ہوئے ۔ اشعار آبدار اس پیشرو سخنوران روزگار کے دو لاکھ سے زیادہ ہیں اور یہ بے مبالغہ و اغراق ہے ۔ صدہا آدمی جو کہ کچھ نہ جانتے تھے اور بتقریب مشاعرہ صرف اونہیں سے غزل کہوالیتے تھے، ہر ایک دیوان اپنے اپنے نام کا مرتب رکھتا ہے ۔ اپنی زندگی میں ترتیب دیوان کی طرف توجہ نہ کی، اون کی وفات کے بعد مہاراج سنگھ نامی ایک شخص نے کہ اون کا شاگرد ہے جس قدر ہاتھ لگا جمع کر کر ایک دیوان ترتیب دیا ہے، اس پر پچاس ساٹھ جزو سے کم نہیں ۔ دو بار لکھنؤ میں تشریف لے گئے اور

سامنے مرزا قتیل کے مصحفی اور انشاءاللہ خان کے ساتھ بساط مشاعرہ آراستہ کیا۔ تین بار حیدر آباد کو گئے اور وہان کے رئیس نے نہایت قدر دانی سے ہر بار ہزارہا روپیہ کا سلوک کیا، خصوصاً راجہ چندو لال نے کہ اوس سرکار کا مختار کل اور مرد سخن فہم اور قدر شناس اہل کمال تھا، اس بزرگ کو مالا مال کردیا۔ تیسری بار چونکہ خمیر اون کا وہیں کی خاک سے تھا، شاہجہان آباد کو آنا نصیب نہ ہوا اور اوسی سر زمین مین وفات پا کر مدفون ہوئے۔ اون کے انتقال کو اٹھ سات برس کا عرصہ ہوتا ہے۔ ہرچند اس قدر ذخیرہ مین سے قدرے کا لکھنا نہیت نازیبا ہے لیکن احتراز عن الاطناب انہیں چند اشعار پر کفایت کی جاتی ہے۔

اشعار ریختہ

پشت لب پر ہے یہ تیرے خط ریحان ایسا　　سونہہ تو دیکھو لکھے یاقوت رقم خان ایسا

نکلی تھی دم تیشہ زنی سنگ سے آواز　　فرہاد یہ دشمن ہے تیری جان کا لوہا

قیامت آپ کا قد اوس کے دل پذیر ہوا　　چھڑی لے سرو چمن بینوا فقیر ہوا
کمان و تیر نمط ربط تھا مجھے اوس سے　　جب اوسنے آپ کو کھینچا میں گوشہ گیر ہوا

خود بخود طاق سے شیشہ جو گرا اے ساقی　　روح تھی کس کی یہ مینای می ناب میں بند

قدم نہ رکھ مرے چشم پر آب کے گھر مین　　بھرا ہے نوح کا طوفان حباب کے گھر مین

کبھو نہ اوس رخ روشن پہ چھائیان دیکھین　　گھٹائین چاند پہ سو بار چھائیان دیکھین

سب سے ملاؤ ابرو ہم سے نفاق رکھو　　اس دوستی کو اپنی بالای طاق رکھو

دیجے دل مین کیون جگہ اس آہ بے تاثیر کو　　جسمین پیکان بھی نہو رکھنا ہے کیا اوس تیر کو

یہ عالم اوس کے خط سبز نے دکھایا ہے　　کہ جس کو دیکھہ کے عالم نے زہر کھایا ہے

شوق نظارہ تیرا کھینچ کے لایا تھا اوسے　　گرچہ تھی قیس کے پاؤن مین سلاسل بھاری
دیکھ لیتی جو اوٹھا کر ترے کیا ٹوٹتے ہاتھ　　لیلی ایسا تو نہ تھا پردۂ محمل بھاری

دل یہ کیا بھول بھلا زلف چلیپا ٹھہرے　　تیری کچھ گانٹھہ گرہ مین ہو تو سودا ٹھہرے

جنبش لب پہ قیامت ہے کہ جی اوٹھے ہم آج یک بات مین تم رشک مسیحا ٹھرے

دل یہ کہتا ہے کہ مت یاد بتان دلواؤ چھیڑنے کا مرے پھر آپ مزا دیکھیں گے

در پردہ آنکھ یار سے لڑتی ہے رات سے تار نگہ کو رشتہ ہے چاک قنات سے

شیخ محمد ابراہیم ذوق المخاطب بہ خاقانی ہند

شاہ کشور سخنوری مالک رقاب مملکت معنی پروری، والی قلمرو تکمیل و اکمال مؤسس اساس فضل و افضال، جامع دقائق فن حلاّل مشکلات سخن، قادر الکلام زبدۂ کملاے انام، مرجع مآرب ارباب شوق، شیخ محمد ابراہیم ذوق - عہدۂ اوستادی سلطان عصر محمد سراج الدین بہادر شاہ سے ممتاز اور پیشگاہ سلطنت سے خطاب خاقانی ہند سے سرفراز ہیں - مشق سخنوری اس درجہ کو پہونچی ہے کہ کوئی بات اس صاحب سخن کی غالب ہے کہ پیرایۂ وزن سے معرا نہ ہوگی - پر گو اور خوش گو غزل ویسی ہی اور قصائد ویسے ہی - غزل گوئی میں سعدی و حافظ و قصیدہ میں انوری و خاقانی - مثنوی مین نظامی کو اگر اس سخن گو کی شاگردی سے فخر ہو تو کچھ عجب نہیں - شمار ان کے اشعار گوہر نثار کا بجز عالم الغیب کے اور کوئی نہیں کرسکتا - دقیقہ سنجان روزگار بے لیجاسکتے ہیں کہ جس کا کلام وہی نظام فخر متقدمین اور شرف متاخرین میں ہو اوس کی ذات فائض البرکات بنی نوع مین کس قدر فضل و شرف رکھتی ہوگی - اس قدر جامعیت کہ فصاحت عبارت اور متانت تراکیب اور تازگی طرز اور جدت معنی اور غرابت تشبیہ اور حسن استعارہ اور خوش اسلوبی کنایہ اور لطف تلمیح اور پاکی الفاظ اور تنگ‌وزری کلمات اور بست قافیہ اور نشست ردیف نظم و نسق کلام اور حسن آغاز و انجام ایک جاے مین جمع ہیں - متقدمین سے متاخرین تک کسی اور فرد بشر کو حاصل نہیں ہوئی - اگرچہ اصناف سخن خصوصاً غزلیات اور قصائد سے دفتر دفتر ہے اور ہر شعر نقطۂ انتخاب سے مزین ، لیکن اس مختصر کا حوصلہ تاب نہیں لاتا کہ اون کو درج اوراق کرکر ارباب شوق و اہل فضل کی خدمت مین گذرانوں، اس واسطے مشتے نمونہ از خروارے چند شعر ہدیۂ نظر شائقان با کمال کے کرتا ہوں -

اشعار ریختہ

هم هیں اور سایہ تیرےکوچہ کی دیواروں کا کام جنت میں هے کیا هم سے گنہ گاروں کا

مجھکو هرشب هجرکی هونےلگی جوں روزحشر مجھ سے یہ کس دن کے بدلے آسمان لینے لگا

مذکور تیری بزم میں کس کا نہیں آتا پر ذکر همارا نہیں آتا نہیں آتا

کہے هے خنجر قاتل سے یہہ گلو میرا کمی جو مجھ سے کرے تو پئے لہو میرا

لبوں پر جاں عبث هے منتظر وہ شوخ کب آیا اگر چہلم کوبھی آیا توهم جانیں کہ اب آیا
تأمل کیجیو ذوق تپیدن دیکھتے کیا هو کہ ابتک ذبح کرنیکا نہیں قاتل کوڈھب آیا

هاتھ تو هلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا زخم پر قسمت سے میری کارگر اچھا هوا

لکھیے اس خط میں کہ ستم اٹھ نہیں سکتا پر ضعف سے هاتھونمیں قلم اٹھ نہیں سکتا

دل تو لگتے هی لگیگا حوریان عدن سے باغ هستی سے چلا هوں هاے پریاں چھوڑ کر

ٹھری هے اونکی آنیکی یہاں کل پہ جا صلاح ای جان بر لب آمده تیری هے کیا صلاح

مجھ میں کیاباقی هےجو دیکھے هے توآنکے پاس بدگمان وهم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

نہیں تدبیر کچھ بنتی پڑے سر کو پٹکتے هیں
نہ دل چھوڑے هے اسکو اور نہ هم دل چھوڑ سکتے هیں

مرگئے پھر بھی تغافل هی رها آنے میں بیوفا پوچھے هے کیا دیر هے لے جانے میں

خط پڑھکے اور بھی وہ هوا پیچ و تاب میں کیا جانے لکھدیا آسے کیا اضطراب میں

وہ جنازے پر مرے کسوقت آئے دیکھنا جب کہ اذن عام میرے اقرباکہنے کو تھے

هاں تامل دم ناوک فگنی خوب نہیں ابھی چھاتی مری تیروں سے چھنی خوب نہیں

اس حور وش کا گھر مجھے جنت سے سوا هے پر وهاں رقیب هو تو جہنم سے کم نہیں

دیکھا دم نزع دل آرام کو عید هوئی ذوق ولے شام کو

عبث تم اپنا لگاوٹ سے منہ بناتے ہو — وہ لب پر آ ئی ہنسی دیکھو مسکراتے ہو

کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے — ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہم کو

تو جان ہے ہماری اور جان ہے توسب کچھ — ایمان کی کہینگے ایمان ہے تو سب کچھ

رخصت اے زندان جنوں زنجیر در کھڑکاے ہے — مژدہ خار دشت پھر تلوا میرا کھجلاے ہے

کون وقت اے واے گزرا دلکو گھبراتے ہوے — موت پڑتی ہے اجل کو یہاں تلک آتے ہوے

وہ نہ آئے رات ہمکو ضد سے بخت خفتہ کے — بج گیا آخر گجر زنجیر کھڑکاتے ہوے

قطرہ قطرہ آنسو جس کی طوفاں شدت ہے — پارہ پارہ دل ہے جسمیں تودہ تودہ حسرت ہے

قسمت برگشتہ دیکھو اک نگہ کی تھی ادھر — سو بھی آکر تا سر مژگاں حیا سے پھر گئی

زخمی میں ہوا ہوں تری دزدیدہ نظر سے — جانے کا نہیں چور مرے زخم جگر سے

وہ اپنے سینہ میں ہے آہ آتشیں اے ذوق — کہ برق دیکھے تو فی النار والسقر ہوجاے

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی — چلی تھی برچھی کسی پر کسی کی آن لگی

الفت کانشاں جب کوئی مرجاے تو جائے — یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جای تو جائے

کہتے ہیں لوگ موت توسب جاے جاے ہے — پر تیرے پاس اوسی کو کوئی کھائے جاے ہے

ذکر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے — کر کے میں ضبط ہنسی دیکھوں ہوں ناخن اپنے

زخم دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے — مشک اگر مہنگا ہے تو کیا لون کا بھی کال ہے

جوش گریہ کا مرے تم کچھ نپوچھو ماجرا — چادر آب رواں مونھ پر مرے رومال ہے

زباں پیدا کروں جوں آسیا اب منہ میں پیکاں سے — دہن کا ذکر کیا یاں سرہی غائب ہے گریباں سے

فلک کیا فتنہ سازی میں ہو ہمسر چشم فتاں سے
گرا تھا یہ بھی اشک سرمہ آلود اوسکی مژگاں سے

یہانتک ناتواں ہیں ہم گذرجائیں اگر جان سے　　اوٹھائے مور لاشہ کو ہمارے دست مژگاں سے

صراط عشق پر از بسکہ ہے ثابت قدم میرا　　دم شمشیر قاتل پربھی خون جاتا ہے جم میرا

حافظ عبدالرحمان خاں احسان

سخن سنج دقیقہ گزین معنی رس، خوردہ بین یگانۂ جہاں، فرید آوان حافظ عبدالرحمان خاں احسان - استعداد کتابی نہایت اور تحقیق مصطلحات بغایت - ریختہ گوئی کو کمال اور زبان آردو کو نہایت جمال بخشا - ساٹھ ستر برس کی مشق سخن دلالت کرتی ہے کہ کیا ملکہ اصناف سخن میں بہم پہونچا ہوگا - صنعت تجنیس و اشتقاق بیشتر ان کے کلام بلاغت نظام میں مستعمل ہے اور حق یہ ہے کہ ان صنعتوں کو اپنے سخن میں اچھی طرح سے نبھایا ہے - قلعۂ معلیٰ میں بیشتر سلاطین انہیں کے شاگرد ہیں - باوجود ضعف پیری کے سخن میں ہنوز شوخی جوانی کی موجود ہے - چند شعر انسے بطریق یادگار لکھے جاتے ہیں -

اشعار ریختہ

دو دن سے میں جدا ہوں آس موکمر سے احسان　　ایک سو طرح کا صدمہ اس درمیان میں دیکھا

کہاں وہ گریہ وہ نالہ وہ جاں بلب رہنا　　کسی کا کام ہمیشہ بنا نہیں رہتا

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے　　وگرنہ یاد تھیں مجکو شکایتیں کیا کیا

میں تو اوس نوجوان پر غش ہوں　　ہائے عالم تری جوانی کا

سخت نادانی کی احساں جو کہا عاشق ہوں　　بھید کہتا ہے کسو سے کوئی دانا دل کا

ہے وہ مرید آبلہ پائی عاشقاں　　پانی پہ ٹھرے کیونکہ نہ بستر حباب کا

میرے آتے ہی بس نیند آئی تو اب　　یہ اپنی چشم پوشی دیکھتا جا

یارو سبھوں کو میرے گریباں کی فکر ہے　　ناصح کے مونھ کو آن کے کوئی نہ سی گیا

خوشنویسان

جناب سید محمد امیر (۱) سلمہ اللہ تعالیٰ

یہ جناب سادات کبار سے ہیں خط نستعلیق کو جز و زمان میں ان کی قلم کی

---

۱ ان کے مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۂ خوشنویسان صفحہ ۷۱-۷۲ طبع کلکتہ ایام غدر ۱۸۵۷ع میں کسی نے ان کو گولی ماردی -

صدای صریر نے مثل صور ثانی کے دوبارہ زندہ کیا۔ ہر دائرہ حروف کا انکے اوصاف حمیدہ کے ذکر میں سراپا دہان اور مدات الفاظ کی انکی محامد حمید کے بیان میں سراسر زبان ۔ انکی خوشنویسی کے دور میں میر عماد کی خوش قلمی پر اعتماد نہیں رہا اور انکی صانعی کے زمانہ میں آغا رشید بندہ ہو گیا ۔ باوجودے کہ ورزش پنجہ اور بکیتی میں کوئی انکا نظیر نہیں جس پر ہاتھ انکا ایسا سبک ہے کہ قلم کو ایک آن میں ہزار حروف لکھنا اور پھر اوس خوبی کے ساتھ کچھ گراں نہیں۔

جناب آغا صاحب (۱)

سید صاحب کمال شاگرد رشید ہیں سید امیر صاحب موصوف کے اور اس فن میں ایسا کمال بہم پہونچایا کہ اوستاد کو ان کے کمال پر کمال نازہے اور اس فن کی تکمیل کے سبب سے اساتذۂ سلف سے ممتاز ہیں۔ علاوہ اس کمال کے فن بکیتی میں بھی اقران روزگارسے گوی سبقت لے گئےہیں ۔ اور اہلیت اور صلاحیت ایسی ہے کہ جس کا بیان نہیں اور وہ اعتقاد کہ اپنے اوستاد کے حق میں رکھتے ہیں خامۂ دو زبان کی مجال نہیں کہ لکھ سکے۔

مرزا عبداللہ بیگ (۲)

شاگرد ہیں سید محمد امیر صاحب ممدوح کے۔ ان کے رتبہ کو نستعلیق نویسی میں بعد آغا صاحب کے کوئی نہیں پہونچ سکتا۔ سوائے اس کے اہلیت اور سعادت مندی جو ان کے مزاج میں ہے قلم دو زبان کی طاقت نہیں کہ اوسکا بیان کرسکے۔

امام الدین احمد خان

فرزند ارجمند نواب دبیرالدولہ خواجہ زین العابدین خان بہادر مصلح جنگ اور نستعلیق نویسی میں شاگرد ہیں اخوند عبدالرسول قندھاری سلمہ‌اللہ‌تعالیٰ اور سید محمد امیر صاحب موصوف کے۔ ہاتھ انکا ایسا قابل ہے کہ تھوڑی سی محنت اور زمانۂ قلیل میں اپنے اقران‌و امثال سے قصب السبق لیگئے۔

محمد جان صاحب مرحوم مغفور

شاگرد میرکلان خوشنویس بے بدل اور خوش قلم بے نظیر تھے۔ جب تک یہ

---

۱ ۱۲۷۴ھ میں وفات پائی

۲ تذکرۂ خوشنویساں (صفحہ ۷۳) میں ان کا نام عباداللہ بیگ لکھا ہے۔

قیدحیات میں تھے ان کے سامنے کسی خوشنویس کو یارائے دم زدن نہ تھا عرصہ پندرہ بیس برس کا ہوتا ہے کہ روح پر فتوح کو عالم فانی سے رہا کیا۔ اللہم اغفرلی ولہ۔

اخوند عبدالرسول قندھاری سلمہ اللہ تعالیٰ

یہ زبدۂ اہل کمال متوطن ہیں قندھار کے اور عرصہ چند سال سے بود و باش شہر شاہجہان آباد کی اختیار کی ہے اور اس خاک پاک سے ایسی دلبستگی بہم پہونچائی کہ گویا یہیں کے ساکن تھے اور حب وطن کو ایک قلم دل سے بھلادیا۔ خط نستعلیق و شفیعہ میں بے نظیر ہیں۔

حافظ کلّوخان صاحب مغفور

خط نسخ میں اوستاد یگانہ اور مشہور زمانہ۔ اس خط کو شان یا قوت پر لکھتے تھے بلکہ یاقوت کو ان کے سامنے یا قوت جرم دار کی مانند کچھ قدر نہ رہی تھی۔ عرصہ چند سال سے عالم باقی کی طرف خرام کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

میر امام الدین صاحب سلمہ تعالیٰ

خط نسخ میں استاد ہیں سلطان عصر حضرت ظل اللہ سراج الدین محمد بہادر شاہ کے اور خط نسخ کو قاضی کی شان پر لکھتے ہیں اور باتفاق زبان خلائق پر ہے کہ اس شان پر ان سے بہتر کیا اس سے انیس بیس بھی لکھنا محال ہے۔

مولوی حیات علی صاحب مغفور

خط شکستہ میں وہ کمال بہم پہونچایا تھا کہ اون کے ہر حرف کے خم و پیچ سے زلف خوباں شکستگی وام کرتی تھی اور خط نستعلیق میں ایک شان نئی اختراع کی تھی۔ اور طرفہ یہ ہے کہ اوس شان کی صدہا کتابین مختصر اور مطول اون کی قلم اعجاز رقم سے نکلی ہوئی ہیں کہ ہر حرف اون کتابوں کا ایک قطعہ شمار میں آتا ہے۔ قدرت خدا کی ہے کہ ایسے فرد کامل بھی صفحۂ روزگار پر بہم پہونچے۔ ان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔ مدت دراز ہوئی کہ اس جہان فانی سے راہی ہوئے۔

پنڈت شنکرناتھ

خط شکستہ میں شاگرد رشید تھے مولوی صاحب ممدوح کے اور بعد اون حضرت کے ان سے بہتر شہر شاہجہان آباد میں کوئی نہیں ہوا اور نہ اب چھ سات برس کا عرصہ ہوا کہ جہان فانی سے راهی ہوئے۔

بدرالدین علی خاں مہرکن (۱)

خط نستعلیق لکھنے میں شاگرد ہیں سید امیر صاحب ممدوح کے اور مہرکنی کے فن میں تمام ہندوستان میں اس سرگروہ اہل کہال کا نظیر نہیں۔ مہرحکام وقت کی علی الخصوص نواب گورنر جنرل بہادر کی اسی یگانۂ روزگار کے ہاتھ سے کھدا کرتی ہے۔ جو دائرہ کہ ان کی قلم سے نکلتا ہے ہزار حرف ان کی یگانگی پر اپنے ذہن سے ادا کرتا ہے۔

مصوران

غلام علی خان

مصورِ بے مثل ومانند و پیکر آرای بے شبہ و نظیر۔ رنگینی ار زنگ مانی ان کے نقش سادہ کے مقابل خجل اور آب و رنگ کارنامۂ بہزاد اون کی سیاہ قلم کے سامنے منفعل۔ نقاش بہارنے ہرچند تصویر چمن کی لعلی شقائق اور سفید آب نسترن سے بنائی ان کے گروہ بے نقش و نگار کے آگے رونق نہ پائی۔ ایسا قادر اس فن میں صفحۂ روزگار پر نہیں پیدا ہوا کہ دیدۂ نرگس کی تصویر بینا اور زبان سوسن کا نقش گویا بنا سکتا ہے۔ غنچہ اون کی چمن تصویر کا بویا اور مردم چشم ان کے مرقع نہر میں آشنا۔ دیدۂ مور کے پردہ پر کرۂ عالم کی تصویر اس طرح بنائی کہ منجان رصد بند گردش افلاک و اوضاع کواکب کو بتفصیل اوسمیں مشاہدہ کرسکتے ہیں اور نقطۂ موہوم پر نقشۂ کون و فساد کا ایسا کھینچا ہے کہ فکر حکیم استحالۂ اجسام اور تکون موالید اور حصول ترکیب اور تغیر فصول کو کماهی اوس سے دریافت کرسکتا ہے۔ گل کی نرمی اور خار کی درشتی انکی تصویر سے مشہود، حیوان کی حرکت اور نبات کا نمو آنکے نقشہ میں موجود۔

فیض علی خاں

کہیں برادر حقیقی ہیں غلام علی خان موصوف کے۔ مانی ان کا قلم بند و صدف دار اور

---

۱ مزید حالات کے لیے دیکھو تذکرۂ خوشنویساں صفحہ ۷۴-۷۵

بهزاد انکی طرح کا چربه نگار۔ شمع ان کی تصویر کی بزم افروز اور آتش آن کے نقشه کی عالم سوز۔ ازبسکه مزاج صلاح و تقویٰ کی طرف بهت مائل هے جاندار کی تصویر سے تائب هوکر فقط نقشهٔ مکانات پر قناعت کی۔ سبحان الله اس کام کو اس طرح سے سرانجام دیا اور اس امر کو ایسا انصرام پهونچایا که بیان اوس کا احاطهٔ تحریر سے باهر هے۔

مرزا شاهرخ بیگ

فن تصویر میں نهایت کامل اور اقران و امثال سے اس کام میں گوے سبقت لیگئے۔ مژهٔ چشم حور اگر انکا موقلم بنے بجا هے اور بیاض گردن پری اگر انکا صفحه هو تو زیبا هے۔ کل نقشے اس کتاب کے فیض علی‌خاں موصوف اور انکی استعانت سے مرتب هوئے هیں۔ کام ان نقشوں کا نمونه ان کی صنعت کا هے۔

محمد عالم

اوستاد فن هے اور اس امر کے دقائق سے آگاه۔ وضع قدیم کی تصویر جیسی اس سرگروه اهل کمال کی قلم سے کهنچ سکتی هے اور کی مجال نهیں۔

ارباب موسیقی

همت خاں

باریداس کا شاگرد کهیں اور نکیسا اسکا تلمیذ کمترین ۔ یهه زیدهٔ کملاے روزگار اس صناعت میں اپنے عهد میں کوس لمن الملکی مارتا تها۔ سب ارباب نغمه اسکے نام سے اپنا کان پکڑتے تهے۔ دهر پد کے گانے میں اس کا نظیر نه تها۔ اگر تان سین زنده هوتا زانوے شاگردی ته کرتا اور اگر برجو باورا قید حیات میں هوتا خط غلامی لکهد یتا۔ هرچند اطراف عالم سے رؤساے ذوی الاقتدار اور راجه هاے عالی تبار نهایت آرزو سے بطمع زر خطیر خط لکهکر تمنا کرتے تهے که یه صاحب کمال قصد اون کی ملازمت کا کرے، باستعانت استغناے خداداد جو ارباب کمال کے لوازم ذاتیه سے هے، تمام عمر ان کی طرف مونهه نه کیا اور دلی سے قدم باهر نه رکها۔ جو نغمه سرا که ممالک دور دست سے مدعی اس فن کا هوکر وارد شاهجهاں آباد هوا اس کی ایک تان کے سنتے هی نه تال کی خبر رهی نه سر کی اور اوسکے قدم کی خاک کو اپنی

آنکھ کا کحل الجواہر بنایا۔ حضرت بابرکت شاہ محمد نظیر صاحب مرحوم سجادہ نشین خلافت حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ" کے سامنے بنابر رسم مستمرہ کے دوسری اور چوبیسویں ہرمہینے کو مجلس نغمہ گرم کیا کرتا تھا اور در و دیوار اسکی الحان داؤدی سے مست ہوجاتے تھے۔ اور ازبسکہ درد باطن اور لذت فقر کی چاشنی اس مستغنی الاوصاف کے گلوی حال میں پہونچی ہوئی تھی اوس نغمہ کو ایک اور ہی کیفیت بہم پہونچی تھی اور یہ کلام مولوی روم علیہ الرحمہ"

بشنواز نے چوں حکایت میکند   وز جدائی ہا شکایت میکند
کزنیستان تا مرا ببریدہ اند   از نفیرم مرد وزن نالیدہ اند

اسی ماہر کامل کے نامی گلو کی شان میں صادق آتا تھا۔ عرصہ چند سال کا ہوتا ہے کہ اس عالم عنصری سے انقطاع تام کیا اور بزم جنت میں خراماں ہوا۔

راگ رس خان

فن بین نوازی میں یکتاے روزگار اور یگانۂ شہر و دیار۔ اسکی بین کا ہر تار شیرازۂ کتاب معرفت تھا۔ جیسا ہمت خاں فن نغمہ میں اپنا مثل نہ رکھتا تھا یہ صاحب کمال بین نوازی میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ ہمت خاں کے ساتھ دوسری چوبیسویں حضرت موصوف مرحوم کے روبروی صحبت بین نوازی سے گوش شوق کو ممنون اور سامعۂ تمنا کو مرہون کرتا تھا۔ چند سال گذرے کہ عالم فانی سے عالم باقی کو راہی ہوا۔

سیر ناصر احمد

والد ان کے سادات عظام سے تھے اور اتفاق زمانہ سے ہمت خان مرحوم موصوف کی دختر بلنداختر سے منسوب ہوے۔ چونکہ اس صاحب کمال نے اپنے ناناے مرحوم کی صحبت میں رشد و بلوغ بہم پہونچایا اوسکی فیض تربیت، سے فن موسیقی میں یکتاے عہد ہوگیا۔ وہ مغفور فن نغمہ سرائی میں مشہور روزگار تھا، یہ یکتاے زمانہ نغمہ سرائی اور بین نوازی دونوں میں معروف روزگار ہوا اور ان دونوں کاموں کو ایسا کیا کہ گوش اہل روزگار نے کہن ترانہ ہاے سابقین کو فراموش کیا۔ اور کملاے دہر کو یہ اعتقاد ہے کہ جیسا ان چیزوں کو انہوں نے برتا اسا تذۂ سلف کو مجال نہ تھی کہ اس کے عشر عشیر پر بھی قادر ہوسکتے۔ اپنے نانا کی وفات کے بعد بدستور قدیم

حضرت خواجہ محمد نصیر صاحب مرحوم کے سامنے یہ بھی نغمہ سرائی اور بین نوازی اونہیں دونوں تاریخوں میں کرتے رہے اور بعد اونکی وفات کے حضرت سراسر افادت جانشین شاہ محمد نصیر غفراللہ شرف خلف یادگار سلف مولانا و بالفضل اولانا مولوی یوسف علی کے سامنے جو لائق سجادہ نشینی خاندان موصوف بل اس امر کے واسطے الیق ہیں ، وہ ہی مجلس اس کامل کے وجود سے مزین ہوتی رہی ۔ اب گردش آسیاے گردون سے بتقریب تلاش رزق نواح صوبۂ اودہ کی جانب روانہ ہوئے ہیں ۔

بہادر خان ستارزن

فن ستار نوازی میں یگانۂ روزگار ۔ اس کی صدا سے در و دیوار تصویر کا عالم بہم پہونچاتے تھے ۔ یہ فقرہ کہ ”مرغ از طیران و آب از جریان باز دارد ،، اسی ماہر کامل کی ذات پر صادق آتا تھا ۔ پانچ چھ برس کا عرصہ ہوا کہ عالم باقی کی طرف سفر آخرت اختیار کیا ۔

رحیم سین ستارزن

یہ صاحب کمال اشرف اولاد میاں تانسین ہے وصداے تار اسکی ستار کی الحان داؤدی سے خبر دیتی ہے ۔ چھ راگ اور چھتیس راگنی اسکے تار ساز کے بال باندھے غلام و کنیز ہیں ۔ نواب فیض محمد خاں والی جھجر نے کمال قدردانی سے اپنی ملازمت میں رکھا تھا اور بعد اوسکی وفات کے نواب فیض علی خاں مرحوم نے کہ بذریعۂ وراثت والی اوس ریاست کا ہوا ، بدستور قدر شناسی اس زبدۂ کملای عصر کی کرتا رہا ۔ اب جو وہ ریاست عبدالرحمٰن خاں پسر نواب مرحوم تک منتقل ہوئی یہ رئیس بھی اوس صاحب کمال کی قدردانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا ۔ واقع میں ایسے یکتاے روزگار عرصۂ عالم میں کم جلوہ گر ہوتے ہیں ۔

نظام خان

دھرپد سرائی میں بے مثل و مانند ادنی شاگرد ان کا تان سین و برجو باورے کو خیال میں نہیں لاتا تھا ۔ عرصہ قلیل ہوا کہ شبستان عالم بغیر اوس کے وجود عشرت آمود کے ماتم سرا ہوگئی ۔

قائم خاں

دھرپد نوازی میں ایسا کامل تھا کہ مقامات دوازدہ گانہ راگ کو کہ کمال صعوبت سے ہفت خوان رستم کا حال رکھتے ہیں، اوس کے انفاس معجزہ اساس نے باآسانی سر کیا تھا۔ عہد آدم سے اس دم تک ایسا ماہر پیدا نہیں ہوا اور اس زمانہ سے نفخ صور تک اس کے نظیر کا پیدا ہونا متصور نہیں۔ عرصہ چند سال سے عالم فانی سے کوچ کیا۔

گلاب سنگھ پکھاوجی

جامع تھا فنون شتیٰ موسیقی کا۔ ہاتھ اس صاحب کمال کا پکھاوج کے بجانے میں ایسا طیار تھا کہ اوس کے ہاتھ کی ایک جنبش میں سو راگ آنکھوں کے سامنے پھر جاتے تھے۔ اور ستار نوازی کو گویا اسی نے از سر نو زندہ کیا تھا۔ سوا اس کے جلترنگ کے بجانے میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ عرصہ دراز ہوا کہ سفر اخرت کا اختیار کیا اور عین جوانی میں داغ مرگ سینہ پر لے گیا

کار بسیار و اندک است حیات عمر در خورد کار بایستی

سکھوا پکھاوجی

پکھاوج بجانے میں یکتائے عصر اور یگانۂ دہر۔ باتفاق کہتے ہیں کہ جو صحت اس کے ہاتھ میں ہے نہ سلف کو میسر ہوئی اور نہ خلف کو۔

الحمدللہ کہ یہ کتاب تمام ہوئی اور دست و قلم جو گردش دائمی اور گریبۂ مدام سے فارغ نہ تھے آسودہ ہوے۔ فکر کو تسکین اور طبعیت کو اندیشہ سے آسودگی بہم پہونچی۔ خدا کرے کہ مقبول طبع صاحب نظر ان پرہنر ہو۔

صد شکر کہ این نگار خانہ بگرفت طراز جاودانہ
بت خانۂ ہندرا دراست این ناقوس ہزار پیکراست این

تـــمـــت

تقریظ

که جناب مرزا اسد الله خاں غالب نے اس کتاب پر لکھی ہے

خواستاران گرمی هنگامهٔ بینش را در نورونیرنگ به نوی نوید که چین رونما نگارخانه‌را پرده از پشیگاه برداشته اند که دراں شگرف آئین کارگاه بشمار شکر نی آئین کار پیکر آرایان دیده‌ور را آئمایه بیخودی روی آورده و آنگونه فروماندگی دست بهم داده که اگر رستخیز را همه آن گیری که درپیکر کده‌ها پیکرے پایای پویه ناپاے را برفتار آورد، پیوند روی نیاز مانی و پشت دست بهزاد از زمین نتواند گسست۔ هما نا از نگارخانه آن کارنامهٔ مینوبارنامه خواهم که شاد روان نشیمن ناز است وآرامش گه پری پیکران را از سرگذشت شهریارا انست وسر نوشت روزگاران، ورنه این نیٔ بے نواکه مرغ دست آموز دستانسراستی بردر دویوار پیکرستان زمزمه سنج چراستی۔ من که از تباهی دانش وناسازی خوی پیوند رامش و آرامش دراندیشه برنتافتمی وتا خودرا بدشت ازسوهان تیزی کام آبله ساے درین کوه به پیالهٔ داغ پلنگ شورابه پیمای نیند پشیدمی از خویش هرگز خشنود نیا فتمی۔ سینه چون زنبور خانه رخنه‌ها بهم میای را نشانگاه و دیده چون دلربائی پروانه خونابه هاے مژه و رخسار و بهم سوزرا فرود آمدن نجای انیک درپرده گزارش این گزین نگارش بخوابگاه بیدار بختان غنوده پیکر و نشستن جاے خداوندان اورنگ و افسر کرشمه سنج میگرزم و بدانسان که درگلگشت چمن برکنار خیابانها بشاخ گل دست سائی و گلچین گزرند نشانهاے شاهان گزشته یک یک دراندیشه می شمرم۔ دلاویزی پرچم نشانهای لشکرکشان آخورکشائی پیش کشی مارا که بگفتار لشکر و کشور بند از زبان نکشائیم سخن درآنست که درین ستوده آئین راه سخن کشوده کسی است که دل آزاده را دربند هوای اوبسی است۔ خوشادا نا دل هنر دستگاه وفرخا کردار گزار کارآگه مهر ورزکین فراموش، اهرمن دشمن یزدان دوست، فرزانهٔ بافر و فرهنگ جوادالدوله سید احمد خاں بهادر عارف جنگ آن‌که خامه را در نگارش افسون زنده کردن نام بدان روش روانی داد که نام آوران روزفرورفته را زندگی جاودانی داد۔ پیوند خوبشی خجستگی با خویش تری به آب لختی استوار تر۔ وفرجام یگانگی فرخی با گوهرش از یگانگی روشنی به مهر پاره آشکار تر۔ باهمگنانش دلیست ازفرزانگی به آئین مردمی دانا وبامنش پیمان مهری است از دلنشینی به پیوند خون مانا۔ سخن که پیوسته ابر فرسودگی تارو پود پرندکهنه خویشتن از گهرهای

گسستہ خندہ، دندان نما داشت، بدستیاری این گرامی هنر درجامہ، خسروی پیرایہ، نوی یافت۔ آزادہ مرد بےمزد کار گزار را بےمزد آفرین کہ تا در فراخنائے فرخندہ گزارش کہ خبر گزاردن کردار پیشینیان را فرودن آگاهی پسینان شیوہ نداشت پای گذاشت ازآن دست سخن راند کہ هم بررفتگان سپاس نهاد وهم آیندگان را آفرین گوی ساخت درین شگفت آورد ۔ کنونہ غالب پلنگینہ پوش پلاس نشین کہ بدین نمود بےبود کہ اکنون دارد هم اکنون بہ نزد خویشتن از نیامدگان دور نیست و آیندہ پیداست کہ خود از رفتگان خواهد بود ۔ هرآئنہ از رهگزر این رهبرکہ آوردہ شد و بہ نموداری این نشان کہ انگیختہ اند، درکردار پسندی و سپاس پزیری باررفتگان هم اندیشہ و در کردارستانی و آفرین خوانی باآیندگان هم نواست گوئی گفتار من در انجام این نامہ هوش افزا رفتگان را بہ شنودن آوازہ دیر پایست ورنہ زیبائے پاسخ است و آیندگان رابہ سرودن زمزمہ زود بیائید و دیر بمانید ۔ فرخ شادم کہ نگارش بہ فرخی انجام پزیرفت و خامہ از جنبش آرام یافت نے نے بہ فرخی انگاہ نازم و شادی وتیرہ اندران هنگام رواباشدکہ روان درشبگیر اندیشہ بروشناسی روشنائی خرد کہ فروغ فرۂ ایزدی است گریوہ، دشوار گزار پندار پیدائی را از میانہ برکرانہ رہ سپرد وسرا ازین شاہرا ۔ ببالادوی بردر میخانہ، نیستی فرود آورد ۔ بوکہ ازمی سرد افگن آن خمستان پارہ بہ سفالم ریزند تابہ سیہ مستی آن بادہ، روشن بنواهی نمائش آز و آرزو ازهم پاشد و نمودهائے بیَ بود از پیش نگاہ بر خیزد نہ از فرخی رنگے پاید و نہ از شادی بوئے، نہ از مستی نامے ماند و نہ از هستی نشانے ۔

غالب بریدم از همہ خواهم کزین سپس
کنجے گزینم و بہ پرستم خدائے را

تقریظ

کہ جناب مولانا مولوی امام بخش صہبائی نے اس کتاب پر لکھی ہے

رنگینی معنیم صفحہ را رشک نگارستان چین کردہ و شادابی الفاظم کاغذ را بتازگی پرند گل پروردہ ۔ دل تا دیدہ دکان رنگ معانی چیدہ ام و سینہ تا زبان خوان الوان سخن کشیدہ ام ۔ نہ فکر را از ترتیب مقدمات شعری یک نفس فارغ نشستن و نہ اندیشہ

را از گردآوری ساز شریک دم رشته سعی گسستن - نفس تار سازیست صرف نغمه طرازیهای بیان و دهن حلقه بزمی است وقف ترانهٔ زبان - رشتهٔ انفاس در گلدسته بندی ریاحین افکار مصروف و عنوان توجه در صید وحشیان معانی معطوف - همانا خیال ستایش نگارین نامهٔ بلاغت نظام آثار الصنادید نام که نتیجهٔ سخن طرازی خامهٔ گوهر بار معنی آفرینی است ، که حسن گلو سوز معانی پروردهٔ مشاطهٔ طبع ارجمند اوست و جلوهٔ شهسوار معارف در پرده گرد انگیز پهاے افکار بلند او ، یعنی زنگ چهرهٔ کمال آب گوهر جلال ته نشین گوهر محیط وقار رسا نشهٔ صهباے اعتبار ، آبیار گلشن قبول و اقبال نخلبند حدئق فضل و افضال ، دودهٔ سیادت را از بلند پایگی نسبتش فرق بکنگرهٔ عرش سودن و خانوادهٔ نجابت را از ولاے نژادش رفعت فلک افتخار نمودن - رنگ بهار پریدهٔ معنیهاے رنگین اواست و نگهت گل وا کشیدهٔ اخلاق دلنشین او - عروج مراتب همت اولین پایهٔ سلم کمالش و بلندی مدارج حشمت نازک ترین درجهٔ ایوان جلالش - بچمن پیرائی عداش صبا از پیش گل بیصرفه نتواند دوید تا تیزی نوک خار دامن نزا کتش ندرد و هیزم افروزی انصافش شعله از بالای شمع بے اختیار سر نتواند کشید تا شوخی وضع بے احتیاطش با بال پروانه بر نخورد - خم کمند فکرش طوق گردن وحشی غزالان حقائق و رسامی پالنگ اندیشه اش مرسلهٔ گلوی دقائق - فروغ معانی پرتو شمعی است از فانوس صفاے سینه اش بیرون دویده و شوخی نکات برق متبسمی است از پردهٔ لبهاے اخلاقش درخشیده - تار و پود انفاسش صرف قصب بافیهاے کارگاه سخن و رنگ آمیزی خیالش در کار شفق سازی رنگینی هاے چمن - گاهی ادای شوخی ناز در کسوت جنبش خامه اش جلوه فروشی و گاه بیقراری ناله نیز از پردهٔ حریر قلمش در خروش - ترانهٔ سخنش با دعوی فصاحت بیانهای بلبل حرفی است گلو گیر و زمزمهٔ بیانش با لاف سنجی نوای قمری جوابی است دلپذیر - خرده کاری طراح خامه اش طول و عرض هزار صفحه را از پردهٔ یک نقطه جلوه تواند داد و وسعت حوصله دستگاهش تنگی ظرف حباب را با کشاد جبهه هزار محیط مقابل تواند نهاد - نشو نمای ریاحین بهار با سنبل رسائی زبان قلمش بر طبع ارباب نظر خورده و طراوت اوراق نسرین با تازگی عبارت نامه اش از نم شبنم عرق کرده - گنجینهٔ ضمیرش چون لوح تقدیر مخزن جواهر اسرار و خامهٔ اندیشه اش چون اوامر او امر قضا متصدی ظهور آثار - هم کثرت را از فیض صحبتش گرمی هنگامه چهره کشا و هم وحدت را از اثر تجریدش جامه ساز تعلق قبا -

بر خاتم جم خط نگینش
بام در کبریا زمینش
جاهش که به بخت کام داده
رفعت به سپهر وام داده
بر بارگهش ز مهر پر نور
صد سجده و یک نظاره از دور
بر گرد سرای دولت او
بینند فلک به حشمت او
بر فرق مراتب کمالش
گردنده سپهر از جلالش
عقلی که چراغ دل فروزد
وین خلوت آب و گل فروزد
مالیده برخ غبارش از راه
تا گشت چراغ هفت خرگاه
خورشید که قرهٔ بلندیش
بار است بشان ارجمندیش
سر سوده بر آستانهٔ او
تا شد فلک آشیانهٔ او
رفعت که بفرق چرخ زد کام
جست از در بارگاه او کام
طبعش که بها دهد سخن را
گل کرده بهار صد چمن را
اید به نواز خامهٔ او
چون پردهٔ ساز نامهٔ او
کوک از نفسش چو بانگ بلبل
هر حرف به پردهای صد گل
بسپرده برنگ چشم عشاق
گلدستهٔ صد چمن باوراق

سپهر کمال را اوج و محیط افضال را موج، کوکبه آرای عزایم بلند مرحله پیمای مدارج ارجمند، طراز مسند تفاخر جواد الدوله سید احمد علی خاں بهادر، که امروز چار بالش منصب منصفی این سواد بطراز و جودش بر سریر سلیمان نازش دارد، دماغ اندیشه می‌خارد و فکر افسرده را بجوش می آرد۔ اگر گرد تعصب بزنگ آئینه انصاف نباشد و رنگ آمیزی اعتساف نقش بے امتیازی نتراشد راه این تحقیق تواند شگافت و سراغ این منزل تواند یافت که سایهٔ پروردگان گلشن قدس تا به تردد جادهٔ خیال خو کرده اند، جای نفس راست کردن به ازین سر منزل آسایش بکف نیاورده اند، قدرت وهم در ایجاد فطیرش وا مانده تر از سعی مایوس و جرات قصور در سراغ مثلش نا رسا تر از پای محبوس۔ نسرین را باشگفتگی غبار آتش برگ برگ لبی دست از شبنم در زیر دندان حسرت، و لاله را بارنگینی معانیش بر داغ اخگری است افروخته۔ دامن زمینهاے غیرت طرهٔ سنبل بر آتش رشک سطورش چون موی در پیچتاب و موج منیره از باد غیرت رقومش چون موجهٔ آب در اضطراب۔ رشتهٔ خطوطش از طراوت الفاظ رگ ابری است طوفان خیز و ریشهٔ حروفش از پرتو معنی تابش برقی است آتش انگیز۔ صفای اوراقش

از صباحت مضامین آئینهٔ یوسف نما و بیاض صفحاتش از فروغ معانی صبحی از چهره خورشید نقاب کشا - بین السطورش را چون فرق سر نیکوان گیسوے حروف از دو طرف فروهشتن ساز دلفریبی نظارگیان و سادگی کاغذش را چون چهرهٔ دلبران بخط و خال رقم آراستن - تکلیف ناشکیبی تماشائیان - اثر پروردگان کلماتش در ذکر خامش نفسان مکتب عدم خون بالای پزدهٔ چشم عبرت نگاهانٔ اشتر فروشان حروفش در نوحهٔ خاک بر سر گردگان زیر زمین جگر کاو حوصلهٔ نمکین دستگاهان - ارژنگ نگاران گروه تصویر ارژنگ چهرهٔ شاهدان دست بطرح گل برده اند و بلعلی خون عاشقان رنگی بسبابه قلم داغ لاله سپرده - نگه در تماشاگاه مقابرش از گسنسگیهای تار بود کفن عبرت گیرد نظر در سیر خطا برش از حسرت پیری خاک گور نه پذیرد - مثنوی

گرد ره او بکن شماره از رنگ پریدهٔ نظاره
هر ذرهٔ او که تابد از دور از داغ دلی گرفتهٔ نور
زان قطره که از جگر کشادند صد نقطه بهر ورق نهادند
تا حرفی ازین کتاب خیزد دل خون شود و بخاک ریزد
تا یک رقمش بخون نگارند هر صفحهٔ دل جنون نگارند
هر کس بکتابتش نظر داشت در خامه چکندهٔ جگر داشت
چندین دل تشنه بر شکستند تا طرح سراب نفس بستند
رنگ از رخ شاهدان بریدند تا نقش چمن برو کشیدند
خمیازهٔ حسرت شکر خواب در مقبرهاش صرف محراب
باشد بکف خرد پسندان چون ساغر می بدست رندان
سطر است که نقش بر ورق بست یا زلف نگار در کف مست
صد لطف بهر کشودن اوست چون بند قبا کشودن دوست

عجز تمنائی آئینهٔ احوال صهبائی از التفات شفقت نگاهان بی بهره نخواهد بود که بهار آرای این حدیقه از جذبهٔ تازگیهای نگاه لطف رنگ پریدهٔ عجز مال را نه آنهمه باز گردانیده که پر طاؤس از غیرت رنگ بست آن داغ بر دل نسوزد و بال تدرو از شرم بهار بیخزانش چهره نیفروزد - تعداد مراتب الطافش رخش محاسبه بر رشحات سحاب راندن و حصر مدارج اشفاقش متاع محیط در ظرف حباب گنجاندن - تا باده در ساغر انگور از

خم افتاب ریزد و پرتو خورشید آتش از پردۂ آئینہ انگیزد ۔ گرمی نگاہ مہرش بزم افروز اہل وفاق و شعلۂ سورت قہرش جان سوز ارباب نفاق باد ۔

تقریظ

کہ جناب مولانا محمد صدرالدین خان بہادر نے اس کتاب پر لکھی ہے

خدایا ازان گنج یابم نشان ‏ کہ گم گشتہ آثار او از جہان
کنم باد دستی ازان گنج بار ‏ بعالم دہم بیحساب و شمار
زر و گوہران فروزندہ گنج ‏ کنم وقف پیران دینار سنج
بزرین کلیدی توانم شکست ‏ طلسمے کہ بر گنج پرویز بست
تنم بر چنان دامن اہل فن ‏ کہ از دولت دیدہ دامان من
الا بخت نظم از گران خواب خیز ‏ کنون خاک دہلی است گنجینہ ریز
سوی گنج آباد دہلی شتاب ‏ کہ گنجہ است چون کان گوہر خراب
کجائی کجا معجز عیسوی ‏ کہ آزردہ دارد سر مثنوی
بیا ساقی ای مایۂ حسن و ناز ‏ می ساغر افروز مینا گداز
بمن دہ کہ آتش زند در دلم ‏ بجوشد محیط شرر از کلم
نویسم دران نشہ ابیات چند ‏ کہ پر خون شود زان دل شہد و قند
مے ناب در جام جامی کنم ‏ چمن زار گور نظامی کنم
ازان بادۂ خام جامے کشم ‏ ز گردون دون انتقامے کشم
کزین سست پیمان نیلی سلب ‏ کہ نامش بود چرخ کجرو لقب
چگویم کہ بر من چہا رفتہ است ‏ صد آمد اگر یک بلا رفتہ است
درون دارم از چرخ پرکینہ ریش ‏ جگر ریش و دلریش و ہم سینہ ریش
ز بختم رود بر زبان ہا سخن ‏ سر شکم برد رشک بر بخت من
ہمین است آئین این تیرہ کار ‏ تو امید صلح از مدارش مدار
ہمین است آئین باغ جہان ‏ کہ اول بہار است و آخر خزان
ہمین است آئین چرخ کبود ‏ در آغاز بود و در آخر نبود
بحالش کنی گر بعبرت نظر ‏ نظر کن دران نامۂ نامور

که آن را رقم کرد بحر کمال   فروهیده فرهنگ فرخ خصال
نکرده فزون رتبه اش منصفی   که بود است دون رتبه اش منصفی
نویسد اگر خامه از رائے او   شود نخل ایمن سراپاے او
رسا فهمش اندیشهٔ او سلیم   خیالش مداوای طبع سقیم
شده انس او در دلم جای گیر   بد اندیش را گو ز حسرت بمیر
مبین میوهٔ باغ هستی دلش   پرستندهٔ حق پرستی دلش
نو آئین او بهر ارباب فن   طرب بخش همچون شراب کهن
بجیب صفا خلق او نافه بار   کهین حلقه در گوش آمد بهار
دل او ز آئینه شفاف تر   بصافی ز آب گهر صاف تر
صفا خیزد از جوهر سینه اش   ز مه رو نما خواهد آئینه اش
ضمیرش بدرک و رسائی علم   ذکا را بلمعان فکرش قسم
مجالست کان را کسی رد کند   قبولش اگر سید احمد کند
رقم زد کتابی باردو زبان   در آثار و احوال پیشینیان
نشانهاے رسم کهن ریخته   بگیتی طراز نو انگیخته
شد آثار دهلی ز نابود بود   مگر ساخت تمثال دهرے وجود
دمیده به نقش عمارات جان   ز اعجاز او شهر دهلی روان
نقوشش که مثلش نه آنی کشید   خط رد بر ارژنگ مانی کشید
از و سرد هنگامهٔ نو بهار   سراپای او چون سراپای یار
همانا ست دوران بکام بهشت   دهد گر جواب سلام بهشت
نظر سوی او سوز دل را علاج   ستاند ز لعل نکویان خراج
نوازندهٔ جان چو زلف دراز   چو تقریر آزاده معجز طراز
ندارد بمانند آن یادگار   رقم کهنه تاریخیٔ روزگار
نظر کن چو دانشوران خوب تر   بعبرت درین نامهٔ نامور
که آنان که بودند مالک رقاب   نیاید کنون نام شان در حساب
کنون خفته در زیر کوه غمے   که می خفت در سایه اش عالمے
خبر ده که چونند در زیر خاک   بجان حزین و دل دردناک
ز تالیف آن قصدش بس ایس است و   که الله بس هست و دیگر هوس

دگر آنکه هر کس دران بنگرد | ز مصنوع ره سوی صانع برد
بود تا که از شمع افروختن | ز پروانه جان دادن و سوختن
خدایا تو این شمع پاینده دار | جهان را چو پروانه گردنده دار

اگرچه نظر بکمالات صوری و معنوی و تقدم رتبهٔ حضرت مولانا محمد صدرالدین خان بهادر لازم تھا که یه تقریظ سب تقریظوں سے پہلے لکھی جاتی لیکن چوں که حضرت ممدوح کو بسبب انعدام فرصت کے اسکی تصنیف مین توقف واقع هوا اور زمانهٔ تصنیف تک کتاب کی طبع میں تاخیر کرنی باعث هرج کا تھی اس واسطے اس قدر سؤ ادب واقع هوا اور میرے نزدیک یه تاخیر بھی کتاب کے خاتمه با لخیر هونے کا باعث هوئی -

تمت بعون الملک الوهاب

تاریخ تصنیف کتاب از نتائج طبع مولانا مولوی امام بخش صهبائی سلمه الله تعالی

صنفه سید احمد خان منصف

سنه ۱۲۶۳ هجری

کتابیات

۱ آثار الصنادید ۔ سر سید احمد خاں

۲ ابجد العلوم ۔ نواب صدیق حسن خاں

۳ اتحاف النبلا ۔ ،، ،،

۴ اردو کی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ ۔ مولوی عبدالحق

۵ اردوی قدیم ۔ حکیم سید شمس اللہ قادری

۶ اردو (رسالۂ انجمن ترقی اردو ۱۹۳۰)

۷ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

۸ باغی ہندوستان ۔ مولوی عبد الشاہد خاں شروانی

۹ برکات الاولیا ۔ سید عبدالفتاح گلشن آبادی

۱۰ پنجاب میں اردو ۔ پروفیسر محمود خاں شیرانی

۱۱ تاریخ دہلی ۔ سید احمد ولی اللہی

۱۲ تاریخ دارالحکومت دہلی ۔ مولوی بشیر الدین احمد

۱۳ تذکرۃ الانساب

۱۴ تذکرۂ بے نظیر ۔ سید عبدالوہاب افتخار

۱۵ تذکرۂ خوشنویساں ۔ منشی غلام محمد

۱۶ تذکرۂ علمائے ہند ۔ مولوی رحمان علی

۱۷ تذکرۃ الفقرا ۔ مرزا احمد اختر نبیرۂ ابو ظفر بہادر شاہ

۱۸ تذکرۂ شعرا ۔ میر حسن

۱۹ تحفۂ حسن ۔ سر سید احمد خاں

۲۰ چمنستان شعرا ۔ لچھمی نرائن شفیق

۲۱ حدائق الحنفیہ ۔ مولوی فقیر محمد جہلمی

۲۲ الحیاۃ بعد المات ۔ مولوی فضل حسین

۲۳ حیات جاوید ۔ مولوی الطاف حسین حالی

۲۴ دیوان امیر خسرو ۔ خواجہ امیر خسرو

۲۵ دیوان غالب اردو ۔ مرزا غالب

۲۶ دیوان مومن ۔ مومن خاں مومن

۲۷ ریاض الفردوس ۔ مولوی محمد حسین خاں شاہجہاں پوری

۲۸ سخن شعرا ۔ عبدالغفور خاں نساخ

۲۹ سرو آزاد ۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی

۳۰ سکندر نامۂ بری ۔ نظامی گنجوی

۳۱ سیر الاقطاب

۳۲ سیرۃ اسماعیل شہید

۳۳ سیرۃ سید احمد بریلوی ۔ سید ابوالحسن علی ندوی

۳۴ کلیات صہبائی ۔ امام بخش صہبائی

۳۵ کلیات نثر غالب ۔ مرزا غالب

۳۶ کمالات عزیزی ۔ نواب مبارک علی خاں

۳۷ مآثر الامرا ۔ شاہ نواز خاں

۳۸ مجموعۂ نغز ۔ قدرت اللہ قاسم

۳۹ مقالات شبلی ۔ مولانا شبلی

۴۰ مقالات گارساں دتاسی ۔ دتاسی

۴۱ المکاتیب ۔ مولوی رشید الدین خاں

۴۲ مقامات مظہری ۔ شاہ غلام علی

۴۳ مقامات مظہر (ضمیمہ) ۔ شاہ عبدالغنی

اشاریه

(اشخاص و مقامات)

الف

آغا صاحب (خوش نویس) ۱۷۱

ابوبکر صدیق ۲۲

ابوالحسن (خواجه) ۲۲

ابو الفضل ۱۴۹

ابوسعید (شاه) ۱۷ تا ۲۰

ابو ظفر (بهادر شاه) ۲۶ - ۴۷ - ۴۸ - ۵۱ - ۱۰۲ - ۱۳۹ - ۱۷۲

اجمیر شریف ۳۲

احسان (عبدالرحمن خان) ۱۷۰

احسن الله (خواجه) ۲۸

احسن الله خان (حکیم) ۳۶ - ۴۸ - ۵۰

احمد (خواجه) ۲۱

احمد بخش خان (نواب) ۳۶ - ۱۱۹

احمد (قاری) ۱۰۳

احمد شاه (بادشاه) ۱۳۰

احمد علی (خواجه) ۳۱

احمد علی خان (نواب) ۱۳۰

احمد (میر دیوانه) ۴۴

اڑیسه ۴۸

اسماعیل (شاه) ۳۹

اسماعیل (مولانا) ۳۵ تا ۳۷ - ۶۹ - ۷۷ -

اشرف (مولوی) ۱۴۸

اکبر آباد ۱۰۶

اکبر خان اکبر (نواب محمد) ۱۶۱

اکبر (بادشاه) ۴۷

اکبر شاه (ثانی) (محمد) ۵۰

اکبر علی خان (نواب) ۵۰

الله داد (شاه) ۳۹

الور ۳۹ - ۴۰ - ۴۲

امام الدین (حکیم) ۴۹

امام الدین احمد خان ۱۷۱

امام الدین (میر) ۱۷۲

امان علی (مولوی) ۱۰۰

امرء القیس ۸۷

امیر محمد خان (نواب) ۳ - ۱۳ - ۱۴ - ۳۵

انبرسر (امرت سر) ۱۲

انشاء الله خان ۸

انوری ۱۴۹ - ۱۶۷

اورنگ آباد ۲۳

ب

بائی جی ۴۱

بابر ۷

باقی بالله (خواجه) ۲۳

بایزید ۲۲

بخارا ۲۹
بدایوں ۴۷
بدرالدین خاں (مہرکن) ۱۷۳
بریلی ۳۴
برہان پور ۲۹،
بلخ ۲۹
بنگالہ ۴۸
بجے سنگھ (راجہ) ۴۰
بہاء الدین (خواجہ نقشبند) ۱۷
بہادر جنگ (نواب) ۵۰
بہادر خاں (ستار زن) ۱۷۶
بہادر گڑھ (ریاست) ۵۰
بہار ۴۷
بھوانی شنکر (بخشی) ۳۴
بیدل (میرزا) ۷۰ - ۱۳۹

پ

پاک پٹن ۲۴ - ۳۳
پٹودی (ریاست) ۵۰
پٹیالہ (ریاست) ۱۲
پنجاب ۳۳
پنجتار ۳۷
پیر بخش خاں (حکیم) ۵۰
پیر کلال ۲۱
پیرن شاہ ۳۹

ت

تان سین ۱۷۶
تبت ۴۱
توکل حسین (شاہ) ۴۲
تھانیسر ۳۲ - ۵۰ - ۵۱

ج

جامی (مولانا) ۴۱
جعفر صادق ۲۲
جلال بخاری (سید) ۳۹
جلال الدین (تھانیسری) ۳۲
جلال (شاہ بزرگ) ۳۹
جمالی (دہلوی) ۱۵
جہانگیر ۷ - ۴۷ - ۴۸
جھجھر (ریاست) ۴۶ - ۵۰ - ۵۱

چ

چشت ۲۹
چشتیہ (طریقہ) ۲۳ - ۳۲
چندولال (راجہ) ۱۶۶

ح

حافظ (خواجہ) ۱۰۵ - ۱۳۹ - ۱۶۷
حسن بخش خاں (حکیم) ۵۱
حیات علی خاں (نواب) ۱۳۰
حیات علی (مولوی) ۱۷۲
حیات علی (خوش نویس) ۹۷
حیدرآباد ۲۳ - ۲۹ - ۹۸ - ۱۶۶

خ

خاقانی ۱۳۹ - ۱۶۷
خانم صاحب ۴۴
خجستہ بخت (میرزا) ۳۱
خسرو (امیر) ۷ - ۱۱
خواجہ باقی ۲۱
خواجگی ۲۱

خواجہ بابا ۲۱
خواجہ درویش ۲۱
خیر الدین خاں (نواب) ۳۹

د

داؤد طائی (شاہ) ۳۹
داؤد مصری (شاہ) ۳۹
دتالہ (موضع) ۱۲
درگاہی (شاہ) ۱۸
دلی (دہلی) شاہجہاں آباد ۶
دین علی شاہ ۴۴

ذ

ذوالفقار علی (آذر) ۱۳۰
ذوق (شیخ ابراہیم) ۱۶۷

ر

راجو (قتال) ۳۹
راگ رس خاں ۱۷۵
رحمت اللہ (مولوی) ۱۴۸
رحمت علی خاں ۹۸ - ۹۹
رحیم سین ۱۷۶
رستم علی خاں (مولوی) ۱۰۱
رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۲ - ۱۹
۲۲ - ۴۱ - ۷۳
رسول نما (سید حسن) ۴۲
رسول شاہ ۳۸ - ۳۹
رشید الدین خاں (مولوی) ۱۰۱
رفیع الدین (خواجہ) ۴۵
رفیع الدین (مولوی) ۸ - ۴۹ - ۵۰ - ۵۲
۷۰ - ۷۲ - ۷۴ - ۷۵ - ۷۷

رنگ علی شاہ ۴۲

ز

زبیر (خواجہ) ۲۱
زین الدین (خواجہ ہراتی) ۳۶
زین العابدین خاں (عارف) ۱۲۷

س

سجن شاہ ۳۹
سخی حبیب ۳۹
سراندیپ ۴۱
سرفراز (ملا) ۱۰۲
سعدی (شیخ) ۱۰۵ - ۱۴۹ - ۱۶۷
سکندر (لودھی) ۶
سلمان (فارسی) ۲۲
سلیم چشتی (شیخ) ۴۷
سلیمان (شاہ تونسوی) ۲۴ - ۲۷ - ۳۳
سمرقند ۱۰۶
سودا ۸ - ۱۲۷
سہروردیہ (طریقہ) ۲۳
سید احمد (بریلوی) ۳۴ - ۳۵ - ۷۶
سید احمد کبیر ۳۹
سید عسکری ۲۲
سید علی (میر) ۴۸
سید محمد خاں ۱۶
سید محمد (گیسودراز) ۲۳
سیف الدین ۱۸

ش

شاہ جہاں ۴۷

شاہ رزاق (پاک) ۳۹
شاہجہاں آباد (دہلی) ۲ - ٦ - ۱۰ - ۱۱
۲۳ - ۲۴ - ۲۷ - ۳۱ - ۳۲ - ۳۳
۴۱ - ۴۳ - ۴٦ - ۴۸ - ۵۰ تا ۵۳
۵٦ - ۷۰ - ۷۹ - ۸۲ - ۸۳ - ۹۸
تا ۱۰۱ - ۱۰٦ - ۱۳۰ - ۱۳۱
شاہ رخ بیگ ۱۷۴
شاہ محمد ۳۹
شاہ ولی ۱۳۰
شیریف خاں (حکیم) ۴۸ - ۴۹ - ۵۱
شنکر ناتھ (پنڈت) ۱۷۳
شہاب الدین سہروردی ۲۳ - ۳۸ - ۳۹
شیخ احمد (عرب) ۵۴ - ۵۵
شیخ محمد (چشتی) ۳۰
شیخو پور ۴۷ - ۴۸
شیراز ٦
شیرافگن خاں ۴۴
شیر محمد (اخون) ۵۱ - ۹۹ - ۱٦٦ - ۱۷۴

ص

صابر بخش (شاہ) ۳۰ - ۳۳
صادق علی خاں (حکیم) ۴۸ - ۴۹
صدر الدین (آزردہ) ۵۷ - ۵۸ - ۱۰۲ - ۱۸۳
صفی اللہ ۱۸
صہبائی (امام بخش) ۱۳۸ - ۱۴۸

ض

ضمیر (نرائن داس) ۱٦۲
ضیاء الدین (خواجہ) ۲۱
ضیاء الدین احمد خاں (نیر) ۱۱۸

ظ

ظفر خاں (نواب) ۲۸
ظفر (بہادر شاہ) ابوظفر ۴۷

ع

عارف (زین العابدین خاں) ۱۲۷
عالمگیر (بادشاہ) ۷ - ۱۴۸
عبدالحی (مولوی) ۳۵ تا ۳۷ - ٦۷
عبدالخالق (خواجہ) ۲۱
عبدالخالق (مولوی) ۸۳
عبد الحکیم (ابو خاں) ۵۱
عبدالرحمان (حافظ) ۳۳
عبدالرحمان خاں (نواب) ۵۰ - ۱٦۷
عبدالرحیم (حافظ) ۱۰۴
عبدالرسول (قندھاری) ۱۷۲
عبدالعزیز (شاہ) ۳۴ - ۳۵ - ۴۹ - ۵۰ -
۵۲ - ۷۰ - ۷۲ - ۷۴ - تا ۷۷ - ۸۱
۸۴
عبدالغنی (مولوی) ۳۵ تا ۳۷
عبد القادر (جیلانی) ۵۰ - ۱۳۸
عبدالقادر (شاہ) ۸ - ۳۴ - ۳۵ - ۴۳ - ۴۹ -
۵۰ - ۵۲ - ۷۰ - ۷۵ - ۷۷ - ۹۹
۱۰۰
عبدالقدوس (گنگوہی) ۳۲
عبداللہ (سید) ۳۱
عبداللہ بیگ خاں ۱۰٦
عبداللہ بیگ (مرزا) ۱۷۱

عبداللہ خاں (علوی) ۱۳۱
عبدالواحد (شیخ) ۳۰
عزیز القدر ۱۸
علاء الدین احمد (خواجہ) ۲۲
علوی خاں (حکیم) ۴۸
عمر فاروق ۵۰ - ۱۳۸

غ

غالب (مرزا) ۱۰۴ - ۱۱۹ - ۱۲۷ - ۱۳۰ - ۱۵۷
غفور بیگ (شاہ) ۲۰
غلام حسن خاں (حکیم) ۵۱ - ۹۹
غلام حسن خاں (نواب) ۱۲۹
غلام حسین خاں (نواب) ۱۲۷ - ۱۲۹
غلام حیدر خاں (حکیم) ۴۹ - ۵۱
غلام سادات (شاہ) ۳۰
غلام علی (حاجی) ۴۱
غلام علی (شاہ) ۱۱ - ۱۳ - ۱۷ - ۱۸ - ۲۰ - ۹۹
غلام علی خاں (مصور) ۱۷۳
غلاف نجف خاں ۴۷ - ۴۸
غلام نصیر خاں (کالے) ۲۶
غیاث الدین (شاہ) ۲۹

ف

فارمد (شیخ بوعلی) ۲۱
فتح اللہ خاں (حکیم) ۵۰
فخر الدین (مرزا) ۵۱
فخر الدین (مولانا) ۲۳ - ۲۷ - ۳۱
فدا حسین (شاہ) ۴۰
فرحت اندیش خاں (نواب) ۳۹
فرید (شیخ) ۴۷
فرید الدین احمد خاں (خواجہ) ۱۰۱
فضل امام (مولانا) ۸۵
فضل حق (خیرآبادی) ۸۷ - ۸۸ - ۹۶
فیروز پور (جھرکہ) ۳۹ - ۴۶ - ۱۱۹
فیض علی خاں ۱۷۳ - ۱۷۴ - ۱۷۶
فیض اللہ بیگ (نواب) ۱۲۷ - ۱۲۹
فیض محمد خاں (نواب) ۴۶ - ۵۰ - ۵۱

ق

قادر بخش (قاری) ۱۰۳
قادریہ (طریقہ) ۱۸ - ۲۳
قاسم (امام) ۲۲
قائم ۱۲۷
قائم خاں ۱۷۷
قطب الدین (مولانا) ۲۵
قطب الدین بختیار (خواجہ) ۲۵ - ۲۶
قطب الدین خاں (نواب) ۴۷
قطب الدین خاں (نواب مولوی) ۸۳

ک

کرامت علی (مولوی) ۹۷
کریم اللہ (مولوی) ۸۵
کشمیر ۴۶
کلو خاں (خوش نویس) ۱۸ - ۱۷۲
کلیم اللہ جہاں آبادی ۳۲
کلیم (ابوطالب) ۱۲۷
کمال الدین اصفہانی ۱۴۹

گ

گلشن (شاہ) ۲۸
گلاب سنگھ ۱۷۷

ل

لاہور ۲۸
لکھنؤ ۲۳
لیک (لارڈ) ۱۰۶

م

مجددالف ثانی ۱۸ - ۲۱
محبوب علی (مولوی) ۸۴
محمد آفاق (شاہ) ۲۱ - ۲۲
محمد اسحاق (مولوی) ۸۱ تا ۸۴ - ۱۰۱ - ۱۰۲
محمد اکبر خاں اکبر ۱۶۱
محمد امیر احمد (شیخ) ۵۵
محمد امیر (پنجہ کش) ۱۷۰ - ۱۷۱
محمد بیگ (قاری) ۱۰۳
محمد جان (مولوی) ۱۰۰
محمد جان (خوش نویس) ۱۷۱
محمد حنیف (مولوی) ۳۰ - ۳۲
محمد حیات (مولوی) ۳۳
محمد ذکاء اللہ خاں (حکیم) ۴۶
محمد زاہد ۲۱
محمدزبیر (خواجہ) ۲۸
محمد شاہ (بادشاہ) ۴۵ - ۱۴۸
محمد عالم ۱۷۴
محمد عزیز اللہ خاں (حکیم) ۴۶
محمد عیسیٰ ۱۸
محمد مراد (خواجہ) ۴۱
محمد مصطفیٰ خاں(شیفتہ)۱۰۵-۱۰۶-۱۶۱
محمد معصوم (خواجہ) ۱۸ - ۲۱
محمد ناصر (خواجہ) ۲۸
محمد نصیر (خواجہ) ۲۷ - ۲۹ - ۱۷۶
محمد نظیر (شاہ) ۱۷۵
محمد یعقوب (مولوی) ۸۲
محمد یوسف خاں (حکیم) ۵۱
مخدوم جہانیاں ۳۹
مخصوص اللہ (مولوی) ۴۷
مدرسۂ دارالبقا ۱۰۲
مرزا سلیم ۳۱
مرتضیٰ خاں (نواب) ۱۰۶
مرتضیٰ (شاہ انند) ۳۹
مسجد اکبر آبادی ۳۴ - ۳۵
مسجد فتح پوری ۳۳
مسجد قلعۂ مبارک ۳۳
مسیح الدین (محمد) ۴۷
مشہد ۴۱
مظفر حسین (شاہ حنیف) ۳۹
مظہر جان جاناں ۱۱ - ۱۳
معین الملک ۱۰۶
معین الدین (خواجہ) ۲۴ - ۲۵
مکراؤں (موضع) ۳۳
مکہ معظمہ ۸۱ - ۸۲
مکھوا (پکھاوجی) ۱۷۷
ملکاپور ۲۹
ممنون (میر نظام الدین) ۱۶۳ - ۱۶۴
مودود چشتی (خواجہ) ۲۹

مومن خاں (مومن) ۱۴۹
میر اثر (خواجہ) ۲۸
میر احمد ۷۸
میر امن ۶
میر تقی (میر) ۸ - ۱۲۷
میر درد (خواجہ) ۲۷ - ۲۸ - ۱۷۵
میر علی (راتنی) ۲۱
میر قطبی ۴۲
میر کلو ۲۸
میر لال (مفتی رحمت علی خاں) ۹۸ - ۹۹
میر محمدی ۳۱

ن

ناصر الدین شاہ (قادری) ۱۳
نانو (شاہ میراں) ۳۲
نثار علی (نثار) ۱۴۸
نجیب الدین احمد (فدا حسین شاہ)
نذیر حسین (مولوی) ۸۴
نصر اللہ بیگ خاں ۱۰۶
نصراللہ خاں (حکیم) ۵۰
نصیر الدین (چراغ دہلوی) ۲۳
نصیر الدین (مولوی) ۸۴
نصیر (شاہ) ۱۶۵
نظام الدین (خواجہ) ۲۳
نظام الدین (مولانا) ۲۳
نظام الدولہ (ناصر جنگ) ۲۴
نظام خاں ۱۷۶
نظامی ۱۶۷
نعمت اللہ (شاہ) ۳۹
نقشبندیہ (سلسلہ) ۱۳ - ۱۸ - ۲۳
نوازش علی (مولوی) ۱۰۱
نورالحسن (مولوی) ۹۶

و

ولی اللہ (شاہ) ۲۵ - ۵۲ - ۷۲ - ۷۵
ولی خاں (شاہ) ۱۳۰

ہ

ہراۃ ۲۹ - ۳۶
ہمت خاں ۱۷۴ - ۱۷۵
ہمت یار خاں (نواب) ۲۴

ی

یعقوب (خواجہ) ۲۱
یعقوب علی خاں (نواب) ۱۳
یوسف خاں (حکیم) ۵۱
یوسف (خواجہ) ۲۱
یوسف علی (مولوی) ۲۹ - ۱۷۶
یوسف ہمدانی ۲۲ - ۳۰

(اسمائے کتب)

۱ اخبار سلطانی (سراج الاخبار) ۱۰۲
۲ باغ و بہار ۸
۳ تحفۂ اثنا عشریہ ۵۳
۴ ترجمۂ قرآن مجید (آردو) ۸
۵ جواہر منظوم ۱۴۴
۶ دیوان غالب ۱۲۰
۷ ریزۂ جواہر ۱۳۹

۸ سہ نثر ظہوری ۱۳۹

۹ شرح گلستان ۴۰

۱۰ صحبت نامہ ۱۳۵

۱۱ فتاویٰ عزیزیہ ۳۵

۱۲ فخر الحسن ۲۵

۱۳ فصوص الحکم ۴۰

۱۴ قانون شیخ الرئیس ۵۱

۱۵ قرآن مجید ۵۰ - ۵۲

۱۶ گیان چوسر ۴۰

۱۷ منتہی المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال (رسالہ) ۵۹

۱۸ مثنوی ن سوسر ۴۱

۱۹ مرحبیہ (رسالہ) ۲۵

۲۰ مناقب [illegible]ریہ ۵۴

۲۱ نظام العقائد ۲۵

۲۲ نکاح ایامیٰ ۳۵